دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کا عبرتناک انجام

تالیف
عبدالرشید عراقی

Marfat.com

Marfat.com

دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کا عبرتناک انجام

(تالیف)

عبدالرشید عراقی

DATA ENTERED

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔
فون: 37352332، 37232336 فیکس: 37223584
www.ilmoirfanpublishers.com
E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام : دشمنانِ رسول ﷺ کا عبرتناک انجام
تالیف : عبدالرشید عراقی
ناشر : علم وعرفان پبلشرز، لاہور
مطبع : روشن پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ : دلدار حسین
سن اشاعت : فروری 2018ء
قیمت : -/600 روپے

297.9921
د 37 ع
142320
ر 1

......ملنے کے پتے......

علم وعرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

اشرف بک ایجنسی
اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

کتاب گھر
* اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
* جناح سپر مارکیٹ F-7 مرکز، اسلام آباد

خزینہ علم وادب
الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

ویلکم بک پورٹ
اُردو بازار، کراچی

بیکن بکس
گلگشت کالونی، ملتان

رشید نیوز ایجنسی
اخبار مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی

کشمیر بک ڈپو
تلہ گنگ روڈ، چکوال

فرید پبلشرز
اُردو بازار، کراچی

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اُس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اُس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے پوری طرح متفق ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کر دیا جائے گا۔ (ناشر)

Marfat.com

انتساب!

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ

کے نام

جنہوں نے نصف صدی سے زیادہ ادیان باطلہ (عیسائی، آریہ، قادیانی کے خلاف تحریری اور تقریری جہاد کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جس نے بھی اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف زبان کھولی اور قلم اٹھایا اور اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔

(عبدالرشید عراقی)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف سپاس

نومبر 2002ء میں راقم نے ''دشمنان رسول ﷺ کا عبرتناک انجام سے ایک کتاب مرتب کی۔ اس کی طباعت کے لئے کراچی کے ایک ناشر سے معاہدہ ہوا۔ مگر چند ماہ بعد ناشر صاحب نے کتاب چھاپنے سے معذرت کر دی۔ بالآخر انہوں نے کتابوں کی اشاعت وطباعت کا سلسلہ چھوڑ دیا اور کراچی سے ہجرت کر کے اپنے وطن رحیم یار خان تشریف لے آئے۔ کتاب کا مسودہ وہ کراچی میں اپنے ایک دوست کے حوالے کر آئے۔ جب ان کے دوست سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ مسودہ میرے پاس ہے مگر ناقص ہے۔ آخر کے صفحات کافی غائب ہیں۔ ان سے مسودہ طلب کیا مگر وہ لیت ولعل سے کام لیتے رہے۔ چنانچہ راقم نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔ اتفاق جانیے کہ جون 2016ء میں رمضان المبارک سے قبل وہ میرے غریب خانہ سوہدرہ میں اپنے ایک دوست حافظ شاہد محمود صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی کے ہمراہ تشریف لائے اور مسودہ واپس کرنے کی رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ انہوں نے ناقص مسودہ بھیج دیا۔ جو میں نے فہرست کتاب کو سامنے رکھ کر دوبارہ مکمل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے کہ انہوں نے مسودہ واپس کر دیا اور راقم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے دوبارہ مکمل کر کے قابل طباعت بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ، براستہ وزیر آباد
ضلع گوجرانوالہ
30 جولائی 2016

Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
پیش لفظ	15
مقدمہ۔عبدالعزیز فاروق ایم اے	19
تقریظ پروفیسر حکیم راحت نسیم	25
1- جزیرۃ العرب	**29**
← عرب کے اقوام و قبائل	29
← حجاز کی امارت	29
← عربوں کا تہذیب و تمدن	30
← عربوں کا اخلاق	30
← عرب کے مذاہب	30
← اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں جو کچھ ہے زمانہ ہے	30
← اللہ تعالیٰ کے قائل تھے لیکن قیامت اور جزاوسزا کے منکر تھے	31
← اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور جزاوسزا کے قائل تھے لیکن نبوت کے منکر تھے	31
← بت پرست تھے لیکن بتوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے	32
← نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جزیرۃ العرب کو کیوں منتخب کیا؟	32
← عرب کا تاریک ترین دور	34
← نبی کی ضرورت	35
← جزیرۃ العرب سے نبوت اور آسمانی مذاہب کا تعلق	36
2- نبی رحمت ﷺ	37
← خاندان	37
← ولادت باسعادت	38
← ایام رضاعت	38

Marfat.com

← والدہ محترمہ اور دادا عبدالمطلب کی وفات 39
← حضرت خدیجہ سے نکاح 39
← قیام امن ونگرانی حقوق انجمن کا انعقاد 39
← صادق اور امین کا خطاب 40
← کعبہ کی تعمیر نو اور ایک بڑے فتنہ کا سد باب 40
← مبہم بے چینی 41
← آنحضرت ﷺ امی تھے 45
← بعثت ونبوت 47
← اسراء اور معراج 47
← آنحضرت ﷺ کی جامعیت 47
← خصائص النبی ﷺ 48
← خلق عظیم 49
← حضرت علی بن ابی طالبؓ کی شہادت 50
← امام غزالیؒ 51
← شاہ ولی اللہ دہلویؒ 51
← مغربی مستشرقین 52
← ٹامس کارلائل 52
← ایڈورڈ گبن 52
← پروفیسر سیڈلوٹ 52
← مارماڈیوک محمد پکتھال 53
← ڈاکٹر گستاف وائل 53
← واشنگٹن ارونگ 53
← کامیاب ترین پیغمبر 54
← رحلت 55

3- نبی ﷺ کی مخالفت اور اس کے اسباب 57

← مخالفت کے اسباب 58
← بت پرستی 58
← بت پرستی کے مراسم 59

Marfat.com

← نسلی تفوق کا خاتمہ 59
← قبائلی رقابت 60
← آغاز اسلام میں روسائے قریش 60
← عیسائیوں سے نفرت اور مشرکین سے محبت 61
← حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکوں سے شرط 63
← قریش کی بداخلاقیاں 64
← مخالفت کی سب سے بڑی وجہ 66

4- مکہ میں اسلام پھیلنے کے اسباب 67

← معجزہ کردار 68
← خطبہ نکاح کے بعد ابوطالب کا خطاب 68
← ورقہ بن نوفل کا خطاب 69
← کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کا تنازعہ کا فیصلہ 69
← پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو تبلیغ 70
← معجزہ قرآن 72
← معجزہ کلام 74
← قرآن مجید کی تاثیر 75
← قرآن مجید پڑھنے پر پابندی 76
← کفار مکہ پر قرآن مجید کی تاثیر کا اثر 76
← عتبہ بن ربیعہ پر قرآن کا اثر 76
← ابوجہل کا قرآن سے متاثر ہونا 79
← نجاشی شاہ حبشہ پر قرآن کا اثر 79
← حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ 80
← طفیل بن عمرو دوسی کا ایمان لانا 80
← ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا 81
← سوید بن صامت کا ایمان لانا 83
← حضرت عمر بن حبسہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا 83
← ضماد ازدی کا قبول اسلام 84
← قبائل اور افراد کو اسلام کی دعوت 85

Marfat.com

← بنوحنیفہ 85
← قبیلہ بنوی عامر 86
← قبیلہ بنی ذہل بن شیبان 87

5- نبی ﷺ کے بدترین دشمن 88

← ابولہب کا کردار 89
← قرآن مجید ابولہب کا نام اور اس کی مذمت کرنے کی وجہ 90
← بدترین ہمسایہ 91
← نبی ﷺ کی صاحبزادیوں کو ابولہب کا اپنے بیٹوں سے طلاق دلوانا 91
← آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی وفات پر ابولہب کا اظہار مسرت 92
← دعوت اسلامی کے کام میں ابولہب کارکاوٹیں ڈالنا 93
← شعب ابی طالب کے محاصرے میں ابولہب کا کردار 94
← ابولہب کی بیوی 94
← ابولہب کا جنگ بدر سے فرار 95
← ابولہب کی عبرتناک موت 95
← عاص بن وائل 96
← عاص بن وائل کی رسول دشمنی 96
← وفات 98
← ولید بن مغیرہ 99
← ابوجہل کا مقام 103
← ابوجہل کی بتوں سے محبت 104
← ابوجہل کی بدگوئی 104
← نبی ﷺ کو قتل کرنے کی تجویز 104
← ابوجہل کی ضد اور ہٹ دھرمی 105
← ابوجہل کا غرور 106
← نبی ﷺ کے قتل کی اجتماعی سازش 108
← جنگ بدر کے بپا کرنے میں ابوجہل کا کردار 112
← جنگ نہ کرنے پر رؤسائے مکہ کا ابوجہل سے اختلاف 112
← جنگ کی ابتداء اور مبارزت 114

Marfat.com

← ابوجہل کی اکڑ 114

← ابوجہل کی ذلت آمیز اور عبرتناک موت 114

← ابوجہل کا آخری کلام 115

← عقبہ بن ابی معیط 116

← نبی ﷺ کی گردن پر اونٹ کی اوجھری رکھنا 116

← عقبہ بن ابی معیط کا ارادہ قتل 117

← عقبہ بن ابی معیط کی موت 117

← امیہ بن خلف 118

← حضرت بلالؓ پر امیہ کے مظالم 118

← امیہ بن خلف کی ہلاکت کی پیشین گوئی 119

← جنگ بدر میں امیہ بن خلف کی شمولیت 120

← امیہ بن خلف کی عبرتناک موت 120

← اخنس بن شریق 121

← نضر بن حارث 122

← ابی بن خلف 123

← جنگ احد میں ابی بن خلف کی شرکت 123

← ابی بن خلف کا قتل 124

6- مکی دور میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے رفقا پر مصائب کا اجمالی تذکرہ 125

← تبلیغ کا آغاز 126

← قرآن کی مخالفت اور نبی ﷺ کی دعوت وتبلیغ میں رکاوٹ ڈالنے کی تدبیریں 128

← ابوطالب کی خدمت میں قریش کا وفد 128

← پہلا وفد 128

← دوسرا وفد 129

← تیسرا وفد 130

← چوتھا وفد 132

← رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی 132

← مسلمانوں پر ظلم وستم 133

Marfat.com

7- نبی ﷺ پر قاتلانہ حملے اور سازشیں 136

← آنحضرت ﷺ پر پہلا حملہ 137
← ابوجہل کا ارادہ قتل 138
← عقبہ بن ابی معیط کا ارادہ قتل 138
← حضرت عمرؓ بن خطاب کا اسلام لانے سے قبل ارادہ قتل 139
← مقاطعہ شعب ابی طالب 141
← آنحضرت ﷺ کے قتل کی ابوطالب سے سودابازی 141
← نبی ﷺ کے قتل پر مشرکین مکہ کی ظالمانہ قرارداد پر اتفاق 143
← ہجرت کے بعد نبی ﷺ کی گرفتاری یا قتل پر سواونٹ انعام 144
← عمیر بن وہب کی نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش 145
← یہود کا منصوبہ قتل 146
← ثمامہ بن اثال کا ارادہ قتل 146
← زہرآلود بکری کے گوشت سے نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش 147
← خسرو پرویز شاہ ایران کا ارادہ قتل 148
← جادو کے ذریعہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کی یہود کی سازش 149
← ایک بدوی کا ارادہ قتل 150
← فضالہ بن عمیر کا ارادہ قتل 151
← منافقین کی رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش 151
← عامر بن طفیل اور اربد کی سازش قتل 152

8- مدنی دور میں رسول اللہ ﷺ کی دشمن اقوام 154

← قریش مکہ 154
← ہجرت 155
← تعاقب کے بعد قریش مکہ کے اقدامات 156
← قریش مکہ کی آنحضرت ﷺ سے جنگیں 157
← غزوات وسرایا کی تفصیل 157
← کفار اور مسلمانوں کے درمیان جنگیں کیوں 160
← غزوہ بدر 161
← غزوہ احد 162

Marfat.com

← فتح مکہ 162

← فتح مکہ کے اثرات 167

← یہود مدینہ 168

← یہود کی باہمی عداوت 168

← میثاق مدینہ 168

← یہود کی دینی واخلاقی حالت 169

← حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام قبول کرنا 169

← یہودیوں کی اسلام دشمنی کی وجوہ 170

← غزوہ بنوقینقاع 170

← کعب بن اشرف یہودی کا قتل 171

← غزوہ بنونضیر 171

← غزہ احزاب (جنگ خندق) 172

← بنوقریظہ کی عہد شکنی کا انجام 173

← حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ 174

← سلام بن ابی الحقیق کا قتل 175

← غزوہ خیبر 175

← آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہود کا نامقبول رویہ اور یہود کی ریشہ دوانیاں 176

← آنحضرت ﷺ کی وصیت 177

← منافقین......مدینہ میں منافقین موجود تھے 178

← عبداللہ بن ابی بن سلول 178

← عبداللہ بن ابی کا انتقال اور آنحضرت ﷺ کا نماز جنازہ پڑھانے کے وجوہ 179

← اعراب یا بدوی قبائل 179

← قبائل سے معاہدہ 180

← بعض قبائل کی مسلمانوں کے خلاف یورشیں 180

← واقعہ ثمامہ بن اثال 182

← مسلیمہ کذاب کی داستان 182

Marfat.com

9- مرزا غلام احمد قادیانی 185

← مختلف اوقات میں مختلف خدائی صفات کے دعوے 186
← مرزا قادیانی کی بیماریاں 186
← قادیانیت برطانوی سامراج کا خودکاشتہ پودا تھا 186
← مرزا قادیانی نے جہاد کو منسوخ کر دیا 187
← خرافات مرزا قادیانی 188
← محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی 188
← مرزا قادیانی کا اپنا کردار 189
← مرزا صاحب کی وفات 189

10- ختم نبوت 191

← شان نزول 191
← ختم نبوت کا عقیدہ 191
← ختم نبوت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات 192
← حافظ ابن کثیرؒ 194
← علامہ محمد آلوسیؒ 195
← صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع 195
← علمائے امت کا اجماع 195
← اسمائے گرامی علمائے اسلام 195
← مرزا غلام احمد قادیانی 196
← مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ 197
← پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ 197
← مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ 198
← مولانا محمد منظور نعمانیؒ 198
← ختم نبوت کی اہمیت 200
← مسیح موعود کی حقیقت 201
← ان احادیث کے نتائج 203
← مراجع و مصادر 205

Marfat.com

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن میں رسول اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیا۔۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خصائل کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (التوبہ۔۱۲۸)

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہیں سے ہیں۔ جن کو حضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے۔ جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں۔ ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

1- پہلی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ تمہاری جنس سے ہے یعنی بشر ہے۔

2- دوسری صفت یہ بیان کی ہے کہ تمہاری ہر قسم کی تکلیف و مشقت گراں گزرتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آسان دین حقیقی دے کر بھیجا گیا ہوں۔ مسند احمد ۵/۲۶۶

3- تیسری صفت آپ ﷺ کی یہ بیان کی ہے کہ وہ تمہاری ہدایت اور تمہاری دنیوی اور اخروی منفعت کے خواہش مند ہیں۔

4- چوتھی صفت آپ ﷺ کی یہ بیان کی ہے کہ ساری صفات اور خصوصیات اور خوبیاں آپ کے اعلیٰ اخلاق کی مظہر ہیں۔

یقیناً آپ ﷺ صاحب خلق عظیم ہیں

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (الطور۔۴)

خلق عظیم سے مراد تہذیب و شائستگی، نرمی اور شفقت، امانت و صداقت، رحم و کرم و دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں جس میں آپ نبوت سے پہلے ہی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔

نبی اکرم ﷺ کو نبوت کے اعلان کے بعد جن مصائب و آلام سے دوچار کیا گیا اس سے سیرت کی کتابیں لبریز ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

و عن سعد رضی اللہ عنہ قال سُئل النبی ﷺ ای الناس اشد بلآء قال الانبیاء، ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی دینہ صلباً فا اشتد

Marfat.com

بلاء وان کان فی دینه رقة هون علیه ما زال کذالك حتیٰ یمشی علی الارض ماله ذنب۔

رواہ الترمذی، ابن ماجہ والدارمی وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح۔
(مشکوۃ مترجم ۲/۲۵)

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ آزمائشوں سے دوچار ہونے والے کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ انبیا علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد صاحب فضیلت لوگ ہیں۔ ان صاحب فضیلت لوگوں میں سے ہر شخص کو اس کے دین کے لحاظ سے آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اگر وہ دین (کے امور) میں سخت ہے، تو اس کے لئے آزمائش بھی سخت ہے۔ اگر وہ دین کے (امور) میں کمزور ہے تو اس کے لئے آزمائش بھی معمولی ہے۔ اسی طرح وہ آزمائش میں مبتلا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک ہوکر زمین پر چلنے پھرنے لگتا ہے۔''

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ورافت کے پیکر تھے۔ طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا اس سے کلیجہ کانپ جاتا ہے اور دل دہل جاتا ہے۔

حافظ ابن القیم رحمتہ اللہ علیہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ

''جب رسول اللہ ﷺ طائف تشریف لائے تو سب سے پہلے ثقیف کے سرداروں اور ذمہ داروں سے ملنے تشریف لے گئے اور ان کے پاس بیٹھ کر ان کو دین حق کی دعوت دی۔ لیکن آپ کو اس کا بہت برا اور سخت جواب ملا۔ انہوں نے آپ کا مذاق بھی اڑایا اور شہر کے اوباش لوگوں کو غلاموں کو آپ کے ستانے پر مامور کیا۔ یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے، شور مچاتے اور آپ ﷺ پر پتھر پھینکتے۔ اسی بے کسی اور کرب کے عالم میں آپ پناہ لینے کے لئے ایک کھجور کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ طائف میں آپ ﷺ کو جتنا ستایا گیا وہ مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے کہیں زیادہ تھا اور انہوں نے راستہ کے دونوں طرف اپنے آدمی کھڑے کر دیئے۔ آپ ایک قدم بھی اٹھاتے تو کسی طرف سے پتھر آپ پر پھینکا جاتا۔ حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر زخموں سے لہولہان ہو گئے۔ اس وقت بے ساختہ آپ کے قلب اور زبان پر یہ دعا جاری ہوئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی نگاہ میں بے وقعتی کی فریاد کی۔ نصرت وتائید کے ان الفاظ میں خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔''

''الٰہی! اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں میں تحقیر کے بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے بے گانہ ترش رو کے، یا اس دشمن کے جو

Marfat.com

کام پر قابو رکھتا ہے۔ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں، تو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں، جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔''

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور اس نے آپ ﷺ سے اس کی اجازت طلب کی کہ وہ ان دونوں پہاڑوں کو جن کے درمیان طائف واقع ہے ملا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے کوئی ایسا پیدا ہوگا جو خدائے واحد کی عبادت کرے گا اور اس کے ساتھ کسی اور ہستی کو شریک نہ ٹھہرائے گا۔ (زادالمعاد ا/۳۰۲)

سب سے زیادہ شدائد و آلام انبیائے کرام پر آئے ہیں اور انبیائے کرام کا مقدس گروہ ہے جو صبر وثبات کے ساتھ تمام مصائب و آلام کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کے بعد اس گروہ کو مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو انبیائے کرام کے ساتھ ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ تمام انبیائے کرام سے افضل اور خاتم النبین ہیں۔ امام الانبیاء بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو باقی انبیاء سے زیادہ مصائب و آلام سے سابقہ پڑا تھا۔

موضوع کتاب

یہ کتاب (۱۱) ابواب پر مشتمل ہے۔

اور ابواب کی تفصیل اس طرح ہے۔

پہلا باب ''جزیرۃ العرب'' کے عنوان سے ہے۔ (۲) اس باب میں عرب کے تمام قبائل' ان کے اخلاق، تہذیب، تمدن اور معاشرہ میں ان کا مقام اور ان کے مذاہب پر روشنی ڈالی ہے۔ دوسرے باب کا عنوان ہے ''نبی رحمت ﷺ''۔ اس بات میں آنحضرت ﷺ کے خاندان، ولادت باسعادت، بعثت و نبوت، معراج، خصائص، خلق عظیم اور مغربی مستشرقین کا آپ ﷺ کے خصائص کا اعتراف پر مختصراً تذکرہ کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے اعلان نبوت پر کفار مکہ نے آپ ﷺ کی کیوں مخالفت کی اور مخالفت کے اسباب کیا تھے؟

چوتھے باب میں اس مضمون کو واضح کیا گیا ہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کی مخالفت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اور ان کی مخالفت کے باوجود مکہ میں اسلام پھیلا اور اسلام پھیلنے کے اسباب کیا تھے۔

پانچویں باب میں ان اعدائے اسلام کا تذکرہ ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی سخت مخالفت کی اور آپ ﷺ کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیں اور آپ کو بہت زیادہ پریشان کیا اور پھر ان اعدائے اسلام کا جو عبرتناک خاتمہ ہوا، اس کی تفصیل کتاب اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔

چھٹے باب میں آنحضرت ﷺ کے رفقاء پر قریش مکہ نے جو ظلم و ستم ڈھائے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ساتویں باب میں کفار مکہ اور ہجرت کے بعد منافقین مدینہ اور یہود وغیرہ نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی جو سازشیں کیں اس کا بیان ہے۔

آٹھویں باب میں ہجرت کے بعد مدینہ میں اسلام دشمن اقوام یہود اور منافقین وغیرہ نے جو سازشیں کیں اور دین اسلام کی اشاعت کی مخالفت کے سلسلہ میں جو کردار ادا کیا اس کا تذکرہ ہے۔

نویں باب میں پنجاب کے رسول دشمن مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات زندگی، اس کے دعاوی مثل مسیح، مجدد، مسیح موعود، مہدی مہود اور نبی ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے ساتھ اس کذاب کے ذاتی کردار اور علاوہ ازیں اس نے انبیائے علیہ السلام، صحابہ کرام اور علمائے اسلام کے خلاف جو توہین آمیز کلمات کہے اس کا تذکرہ ہے اور آخر میں اس کذاب کی جو عبرت ناک موت ہوئی اس کو بیان کیا ہے۔

دسویں باب کا عنوان ہے ''ختم نبوت'' اس میں مسئلہ ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر مختصراً روشنی ڈالی ہے۔

میرے عزیز حاجی عبدالعزیز فاروق ایم اے سابق ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان کی توجہ و ہمت افزائی بھی برابر میری معاون رہی۔ انہوں نے از راہ عنایت وشفقت ایک قیمتی جامع وعلمی اور تحقیقی ومعلوماتی مقدمہ بھی تحریر فرمایا جو زینت کتاب ہے اور یہ ناچیز تہہ دل سے ممنون ہے۔

اسی طرح میرے عزیز دوست پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی کا خاکسار ممنون ہے کہ انہوں نے اس کتاب پر تقریظ لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ
۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ
۱۶ نومبر ۲۰۰۲ء

Marfat.com

مقدمہ

(عبدالعزیز فاروق ایم اے، سابق ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان)

جزیرۃ العرب میں مکہ کی حیثیت ام البلاد کی طرح تھی جو ہیبت ناک پہاڑوں میں ایک ایسی قوم کا مسکن تھا جن کی عزت وشہرت کا سبب قومی وحدت اور لسانی ونسبی نقطہ نظر میں مکمل ہم آہنگی تھی اور ان کا تعلق عربی سلسلے عدنان اور قحطان سے تھا۔ اس لئے قریش اپنی اجتماعی زندگی میں ایک سیسہ پلائی دیوار تھے۔ ان کے اجتماعی نظام کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ ان میں سے ہر فرد حریت کاملہ کا مرقع تھا۔ اس لئے ان کو کسی بھی جابر و قاہر حکمران کے غلبہ وتسلط کا خوف نہ تھا۔ وہ اخلاق و آداب اور سلیم الفطرتی کے جوہر سے مزین تھے۔ ان کے شہری حقوق محفوظ تھے اور ان پر کوئی دست درازی نہ کرسکتا تھا۔ ان تمام محاسن کے باوصف ان میں کئی نقائص اور معائب راہ پا گئے تھے۔ اگر ان مصائب کا ازالہ ہو گیا ہوتا تو اس معاشرہ کا شمار دنیا کے سب سے زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ معاشروں میں ہوتا۔

قریش کی قبائلی زندگی کی اساس جمہورت، مجد وشرف پر اس طرح استوار کی گئی تھی کہ دس قبائل کے دس خاندان باقی دوسروں پر ہر قسم کی فضیلت رکھتے تھے اور ہر شعبہ زندگی میں دس گھرانوں کی امتیازی حیثیت تھی۔ جو جمہوریت سے متعلق امور کی انجام دہی میں مصروف رہتے تھے۔ اس کے پہلو بہ پہلو نیابتی نظام حکومت کی داغ بیل پڑ گئی، جسے رائج الوقت نظام کی بقا کی ضمانت گردانا جاتا تھا۔ باہمی صلاح ومشورہ سے احکام سزا وقضاء کے فیصلے صادر کئے جاتے تھے اور ''دارالندوہ'' کی عمارت اسٹیٹ اسمبلی (STATE ASSEMBLY) کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ اپنے پڑوس کے قبائل سے خوشگوار تعلقات رکھتے تھے۔ اس کے باوجود وہ آنے والے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت کیل کانٹے سے لیس رہتے تھے اور بوقت ضرورت اپنی جنگی صلاحیتوں سے دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جاتے۔ جہاں انہیں کوئی ایسی دشوار مہم درپیش ہوتی تو وہ اپنی حکمت عملی اور فصاحت وبلاغت کے سہارے ایسی راہ تلاش کرتے، جو تلوار کی کاٹ سے کہیں زیادہ موثر ہوتی۔ امیر قریش جناب سردار عبدالمطلب نے ابرہہ بن الاشرم اور حناطہ حمیری سے وادی معسر میں ملاقات کے دوران صرف یہ کہا کہ

> ''اگر بیت اللہ کے انہدام کے ماسوا آپ کا کوئی اور ارادہ نہیں ہے تو لشکریوں نے جو اونٹ ہمارے پکڑے ہیں وہ واپس کر دیئے جائیں اور کہا کہ بیت اللہ کا محافظ اس کی حفاظت خود کرے گا۔''

ابرہہ اور اس کے لشکر پرندوں کی چونچوں سے برسنے والے سنگریزوں کی بارش سے نشان عبرت بن گیا اور اس کی شکست خوردگی میں جہاں ابابیل کے غولوں کی سنگ باری کا دخل ہے، تو وہاں سردار عبدالمطلب کے حکمت آمیز الفاظ اور اللہ پر توکل کی ناوک فگنی نے بھی اپنا کام دکھایا اور پھر عام الفیل میں ظہور قدسی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

چھٹی صدی عیسوی کے ساتویں دہے میں مکہ کی آبادی پندرہ ہزار کے لگ بھگ نفوس پر مشتمل تھی۔ ان کے

Marfat.com

مکانات نہایت سادہ وضع اور اینٹ وگارے سے بنے ہوئے اور کھجور کی شاخوں سے پٹے ہوئے ہوتے جن میں زینت و نمائش نام کی کوئی چیز نہ تھی اور دور حاضر کی مدنیت کے آثار مفقود تھے۔ان مکانوں کے باسی قریش کے دس مقتدر گھرانے تھے۔ان میں بنو ہاشم، بنوامیہ، بنونوفل، بنواسد، بنوتیم، بنومخزوم، بنوعدی، بنوجمح اور بنوسہم تھے۔جنہوں نے اپنے وضع کردہ جمہوری نظام کو چلانے کے لئے مختلف فرائض منصبی آپس میں اس طرح بانٹ لئے تھے کہ اشتراک علم اور باہمی تعاون کو فروغ ملتا رہا اور مظلوم کی حمایت کے لئے عبداللہ بن جدہان کے گھر میں حلف الفضول جیسے دستور العمل پر قریش کے معزز قبائل نے مہر تصدیق ثبت کی تھی۔

قبائل قریش کو اجتماعی قوت حسن معاشرت کے طفیل حاصل تھی۔مگر تکبر ونخوت نے ان کو جادہ مستقیم سے دور جہالت وضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں دھکیل دیا تھا۔غلط سلط اور گمراہ کن عقائد ان کی رگ رگ میں سرایت کر گئے۔حجری تصویروں اور وہ بھی اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ پر انہیں جو اعتماد تھا، ان کی روحانی بالیدگی کو بہا لے گئی اور فہم وذکا کی تمام صلاحیتیں زنگ آلود ہوگئیں اور وہ تمام فضائل ومحاسن جو سلف نے ان کے اندر ودیعت کئے تھے، اصنام پرستی کی نذر ہوگئے۔ان کا منتہائے فکر صرف دو چیزیں تھی۔ایک تو خود تراشے ہوئے بتوں کا تقرب اور دوسرے اپنی سطوت وعظمت کا لوہا منوانا۔مگر ان کی عقل وفراست پر کورانہ تقلید واقتدار سے دبیز پردے پڑ گئے تھے کہ ان کی ساری فہم ودانش کی صلاحیتیں دب کر رہ گئیں اور وہ چند غیر متحرک، اندھی، بہری اور گونگی تصاویر وتماثیل کی عظمت کے ایسے پیروکار بن گئے کہ ان پر طعن و تعریض کو وہ اپنے عقائد کی توہین اور آبروریزی گردانتے تھے۔

بیت اللہ جو توحید کا مرکز تھا۔عمرو بن لحی نے وہاں باقاعدہ بت پرستی کا آغاز کیا اور ہبل کے بت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کر کے اسے ''خدائے اعظم'' کا نام دیا۔قریش ان بتوں کی عظمت کا اظہار کرتے اور ان کے عقائد کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ خالق اکبر کی بارگاہ میں ان بتوں کو قرب وشفاعت کا مرتبہ حاصل ہے۔ان کی حمد وثنا کرتے۔ان جھوٹے خداؤں کی آستانوں پر قربانیاں کرتے، منتیں مانتے اور انہیں حاجت روا قرار دیتے۔مشرکین ان معبودوں کو ''متصرف فی الامور بالعرض تملیک اللہ'' جان کر پکارتے تھے اور حج کے موقعہ پر وہ اس طرح تلبیہ کہتے۔حافظ ابن کثیر کے الفاظ میں

لبيك لبيك لا شريك لك لبيك لاشريك هولك تملك و مالك ○

امام ابن کثیر نے سورہ زمر کی آیت مبارکہ

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ○

(کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کریں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

''انہوں نے بتوں کی طرف قصد کیا کہ انہیں ملائکہ مقربین کی صورتوں پر بنالیا تھا اور ان کی عبادت ملائکہ مقربین کی عبادت کے قائم مقام سمجھ کر کی۔تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے رزق اور مدد اور جنہیں امور دنیا سے خیال کیا جاسکتا ہے کے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں۔''

امام رازی اور علامہ ابوالسعود نے سورۃ یونس کی آیت (۱۸) وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ (اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

''انہوں نے اپنے پیغمبروں، پیروں اور فقیروں کی شکلیں ان بتوں کی سی بنالیں اور گمان کیا کہ جب یہ ان مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ پیغمبر اور پیر وفقیر اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں اس کی نظیریت سے لوگوں کا پیروں، فقیروں کی تعظیم میں مشغول ہونا ہے۔ اس اعتقاد پر کہ جب وہ ان کی قبروں کی تعظیم کریں گے تو وہ اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔''

قرآن کریم، حدیث شریف اور تاریخی حوالہ جات میں ان بتوں کے نام آئے ہیں جنہیں مشرکین مکہ حاجت روا اور معبود سمجھتے تھے۔ ان میں ''ود، سواح، یعوق اور نسر'' تھے۔ پھر ان سے دائمی اظہار عقیدت کے لئے اپنے نام ان کی عبدیت پر رکھتے تھے۔ ایک ایسا ہی شہ زور پہلوان عمرو بن عبدود غزوہ خندق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا اور عبد یغوث کے نام بھی قریش کے ہاں اکثر ملتے ہیں۔ پھر اہل مکہ نے لات، عزیٰ اور منات کی تثلیث وضع کی ہوئی تھی۔ اس میں لات کا استھان طائف کے قریب وادی نخلہ میں تھا۔ اس باطل معبود کو نہ مٹانے کی شرط پر اہل طائف نے ابرہہ کے لشکر کو مکہ تک راستہ دکھانے کے لئے ایک رہنما دیا تھا۔ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اسی طرح بنو اسد کے سربراہ کا نام بھی اسی بت کی مناسبت سے تھا اور ان کو ''الہ'' کا درجہ دے رکھا تھا۔ اس کے علاوہ نائلہ اور اساف کے استھان تو صفا و مروہ میں تھے۔ یہ دونوں بدکار زن و مرد تھے اور تعجب ہوتا ہے کہ یہ قریشان مکہ کے حاجت روا تھے۔

الغرض توحید و ہدایت کا مرکز ۳۶۰ بتوں کا صنم خانہ تھا جہاں مشرکوں کی غرور و نخوت سے اکڑی گردنیں خم ہوتیں اور وہ الحاد، کفر اور ضلالت کے اندھیروں میں اس طرح گم ہو گے کہ پورا عرب جو انہیں بیت اللہ کے قرب و جوار میں اقامت گزین کے باعث عزت و تکریم دیتا تھا، نے بتوں کے آگے سر جھکا دیا۔ حالانکہ ایسی دانش مند قوم سے یہ توقع تھی کہ وہ اللہ کی محبت و عظمت کے سامنے سب باطل معبودوں کو ٹھکرا دیں گے۔ مگر ان کے اعتقادی پہلو نے ان کی صلاحیت کو بھسم کر ڈالا۔ چونکہ اس وقت دنیا میں بت پرستی عام تھی اس لئے قریش قبائل بھی اس گمراہی میں پڑ گئے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ چند افراد کے سوا اصنام پرستی عرب کے عوام کا مذہب تھا۔

ان کے ہمسایہ ملک مدین میں اہل مدین ''بعل'' دیوتا کو پوجتے تھے۔ امیرو ید میں دیا (پانی کے دیوتا) کی پرستش ہوتی تھی ''ار'' جو خلیل اللہ کی جائے پیدائش تھی وہاں چاند (Moon) کے پجاری تھے۔ ارسر میں سورج (آفتاب) ان کا خدائے اعظم تھا۔ عراق میں آتو (تاریکی اور آسمان) کے دیوتا کا راج تھا۔ نینوا میں نلعیل (زمین کے دیوتا) کے سامنے لوگ پیشانیاں رگڑتے تھے۔ بابل میں مردوک (ستارہ مشتری) کا استھان جائے سجدہ تھی۔ کاد میں انیستو (خوشحالی کے دیوتا) کا راج تھا۔ امشور میں دشوا (لڑائی کے دیوتا) کے آگے سر بسجود ہوتے۔ ننویٰ میں اشنا (ستارہ زہرہ) کے پیروکار تھے۔ حیران میں سن (مہتاب) کی پوجا ہوتی تھی اور مصر میں رع (سورج دیوتا) کے روپ میں فراعین مصر الہ کے بھیس میں تھے۔ ان میں رعمسیس دوم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے تعاقب میں دریائے نیل کی لہروں میں غرق ہوا۔

اہل فارس یزدان اور اہرمن کے گورکھ دھندوں میں پھنس کر آگ کو متبرک سمجھ کر پوجا کرتے تھے۔ رومۃ الکبریٰ میں عیسائیت کی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہوئے وہ تثلیث کے پجاری بن بیٹھے۔ یہی حال یمن اور نجران کے عیسائی باشندوں کا تھا۔ بھارت میں دیومالا کے دیوتاؤں کا تسلط تھا اور شجر و حجر کے علاوہ لاتعداد بت ان کے ملجا و ماویٰ تھے اور شیوا،

Marfat.com

دشنو ورد ہرمیا کی تثلیث لوگوں کا محور تھی۔ یونان جو فلسفے کی موشگافیوں کا مرکز تھا۔ انہوں نے بھی بے شمار بت تخلیق کر کے مسیحائی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ پورا عالم خدا کی واحدانیت کو چھوڑ کر بت پرستی کی طرف ایسے مائل تھا کہ وہ انہیں متصرف فی الوجود گردانتے اور ان کو حاجت روا سمجھتے۔

قریش مکہ اپنے وثنی وصنم میلانات کے سبب اپنے اموال معبودوں کے نام وقف کر دیتے تھے اور ان کی نگہداشت کا کام بنوسہم کے سپرد تھا جس کا سردار عاص بن وائل سہمی اپنے بتوں کی تکذیب کے سبب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔

ہادی برحق ﷺ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد دار ارقم جو کوہ صفا کی تلی میں واقع تھا۔ وہاں پر صحابہ کرام کو اسلام کی تعلیمات سے بہرمند فرماتے۔ ان سابقون اور الاولون میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سبقت حاصل کی۔ آزاد مردوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کا شرف حاصل کیا۔ یہ خفیہ تبلیغ تین سال کے عرصے تک محیط ہے اور پھر جب اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر سب قبائل کے سامنے توحید الٰہی اور اپنے رسول ہونے کا اعلان کیا تو کفر والحاد میں غلطان قریشی بھڑک اٹھے اور پھر ان بتوں کے پجاریوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ لیکن ان مسلمانوں کے پائے اثبات میں لغزش تک نہ آئی۔ کفار کے سب وستم کا نشانہ وہ مسلمان تھے جو بے سہارا تھے۔ حلف الفضول جیسے دستور العمل ہونے کے باوجود قریش مکہ کی ایذ رسانیوں نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی اور آل یاسر ابو جہل عمرو بن ہشام کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور پھر مصطفوی چراغ گل کرنے کے لئے قریش مکہ نے سازشوں کا جال پھیلا دیا اور جب قریش مکہ اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام ہوئے تو سردار ابو طالب کے پاس ایک سفارت اس طرح بھیجی کہ ہم اس طرح محمد (ﷺ) سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں کہ ایک دن ہم محمد (ﷺ) کے خدا کی عبادت کریں اور ایک دن محمد (ﷺ) ہمارے بتوں کی عبادت کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ کافرون نازل کر کے ان خود ساختہ بتوں کی حیثیت بتلا دی۔

ابو جہل جس کا تعلق بنومخزوم سے تھا اور ولید بن مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ وہ اسلام دشمنی میں تمام حدود کو پھاند گیا اور عقبہ بن محیط (مقتول بدر) نے ابو جہل کی تحریک پر اونٹ کا اوجھ لا کر عین حالت نماز میں رسول اکرم ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دیا تا کہ وہ اس کے وزن سے نعوذ باللہ ہلاک ہو جائیں۔

اکناف عالم میں قریش مکہ کی عزت وشرف کا سبب تولیت خانہ کعبہ تھی۔ خانہ کعبہ کے اندر ۳۶۰ بت تھے۔ قریش مکہ آنحضرت ﷺ کے وجود کو اپنی سیادت وقیادت کے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھتے تھے اور صنم پرستی نے ان کو اس حال میں پہنچا دیا تھا کہ ان میں کسی آدمی کی پہچان سے متعلق کوئی سمجھ نہیں رہی تھی اور دن بدن گمراہی کے گڑھے میں گرتے جا رہے تھے اور جب ان صنم پرستوں کا کوئی بس نہ چلا تو پھر ابو جہل نے دار الندوہ میں وہ گھناؤنی سازش کی جس کے سبب ہجرت مدینہ ہوئی اور اسلام دس سال کے قلیل ترین عرصے میں پورے عرب میں پھیل گیا۔ اس اسلام دشمنی کا سبب صرف کفار مکہ کا بتوں پر اعتماد اور ان کو حاجت روا سمجھنا تھا۔ اس لئے کہ حق و باطل کے پہلے معرکے میں نسبی تفاخر اور قبائلی عصبیت نہیں بلکہ یہ دو مختلف عقائد کا جھگڑا تھا۔ اس لئے کہ ابولہب ہاشمی ہونے کے باوجود اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ غزوہ بدر میں بنو ہاشم کے

۱۴۲۳۲۰

Marfat.com

خاندان سے عباس بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابوطالب کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے اسیران جنگ ہوئے۔ آپ ﷺ کا داماد ابوالعاص بن ربیع مشرکین مکہ کی طرف سے جنگ میں شریک ہو کر قیدی بنا اور اس لڑائی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبدالرحمٰن فریق مخالف سے حملے کر رہا تھا اور بدر کے معرکے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو جہنم واصل کیا۔ یہ دو نظریات کا معرکہ تھا جس میں ایک طرف معبودان باطل کے پجاری تھے اور دوسری طرف حق پرست اور توحید و وحدانیت کے ماننے والے۔

جنگ احد میں ابوسفیان نے ہبل بت کا نعرہ لگایا تھا۔ مگر فتح مکہ کے ساتھ ہی جباران قریش کے بتوں سے خانہ کعبہ پاک ہو گیا اور سارے خود ساختہ بت اوندھے ہو گئے۔ ان بتوں کی پاسداری میں جنہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ سب ذلت کی موت سے ہمکنار ہوئے۔ ان میں ابوجہل، عقبہ بن محیط، نصر بن حارث، ابوالبختری، عتیبہ، شیبہ، ولید، جمح کے دونوں بیٹے اور دوسرے رؤسائے قریش تھے۔

برادر مکرم عبدالرشید عراقی صاحب نے نہایت عرق ریزی سے دشمنان اسلام کے حالات یکجا کئے ہیں جس کے لئے انہوں نے کتابیات میں دی گئی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ یہ طاغوتی طاقتیں آج بھی اسلام کے قلعے پر مسلسل گولہ باری کر رہی ہیں اور ابوجہل جیسے طاغوت اکبر کے روپ میں کئی قوتیں اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ مگر یہ فراعین وقت مسلمانوں کی قوت سے بھی اچھی طرح آشنا ہیں جنہوں نے بدر کے میدان سے چانڈہ کے محاذ تک بے بہا قربانیاں دے کر دین متین کی اپنے خون سے آبیاری کی ہے۔

جو سرداران قریش نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ کو نسل بریدہ کہتے تھے، آج کوئی بھی شخص ان سے نسبت نہیں رکھتا اور آج بھی یہ قلیب بدر میں دائمی عذاب الٰہی میں مبتلا ہیں۔ ان کے عذاب میں قیامت تک تخفیف نہ ہو گی اور ابوجہل جیسے فرعون اور اکڑی ہوئی گردن والے کے کان میں رسی ڈال کر اس کو کنویں میں پھینک دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ (۶۲۳ء) کے بعد دس سالہ مدنی دور میں دشمنان اسلام سے (۶۸) سیرے اور جنگیں لڑیں۔ ان میں روسائے قریش، یہودی، نصرانی اور دوسرے قبائل شامل ہیں اور ان نابکاروں نے ۱۸ مرتبہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ مگر اللہ کریم نے آپ ﷺ پر آنچ نہ آنے دی۔ مشرکین مکہ سے تین بڑی جنگیں ہوئیں۔ بدر، احد اور خندق، اور مدینہ سے تین یہودی قبائل بنو قینقاع، بنونضیر اور بنو قریظہ کا خاتمہ ہوا! خیبر کے محفوظ قلعے بھی عساکر اسلام کے پاؤں تلے روندے گئے۔ یہود کا مشہور پہلوان مرحب اور رئیس حی بن اخطب مارے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت جھوٹے مدعیان نبوت کا خروج ہے۔ ان میں اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور طلیحہ تھے۔ موخر الذکر نے اپنے دونوں ساتھیوں کے برعکس عربوں کو دوبارہ بت پرستی اختیار کرنے کی دعوت نہ دی۔ کیونکہ بت پرستی کو رسول اکرم ﷺ عرب سے بالکل مٹا چکے تھے اور اب اس کے پنپنے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ توحید کی دعوت عرب کے کناروں تک پہنچ چکی تھی اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ بت پرستی ہذیان کی ایک قسم ہے جس سے ہر شریف انسان کو شرمانا چاہیے۔

طلیحہ پر بھی نامعقول اور بیہودہ قسم کی وحی آتی تھی جو اس طرح ہے۔

Marfat.com

والعمام والهمام، والصرد الصوام، قد ضمن قبلكم يا عرام يبلغن ملكتنا العراق والشام ٥

اسی طرح کی وحی مرزا غلام احمد قادیانی پر بھی نازل ہوتی تھی ۔ یہ جھوٹے مدعیان نبوت حرف غلط کی طرح مٹ گئے ۔ مرزا قادیانی برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا جس کی جڑیں پاکستان میں اس طرح کٹ گئیں کہ ان کو اقلیت قرار دے دیا گیا ہے اور وقت کے ساتھ انشاء اللہ العزیز اس کا حشر بھی کاذبین نبوت جیسا ہوگا۔

برادر مکرم عبدالرشید عراقی صاحب کی یہ کاوش قابل قدر ہے اور یقیناً اہل علم کے لئے مینارہ نور ثابت ہوگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب مصنف اور ناشر کے لئے ذریعہ نجات ثابت ہو۔ (آمین)

عبدالعزیز فاروق ایم اے
سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ
۷ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ
۳ دسمبر ۲۰۰۲ء

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی

مشرکین مکہ کی اصنام پرستی کی تصویر کشی کرتے ہوئے۔

شبلی نعمانیؒ رقمطراز ہیں کہ:۔

''عرب ایک مدت سے بت پرستی میں مبتلا تھا۔ خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) تین سو ساٹھ معبودوں سے مزین تھی، جن میں ہبل خدائے اعظم تھا۔ یہی بت ہر قسم کے خیر و شر کے مالک تھے۔ پانی برساتے تھے۔ اولادیں دیتے تھے۔ معرکہ ہائے جنگ میں فتحیں دلاتے تھے۔ خدا یا تو سرے سے نہ تھا، یا تھا تو وجود معطل تھا۔''

اسی توہم پرستی اور شرک کی ذہنیت کے تحت عرب لوگ اپنی اولاد اور قبیلوں کے نام رکھا کرتے تھے۔ یہ مشرکانہ نام ان معبودان باطلہ کی نسبت سے تھے جن کی زیارت اور عبادت کے لئے موسم حج میں ہزاروں عرب مکہ میں آتے، نذرانے اور چڑھاوے چڑھاتے۔ قریش مکہ میں عبد شمس، عبد عزیٰ، عبد یغوث اور عبد یالیل کے نام ملتے ہیں۔ جب ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اعلانیہ ان بتوں کی برائیاں بیان فرمائیں تو کفار مکہ سیخ پا ہو گئے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ:۔

''مخالفت کی جو سب سے بڑی وجہ تھی اور جس کا اثر تمام قریش بلکہ تمام عرب پر یکساں تھا، یہ تھا کہ جو معبود سینکڑوں برس سے عرب کے حاجت روا تھے۔ عام تھے اور جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے۔ اسلام ان کا نام ونشان مٹاتا تھا اور ان کے بارے میں قرآن مجید نے واضح الفاظ میں بیان کیا۔''

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ٥

''تم اور اللہ کے سوا جن جن کے تم عبادت کرتے ہو جب دوزخ کا ایندھن بنو گے۔ تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔'' (الانبیاء، ۹۸)

صاحب احسن البیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

''یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لات، منات اور عزیٰ وہبل کی پوجا کرتے تھے۔ یہ سب پتھر کی مورتیاں تھیں۔ جو جمادات یعنی غیر عاقل تھیں۔ اس لئے اس آیت میں مَا تَعْبُدُوْنَ کے الفاظ ہیں اور عربی میں ''ما'' غیر عاقل کے لئے آتا ہے۔ یعنی کہا جا رہا ہے

Marfat.com

صبح وشام دین سکھانے والا	554	چھینک کا جواب	567
طالب علی شان وعظمت	554	چھینک آنے اور اس کے جواب کے متعلق احادیث کریمہ	568
علماء کا مقام ومرتبہ	554		
گھڑدوڑ اور تیراندازی میں ملائکہ کی شرکت	555	شیطان فرشتوں کی باتیں چراتے ہیں	569
مقابلے کی تیاری	556	فرشتوں کے ہاتھ میں انسان کے سر کی ذلت اور بلندی کی لگام	570
ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں	557		
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تیرانداز تھے	557	فرشتوں کی آمین	570
تیراندازی غم کا علاج ہے	558	ساتویں آسمان کے ایک فرشتے کی منادی	571
تیراندازی بہترین کھیل	558	اللہ تعالیٰ کے محبوب سے فرشتے بھی محبت رکھتے ہیں	571
تیراندازی میں فرشتوں کی حاضری	558		
تیراندازی کھیل مگر حق	558	سب سے زیادہ برکت والا فرشتہ	571
فرشتوں کا تہبند	559	بیٹی کی پیدائش	572
جنگ بدر اور جنگ حنین میں فرشتوں کی پگڑیاں	559	سوتے اور جاگتے وقت فرشتے اور شیطان کی آمد	572
عمامہ یا پگڑی باندھنا	560	فرشتے کے ذریعے انسان کو نصیحت	573
ملائکہ اکثر پگڑیوں میں ہوتے	563	دن کے افتتاح کی دعا:	573
پگڑی فرشتوں کا نشاں ہے	563	ملائکہ کا ایک دوسرے سے نیکی لکھنے میں سبقت لے جانا	573
گھوڑے اللہ کے دوستوں کے فرمانبردار ہیں	563		
جنگ بدر میں فرشتوں کے عمامے	564	تکبیر کا ثواب	574
مریض سے متعلقہ فرشتے	564	چھینک کا جواب لکھنے کیلئے بارہ فرشتوں کی ایک دوسرے پر سبقت	574
صبر کا لغوی معنیٰ ہے	565		
صبر کا شرعی مفہوم ہے	565	تجارت یا سربراہی طلب کرنا	575
مریض کی عیادت	566	سرکش بنانے والا فرشتہ	581

Marfat.com

کہ تم بھی اور تمہارے یہ معبود بھی جن کی مورتیاں بنا کر تم نے عبادت کے لئے رکھی ہوئی ہیں' سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ پتھر کی مورتیوں کا اگرچہ کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ وہ تو غیر عاقل اور بے شعور ہیں۔ لیکن انہیں پجاریوں کے ساتھ جہنم میں صرف مشرکوں کو مزید ذلیل اور رسوا کرنے کے لئے ڈالا جائے گا کہ جن معبودوں کو تم اپنا سہارا سمجھتے تھے وہ بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں جہنم کا ایندھن ہیں۔''

(احسن البیان ص ۹۰۶)

ان بتوں کے پجاری قریش مکہ تھے۔ تمام عربوں پر ان کے تفوق کی وجہ کعبہ کی مجاوری اور کلید برداری تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ہمسائیگان خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندان الٰہی کہلاتے تھے اس لیے اس وقت کے رؤسائے قریش یعنی ابولہب، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی، عتبہ بن ربیعہ، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، نضر بن حارث، اخنس بن شریق اور عقبہ بن ابی معیط کے نام اعدائے اسلام میں ہر جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

قریش مکہ اور ان کے علاوہ دوسرے قبائل مساوات انسانی کے فلسفے کے سخت مخالف تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ نیا نظام حیات سرزمین عرب میں کامیاب ہو۔ اس لئے قریش مکہ نے اسلام دشمنی میں تمام حدود توڑ دیں اور اس پر مستزاد یہ کہ تمام بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل اور گھٹیا بد اخلاقیوں کے مرتکب تھے۔ ابولہب جو خاندان ہاشم میں سب سے زیادہ ممتاز سمجھا جاتا تھا اس نے حرم محترم کے خزانہ سے ''غزال زرین'' چرا کر فروخت کر دیا تھا۔ اخنس بن شریق کذاب تھا۔ نضر بن حارث کو بھی جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔ اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ میں گرفتار تھے۔

قرآن مجید میں ان مشرکین مکہ اور بد اخلاق لوگوں کے بارے میں بے شمار آیات نازل ہوئیں۔ سورۃ ن والقلم، سورۃ علق اور سورۃ مدثر میں مشرکین مکہ کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں اس لئے کہ دولت واقتدار کے نشہ نے ان کو انتہائی سرکش اور گستاخ بنا دیا تھا۔

ان رؤسائے قریش نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی۔ لیکن ان کے پائے اثبات میں لغزش نہ آئی اور اسلام کی خاطر وہ ہر ظلم وستم کو برداشت کر رہے تھے۔ اس لئے کہ دار ارقم میں ان کی تربیت انتہائی احسن انداز میں ہو رہی تھی۔ تا آنکہ ۶۲۲ء میں آنحضرت ﷺ نے بحکم باری تعالیٰ یثرب (مدینہ) کو ہجرت فرمائی اور پھر میدان بدر میں ان گستاخان رسول کو عبرتناک شکست ہوئی۔ ان مقتولین میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید اور امیہ بن خلف جیسے اعدائے اسلام شامل تھے۔ عتبہ بن محیط اور نضر بن حارث جیسے گستاخ اسیران جنگ تھے جو بعد میں قتل کر دیئے گئے۔ اس وجہ سے کہ ان کو جہنم واصل کیا جائے۔

محترم عبدالرشید عراقی صاحب نے اس کتاب میں گیارہ ابواب قائم کئے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) جزیرۃ العرب

اس باب میں عرب کے قبائل، حجاز کی امارت اور عربوں کے تہذیب وتمدن واخلاق ومذاہب وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔

Marfat.com

(۲) نبی رحمت ﷺ

اس باب میں آنحضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ یعنی خاندان، ولادت باسعادت، آنحضرت ﷺ کی جامعیت، خصائص، خلق عظیم وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

(۳) آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور اس کے اسباب

آنحضرت ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو عرب کے تمام قبائل اور خاص کر خاندان قریش مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس باب میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

(۴) مکہ میں اسلام پھیلنے کے اسباب

قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کی زبردست مخالفت کی۔ لیکن مخالفت کے باوجود لوگ دین اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ اس باب میں کیا اسباب تھے کہ اسلام دن بدن مکہ میں پھیلتا گیا اس کو واضح کیا گیا ہے۔

(۵) نبی ﷺ کے بدترین دشمن

دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں روسائے قریش میں جن لوگوں نے آپ ﷺ کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا ان کے حالات، ان کی اسلام دشمنی اور ان کے عبرت ناک انجام کا ذکر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نبی ﷺ کے دشمن کون تھے اور وہ یہ تھے۔

ابولہب، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف، اخنس بن شریق، نضر بن حارث اور ابی بن خلف وغیرہم۔

(۶) مکی دور میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے رفقاء پر مصائب کا اجمالی تذکرہ

کفار مکہ کو جب آنحضرت ﷺ نے اسلام کی دعوت پیش کی تو کفار مکہ نے آپ ﷺ کو مصائب و آلام میں مبتلا کر دیا اور اس کے ساتھ جو لوگ دین اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کو بھی کفار مکہ اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بناتے تھے۔ اس بات میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

(۷) نبی ﷺ پر قاتلانہ حملے اور سازشیں

کفار مکہ مخالفت میں اس قدر بڑھ گئے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اپنے ان ناپاک عزائم میں انہوں نے کئی بار آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کرنے کے منصوبے بنائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مامون ومحفوظ رکھا۔ اس باب میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

(۸) مدنی دور میں رسول اللہ ﷺ کی دشمن اقوام

آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اور مدینہ میں جن قبائل اور لوگوں نے آپ ﷺ اور دین اسلام کی مخالفت میں کردار ادا کیا اس کی تفصیل اس باب میں بیان کی ہے۔ مخالفین میں کون لوگ اور قبائل شامل تھے ان کے نام

Marfat.com

یہ ہیں۔

قریش مکہ، یہود مدینہ، منافقین اعراب یا بدوی قبائل وغیرہ۔

(۹) مرزا غلام احمد قادیانی

رسول دشمنی میں آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی جس کو برطانوی سامراج نے تیار کیا اور مرزا قادیانی نے جو کردار ادا کیا اس کی تفصیل اس باب میں بیان کی گئی ہے۔

(۱۰) ختم نبوت

اس بات میں مسئلہ ختم نبوت کو قرآن و حدیث و آثار صحابہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

(۱۱) کتابیات

اس باب میں مصنف نے جن کتابوں سے کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا ہے ان کی فہرست درج کی ہے۔

کتاب کا مقدمہ جناب ملک عبدالعزیز فاروق سابق ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان نے لکھا ہے۔ یہ مقدمہ بڑا جامع، اعلیٰ اور تحقیقی ہے۔ اس مقدمہ کی وجہ سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

جناب عبدالرشید عراقی صاحب نے بڑے احسن طریق سے نفس مضمون کو واضح کیا ہے۔ بہرحال زیرنظر کتاب اپنے موضوع کی ایک عمدہ اور سنجیدہ کوشش ہے۔

یہ تقریظ میں نے محترم عراقی صاحب کی خواہش پر صفحہ قرطاس پر منتقل کی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کی اس کوشش کو ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔

حکیم راحت نسیم سوہدروی

ہمدرد دواخانہ، اسکیم موڑ۔ اقبال ٹاؤن۔ لاہور

۳ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

۵ فروری ۲۰۰۳ء

Marfat.com

باب:1

جزیرۃ العرب

عرب کے معنی ائمہ لغت کے نزدیک فصاحت اور زبان آوری کے ہیں۔ اہل عرب اپنی زبان آوری کے سامنے تمام دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو ''عرب'' اور دنیا کی تمام قوموں کو عجم (ژولیدہ بیان) کہہ کر پکارا۔

عرب کے اقوام وقبائل:

مورخین نے اقوام وقبائل عرب کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔

عرب بائدہ:

عرب کے قدیم ترین قبائل جو اسلام سے پہلے فنا ہو چکے تھے۔

عرب عاربہ:

بنو قحطان جو عرب باہدہ کے بعد عرب کے اعلیٰ باشندے تھے۔

عرب مستعربہ:

بنو اسمٰعیل یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد جو حجاز میں آباد تھی۔

حجاز کی امارت:

مکہ معظمہ کی آبادی کا آغاز حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوا۔ آپ نے ۱۳۷ سال کی عمر پائی اور تاحیات مکہ کے سربراہ اور بیت اللہ کے متولی رہے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے دو صاحبزادے نابت یا قیدار یا قیدار یا نابت یکے بعد دیگرے مکہ کے والی رہے۔ ان کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو جن کا تعلق قبیلہ جرہم سے تھا مکہ کے والی رہے اور کافی عرصہ قبیلہ جرہم کے لوگ مکہ کے والی اور بیت اللہ کے متولی رہے۔

ایک وقت آیا کہ قبیلہ جرہم کی حالت خراب ہوگئی اور ان کو تنگدستی نے آ گھیرا تو انہوں نے زائرین بیت اللہ پر زیادتیاں کرنی شروع کر دیں اور خانہ کعبہ کا مال کھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ چنانچہ لوگ ان کے ظلم وستم سے تنگ آ گئے۔ چنانچہ ایک عدنانی قبیلے (بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ) نے قبیلہ بنو جرہم کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ان کو شکست دے کر انہیں مکہ سے نکال کر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

بنو جرہم نے ایک اور زیادتی یہ کی کہ مکہ سے نکلتے وقت زمزم کا کنواں پاٹ دیا اور اس میں کئی تاریخی اشیاء دفن کر کے اس کے نشانات بھی مٹا دیئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ قبیلہ بنو جرہم کی حکومت دو ہزار ایک سو سال تک رہی۔

Marfat.com

عربوں کا تہذیب وتمدن:

عربوں کے تہذیب وتمدن کے بارے میں قدیم مورخین کی آراء مختلف ہیں۔بعض مورخین نے اعتراف کیا ہے کہ عرب کا تمدن کسی زمانہ میں اوج کمال تک پہنچ چکا تھا اور کئی ایک مورخین نے لکھا ہے کہ تہذب وتمدن کے لحاظ سے عرب دنیا کی دوسری قوموں میں سب سے پیچھے تھے۔

عربوں کا اخلاق:

اخلاق اور عادات کے اعتبار سے عرب بہت ہی پسماندہ تھے۔شراب، جوا، بدکاری کے رسیا تھے۔ان کی قساوت قلبی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ڈاکہ زنی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔عورت کی حیثیت ان کے ہاں ایک جانور کی طرح تھی۔مردوں نے اپنے لئے کچھ کھانے مخصوص کر رکھے تھے۔ان کو عورتیں استعمال نہیں کر سکتی تھیں۔عورتوں سے شادی پر کوئی پابندی نہ تھی۔ایک ہی وقت میں ایک آدمی جتنی چاہے عورتوں سے شادی کر سکتا تھا۔

قتل وغارت میں عرب اول نمبر تھے۔معمولی باتوں پر قتل کر دیتے تھے اور قتل کا بدلہ لینے میں ان میں قتل وغارت کا سلسلہ سالہاسال چلتا رہتا تھا اور پھر ان کی یہ خونریزی طویل جنگوں کا سبب بن جاتی۔عربوں میں کچھ عادات ایسی تھیں جن کی مورخین نے تعریف کی ہے لیکن ان کی سوچ اس سلسلہ میں منفی تھی۔مثلاً

وہ مہمان نوازی اور سخاوت کرتے تھے۔لیکن اس کے ساتھ شراب نوشی پر فخر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ شراب نوشی میں ہم زیادہ سخاوت کرتے ہیں اور نشے کی حالت میں مال لٹانا ہمیں گراں نہیں گزرتا۔

وہ جوا کھیلتے تھے اور جوئے سے جیتی ہوئی رقم غربا ومساکین کو دے دیتے تھے۔وفائے عہد میں بھی بڑے پکے تھے اور ہر حال میں عہد کی پاسداری کرتے تھے اور اس راہ میں اپنی اولاد کا خون اور اپنے گھربار کی تباہی بھی ہیچ سمجھتے تھے۔

خودداری وغیرت کی خاطر قتل وغارت کا سلسلہ شروع کر دیتے تھے۔

عرب کے مذاہب:

عرب میں اسلام سے پہلے مختلف مذہب تھے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں۔جو کچھ ہے زمانہ یا فطرت (قانون قدرت) ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے قائل تھے۔لیکن قیامت اور جزاوسزا کے منکر تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اور جزاوسزا کے قائل تھے۔لیکن نبوت کے منکر تھے۔

۴۔ بت پرست تھے۔لیکن بتوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے بلکہ خدا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں جو کچھ ہے زمانہ ہے:

جن لوگوں کا یہ عقیدہ اور مذہب تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز نہیں ہے۔سب کچھ زمانہ ہی ہے۔ان لوگوں کی نسبت قرآن مجید نشاندہی کرتا ہے۔

Marfat.com

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ۔ (الجاثیہ،۲۴)

''انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی زندگی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے۔''

صاحب احسن البیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

''یہ دہریہ اور ان کے ہم نوا مشرکین مکہ کا قول ہے، جو آخرت کے منکر تھے۔ وہ کہتے تھے کہ بس یہ دنیا کی زندگی ہی پہلی اور آخری زندگی ہے۔ اس کے بعد کوئی زندگی نہیں اور اس میں موت وحیات کا سلسلہ محض زمانے کی گردش کا نتیجہ ہے جیسے فلاسفہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ہر ۳۶ ہزار سال کے بعد ہر چیز دوبارہ اپنی حالت پر لوٹ آتی ہے اور یہ سلسلہ بغیر کسی صانع اور مدبر کے از خود یوں ہی چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔ یہ گروہ دوریہ کہلاتا ہے (ابن کثیر) یہ نظریہ عقل بھی قبول نہیں کرتی اور نقل کے بھی خلاف ہے۔'' (احسن البیان ص ۱۴۱۱)

اللہ تعالیٰ کے قائل تھے لیکن قیامت اور جزاوسزا کے منکر تھے:

مشرکین عرب میں ایک ایسا گروہ بھی پایا جاتا تھا، جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے لیکن قیامت اور جزاوسزا کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس عقیدہ کی تردید کی ہے اور واضح الفاظ میں فرمایا۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ۔ (یٰسین۔۷۹)

''آپ جواب دیجئے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے۔ جو سب کی طرح پیدائش کا خوب جاننے والا ہے۔''

کائنات میں تخلیق کئی صورتوں سے ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ خود ہر چیز کا خالق ہے۔ لہٰذا وہ ان سب طریقوں اور قدروں کو پوری طرح جانتا ہے۔ (تیسر القرآن ۳/۶۹۵)

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور جزاوسزا کے قائل تھے لیکن نبوت کے منکر تھے

مشرکین مکہ میں ایک گروہ ایسا بھی موجود تھا جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے قائل تھے اور اس کے جزاوسزا کے بھی قائل تھے۔ لیکن نبوت کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا ذکر بھی قرآن مجید میں کیا ہے۔

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ۔ (الفرقان۔۷)

''اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔''

ان کے خیال میں نبوت کا بار کوئی بشر نہیں اٹھا سکتا تھا اور یہ کیسے رسول ہو سکتا ہے جو ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید نے مشرکین مکہ کی اس بات کو دوبارہ بیان کیا ہے۔

قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل۔۹۴)

''انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔''

Marfat.com

یعنی کسی انسان کا رسول ہونا کفار و مشرکین کے لئے سخت تعجب کی بات تھی۔ وہ یہ بات تسلیم نہیں کرتے تھے کہ ہمارے جیسا انسان جو ہماری طرح چلتا پھرتا ہے۔ ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔ ہماری طرح انسانی رشتوں میں منسلک ہے۔ وہ رسول بن جائے۔ یہی استعجاب ان کے ایمان میں مانع ہوا۔ (احسن البیان ص ۷۹۳)

مولانا سید مودودی مرحوم لکھتے ہیں کہ:۔

''یعنی ہر زمانے میں لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ بشر کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہ دیکھ کر کہ کھاتا پیتا ہے۔ گوشت پوست کا بنا ہوا ہے۔ فیصلہ کر دیا کہ پیغمبر نہیں ہے کیونکہ بشر ہے۔''

(تفہیم القرآن ۲/۶۴۴)

بت پرست تھے لیکن بتوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے

مشرکین عرب میں ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جو بتوں کو خدا نہیں مانتے تھے بلکہ انہیں خدا کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کے اس عقیدہ کی وضاحت قرآن مجید نے کی ہے۔

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى۔ (الزمر۔۳)

''ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔''

مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

''مشرکین اللہ تعالیٰ کو خالق رازق اور مدبر کائنات مانتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ ان کے ذریعہ ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو جائے یا اللہ کے ہاں ہماری سفارش کر دیں۔''

(احسن البیان ص ۱۳۹۱)

مولانا سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

''کفار مکہ کہتے تھے اور بالعموم دنیا بھر کے مشرکین یہی کہتے ہیں کہ ہم دوسری ہستیوں کی عبادت ان کو خالق سمجھتے ہوئے نہیں کرتے۔ خالق تو ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں اور اصل معبود اسی کو سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کی بارگاہ بہت اونچی ہے جس تک ہماری رسائی بھلا کہاں ہوسکتی ہے۔ اس لئے ہم ان بزرگ ہستیوں کو ذریعہ بناتے ہیں تاکہ ہماری دعائیں اور التجائیں اللہ تک پہنچا دیں۔''

(تفہیم القرآن ۴/۳۵۷)

نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جزیرۃ العرب کو کیوں منتخب کیا؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے جزیرۃ العرب کو کیوں منتخب کیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی

Marfat.com

ندوی نے اپنی کتاب ''نبی رحمت'' میں صفحہ ۵۹ تا ۴۷ روشنی ڈالی ہے۔ یہاں اس کی چیدہ چیدہ باتیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لئے عربوں کا انتخاب اس لئے کیا اور ان کو ساری دنیا میں اس کی تبلیغ واشاعت کا ذمہ دار بنایا کہ ان کے دلوں کی تختی بالکل صاف تھی۔

۲۔ عربوں کے دل و دماغ کی تختیاں سادہ اور ہلکی پھلکی تحریروں سے آشنا تھیں جن کو ان کی جہالت و ناخواندگی اور بدوی زندگی نے ان میں ثبت کر دیا تھا اور جن کو دھونا اور مٹانا اور ان کی جگہ نئے نقش قائم کرنا بہت آسان تھا۔

۳۔ یہ عرب اپنی اصل فطرت پر تھے۔ مضبوط اور آہنی ارادہ کے مالک تھے۔ اگر حق بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ اس کے خلاف شمشیر تک اٹھانے میں کوئی تکلف نہ کرتے اور حق کھل کر سامنے آ جاتا تو وہ اس سے دل و جان سے محبت کرتے۔ اس کو گلے لگاتے اور اس کے لئے جان تک دینے میں پس و پیش نہ کرتے۔

اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب معاہدہ کی تحریر لکھی جانے لگی تو معاہدہ کی تحریر کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

هذا ما قاضي عليه محمد رسول الله

(یہ وہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہ نے کیا۔)

تو قریش کا نمائندہ سہیل بن عمر کہنے لگا

واللہ لو کنا تعلم انك رسول الله ما صددناك عن البیت و لاقاتلناك۔

(خدا کی قسم اگر ہم یہ جانتے اور مانتے کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے، نہ آپ سے جنگ کرتے۔)

۴۔ یہ عرب بڑے حقیقت پسند، سنجیدہ، سلیم الطبع، صاف گو، سخت کوش و سخت جان تھے۔ نہ دوسروں کو فریب دیتے تھے اور نہ اپنے کو فریب میں رکھنا پسند کرتے تھے۔ سچی اور پکی بات کے عادی، بات کی لاج رکھنے والے اور پختہ ارادہ کے مالک تھے۔ عرب بہادر، شجاع اور قوی ارادہ کے مالک تھے۔

جزیرۃ العرب میں آخری نبی کی بعثت کا دوسرا سبب مکہ میں بیت اللہ موجود تھا۔ جس کو حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس لئے تعمیر کیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور یہ جگہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توحید کا مرکز بنے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ۔ (آل عمران۔۹۶)

''پہلا گھر جو لوگوں کے عبادت کرنے کے لئے مقرر کیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے بابرکت اور جہان کے لئے موجب برکت۔''

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے۔ اس لئے اس نے جزیرۃ العرب اور مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت یا وحی آسمانی کے نزول اور دنیا میں اسلام کی اشاعت کے عالمگیر مرکز اور نقطہ آغاز کے طور پر منتخب فرمایا۔

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (الانعام ۱۲۴)

Marfat.com

''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی پیغمبری رکھے۔''

یعنی یہ فیصلہ کرنا کہ کس کو نبی بنایا جائے۔ یہ تو اللہ ہی کا کام ہے۔ کیونکہ وہی ہر بات کی حکمت و مصلحت کو جانتا ہے اور اسے ہی معلوم ہے کہ کون اس منصب کا اہل ہے۔

مکہ کا چوہدری یا جناب عبداللہ وحضرت آمنہ کا در یتیم۔

عرب کا تاریک ترین دور:

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل جزیرۃ العرب مکمل طور پر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر طرف ظلمت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بیداری کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ ہر طرف بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ تلاش حق کا جذبہ رکھنے والے اشخاص خال خال نظر آتے تھے۔ جزیرۃ العرب ظلمت وانحطاط کی آخری منزل پر پہنچ چکا تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ:۔

''انسان اپنے خالق حقیقی اور مالک کو بھول چکا تھا۔ خود اپنے آپ کو اور اپنے مستقبل اور انجام کو فراموش کر چکا تھا۔ اس کے اندر بھلائی اور برائی اور زشت وخوب میں تمیز کرنے کی بھی صلاحیت باقی نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسانوں کے دماغ ودل کسی چیز میں کھو چکے ہیں۔ ان کو دین، آخرت کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کی بھی فرصت نہیں اور روح وقلب کی غذا، اخروی فلاح، انسانیت کی خدمت اور اصلاح حال کے لئے ان کے پاس ایک لمحہ خالی نہیں۔ بسا اوقات پورے پورے ملک میں ایک شخص ایسا نظر نہ آتا تھا جس کو اپنے دین کی فکر ہو۔ جو خدائے واحد کی پرستش کرتا ہو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ جس کے جگر میں انسانیت کا درد ہو اور اس کے تاریک وہولناک انجام پر کچھ بے چینی ہو۔''

یہ صورتحال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی ہو بہو تصویر تھی۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم۔۴۱)

''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔'' (نبی رحمت ص ۷۷)

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

خشکی سے مراد انسانی آبادیاں اور بحری سے مراد سمندر، سمندری راستے اور ساحلی آبادیاں ہیں۔ فساد سے مراد وہ بگاڑ ہے جس سے انسانوں کے معاشرے اور آبادیوں میں امن وسکون تہہ وبالا اور ان کے عیش وآرام میں خلل واقع ہو۔ اس کا اطلاق سیئات پر...... بھی ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑ دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف

Marfat.com

سے ان پر عتاب نازل ہوتا ہے اور یہ عتاب کئی صورتوں میں نازل ہوتا ہے۔ جیسے قحط، کثرت موت، خوف اور سیلاب وغیرہ۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو اپنا وطیرہ بنالیں تو اللہ تعالیٰ مکافات عمل کے طور پر انسانوں کے اعمال و کردار کا رخ برائیوں کی طرف پھیر جاتا ہے اور زمین فساد سے بھر جاتی ہے۔ امن وسکون تباہ ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ قتل و غارت اور دہشت گردی عام ہو جاتی ہے۔ (احسن البیان ص ۱۱۳۵)

مولانا سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی'' سے مراد فسق وفجور اور ظلم و جور ہے جو شرک یا دہریت کا عقیدہ اختیار کرنے اور آخرت کو نظر انداز کر دینے سے لازماً انسانی اخلاق و کردار میں رونما ہوتا ہے۔

(تفہیم القرآن ۳/۷۶۱)

نبی کی ضرورت:

اس وقت جزیرۃ العرب میں جو حالات پیدا ہو چکے تھے اس کا انسان تصور ہی نہیں کر سکتا۔ دہشت گردی، قتل و غارت، ظلم و جور کا بازار گرم تھا۔ کسی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ افراتفری کا عالم تھا۔ شرک و بت پرستی اپنے عروج پر تھی۔ انسان پستی کے گڑھے میں گر چکا تھا۔ معاشرہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔

اس لئے اب ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کو ختم کرے۔ شرک اور بت پرستی کی بجائے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کیا جائے۔ ظلم و جور کی جگہ حق وانصاف جگہ لے۔ انسانوں میں جو فسادات قلبی سرایت کر چکی تھی اس کی جگہ رحمدلی، محبت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو

اس لئے ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے نبی کو مبعوث فرمائے جو تمام انبیائے کرام سے افضل ہو اور ہدایت اور دین حق کا پرچم آفاق عالم میں ہمیشہ کے لئے بلند کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ، رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً، فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ ۱۔۳)

''اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ جب تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آ جائے باز رہنے والے نہ تھے (وہ دلیل یہ تھی کہ) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھے۔ جس میں صحیح درست احکام ہوں۔''

یعنی یہود و نصاریٰ اور عرب و عجم کے مشرکین اپنے کفر و شرک سے باز آنے والے نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے پاس حضرت محمد ﷺ قرآن لے کر آ جائیں اور وہ ان کی ضلالت و جہالت بیان کریں اور انہیں ایمان کی دعوت دیں۔

مولانا سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

یہاں کفر اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جن میں کافرانہ رویہ کی مختلف صورتیں شامل

Marfat.com

ہیں۔ مثلاً کوئی اس معنی میں کافر تھا کہ سرے سے اللہ ہی کو نہ مانتا تھا۔ کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اس کو واحد معبود نہیں مانتا تھا۔ بلکہ خدا کی ذات یا خدا کی صفات واختیارات میں کسی نہ کسی طور پر دوسروں کو شریک ٹھہرا کران کی عبادت بھی کرتا تھا۔ کوئی اللہ کی وحدانیت بھی مانتا تھا مگر اس کے باوجود کسی نوعیت کا شرک بھی کرتا تھا۔ کوئی خدا کو مانتا تھا مگر اس کے نبیوں کو نہیں مانتا تھا اور اس ہدایت کو قبول کرنے کو تیار نہیں تھا جو انبیاء کے ذریعہ سے آئی ہے۔ کوئی کسی نبی کو مانتا تھا اور کسی دوسرے نبی کا انکار کرتا تھا۔ کوئی آخرت کا منکر تھا۔ غرض مختلف قسم کے کفر تھے جن میں لوگ مبتلا تھے اور جو یہ فرمایا کہ ''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے۔'' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کفر میں مبتلا نہ تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کفر میں مبتلا ہونے والے دو گروہ تھے۔ ایک اہل کتاب۔ دوسرے مشرکین۔ (تفہیم القرآن ۶/۴۱۲)

(صُحفًا مُطھرۃ) کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی درست ہیں۔ ایک یہ کہ جو قرآن وہ پیش کرتا ہے وہ ہر طرح کی تحریف، اضافہ یا ترمیم اور حذف سے پاک ہے۔ نیز وہ ہر قسم کی انسانی دستبرد سے پاک ہے۔ جبکہ اہل کتاب کی کتابوں میں تحریف بھی موجود ہے۔ انسانوں کے اضافے بھی اور حذف بھی۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم نہایت پاکیزہ ہے۔ وہ کسی نبی کی سیرت و کردار کو داغدار نہیں بناتا۔ جب کہ اہل کتاب نے بعض انبیائے کرام کی سیرت پر گھناؤنے الزامات لگائے۔ انہیں ان سے پاک کرتا ہے۔ (تیسر القرآن ۴/۶۷۵)

جزیرۃ العرب سے نبوت اور آسمانی مذاہب کا تعلق:

۱۔ حضرت ہود علیہ السلام جو قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے اور مورخین کے قول کے مطابق عاد کا تعلق عرب بائدہ سے تھا۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام جو قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ قوم ثمود بھی جزیرۃ العرب میں آباد تھی۔ ثمود الحجر میں رہتے تھے جو تبوک اور حجاز کے درمیان ایک بستی ہے۔

۳۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد مکہ آ گئے تھے۔ مکہ ہی میں آپ کی قربانی کا واقعہ پیش آیا اور مکہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

۴۔ مدین کو اگر جزیرۃ العرب میں شامل کیا جائے تو حضرت شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی جزیرۃ العرب سے ہو جاتا ہے۔

مورخ ابوالفداء نے لکھا ہے

اہل مدین عرب تھے اور مدین میں رہتے تھے۔

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت بھی جزیرۃ العرب میں ہوئی۔

Marfat.com

باب:2

نبی رحمت ﷺ

خاندان:

آنحضرت ﷺ عرب کے ممتاز خاندان قریش کے چشم و چراغ تھے۔اس خاندان میں نضر بن کنانہ تھے جو قریش کے لقب سے مشہور ہوئے۔نضر کے بعد فہراور فہر کے بعد قصی بن کلاب نے نہایت عزت واقتدار حاصل کیا۔قصی نے ایک دارالمشورہ قائم کیا جس کا نام دارالندوہ رکھا۔قصی نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے نمایاں کام کئے جو ایک مدت تک یادگار رہے۔سقایہ اور رفادہ جو خدام حرم کا سب سے بڑا منصب تھا۔انہی نے قائم کیا۔حاجیوں کے کھانے اور پانی کا انتظام قصی نے خصوصی طور پر کیا۔حاجیوں کو پانی کی بہت زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔قصی نے مکہ اور منیٰ میں چرمی حوض بنوائے جن میں ایام حج میں پانی بھر دیا جاتا تھا تاکہ حاجیوں کے کام آئے۔مشعر حرام قصی کی ایجاد ہے جس پر ایام حج میں چراغ جلائے جاتے تھے۔بہرحال مورخین نے تصریح کی ہے کہ قصی بن کلاب نے اپنی زندگی میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔

قصی کے بعد اس کے بیٹے عبدمناف نے قریش کی ریاست حاصل کی اور انہی کا خاندان رسول اللہ ﷺ کا خاندان ہے۔عبدمناف کے بعد ان کے بیٹے ہاشم نے قریش کی ریاست سنبھالی۔ہاشم نہایت صاحب صولت اور بااثر تھے۔ہاشم نے بھی اپنے جدامجد قصی کی طرح سقایہ اور افادہ کا منصب سنبھالا اور حجاج کی بہت زیادہ خاطر مدارت کرتے تھے۔ہاشم نے تجارت میں بہت زیادہ ترقی کی۔ان کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قیصر روم سے خط وکتابت کر کے فرمان لکھوایا کہ قریش جب اس کے ملک میں اسباب تجارت لے کر جائیں تو ان سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔حبشہ کے بادشاہ سے بھی ہاشم نے اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔

ہاشم ایک بار بغرض تجارت شام گئے۔راستہ میں مدینہ جس کا اس وقت یثرب نام تھا قیام کیا اور اس قیام کے دوران بنی نجار کی ایک عورت جو بڑی حسین وجمیل تھی' نام سلمیٰ تھا سے شادی کی۔شادی کے بعد ہاشم شام چلے گئے اور غزہ میں انتقال کیا۔سلمیٰ کو حمل رہ گیا تھا۔لڑکا پیدا ہوا۔اس کا نام شیبہ رکھا۔شیبہ نے مدینہ میں 8 سال تک پرورش پائی۔

ہاشم کے بھائی مطلب کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ میرے بھائی ہاشم نے مدینہ میں سلمیٰ نامی عورت جس کا تعلق بنی نجار سے ہے سے شادی کی تھی اور اس سے ایک لڑکا بھی ہے،فوراً مدینہ پہنچے۔سلمیٰ سے ملے۔اس نے تین دن مہمان رکھا۔اس کے بعد اپنے بیٹے شیبہ کو مطلب کے ساتھ مکہ روانہ کر دیا۔مکہ آ کر شیبہ کا نام ''عبدالمطلب'' پڑ گیا۔ عبدالمطلب کے معنی ہیں مطلب کا غلام۔

عبدالمطلب کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ چاہ زمزم جو ایک مدت سے اٹ کر گم ہو گیا تھا انہوں نے اس کا پتہ لگایا اور کھدوا کر نئے سرے سے مرمت کرا دیا۔

Marfat.com

عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اللہ نے انہیں دس بیٹے دیئے اوران کی زندگی میں جوان ہوئے تو ان میں ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری کی اور اپنے دسوں بیٹوں کو لے کر خانہ کعبہ میں آئے اور کعبہ کے پجاری سے کہا۔ ان دسوں پر قرعہ ڈالو۔ جس کے نام قرعہ نکل آئے اس کو اللہ کی راہ میں قربان کردو۔

چنانچہ قرعہ ڈالا گیا۔ تو قرعہ سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ کے نام نکلا۔ روسائے قریش نے تجویز پیش کی کہ:

''عبداللہ کی بجائے دس اونٹ قربان کئے جائیں اور جب تک قرعہ اونٹوں کے نام نہ نکلے قرعہ میں دس دس اونٹ کا اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ سو اونٹوں پر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا اور سو اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کردیئے گئے اور عبداللہ بچ گئے۔''

عبداللہ قربانی سے بچ گئے تو عبدالمطلب نے ان کی شادی قبیلہ بنی زہرہ وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی آمنہ سے کردی۔ شادی کے بعد عبداللہ تین دن تک سسرال میں رہے۔ اس وقت ان کی عمر ۱۷ سال تھی۔

تین دن کے بعد عبداللہ بسلسلہ تجارت شام چلے گئے۔ واپسی پر مدینہ ٹھہرے اور بیمار ہوئے اور انتقال کیا۔ ان کے انتقال سے تمام خاندان کو صدمہ ہوا۔ (سیرۃ النبی ۱/۱۶۰ تا ۱۶۹)

حضرت عبداللہ کے انتقال کی خبر جب مکہ پہنچی تو حضرت آمنہ نے ایک پردرد مرثیہ کہا جس کو مورخ ابن سعد نے طبقات میں درج کیا ہے۔ جو یہ ہے۔

(ترجمہ) ''بطحا کی آغوش ہاشم کے صاحبزادے سے خالی ہوگئی۔ وہ بانگ وخروش کے درمیان ایک لحد میں آسودہ خاک ہوگیا۔ اسے موت نے ایک پکار لگائی اور اس نے لبیک کہہ دیا۔ اب موت نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی انسان نہیں چھوڑا۔ (کتنی حسرت ناک تھی) وہ شام جب لوگ انہیں تخت پر اٹھائے لے جارہے تھے۔ اگر موت اور موت کے حوادث نے ان کا وجود ختم کردیا ہے (تو ان کے کردار کے نقوش نہیں مٹائے جاسکتے)۔ وہ بڑے دانا اور رحم دل تھے۔'' (الرحیق المختوم ص ۷۷)

عبداللہ کا کل ترکہ پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ اور ایک لونڈی جس کا نام برکت تھا اور کنیت ام ایمن انہوں نے آنحضرت ﷺ کو گود کھلایا تھا اور یہ ترکہ آپ ﷺ کو ملا۔ (سیرۃ النبی ۱/۱۶۹)

ولادت باسعادت:

آپ ﷺ ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بمطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوع شمس پیدا ہوئے۔ (رحمتہ للعالمین ۱/۳۵)

یہ تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا روشن دن تھا۔

ایام رضاعت:

چند دن آپ ﷺ کو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد

Marfat.com

کر دیا گیا۔ اس زمانہ میں عرب میں یہ دستور تھا کہ بچوں کی ابتدائی پرورش کے لئے شہروں سے دیہاتوں کو پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہاں کی آب و ہوا زیادہ صاف و پاکیزہ اور وہاں کے رہنے والوں کے اخلاق میں اعتدال اور سلامتی طبع زیادہ نمایاں تھی۔ شہر کے مفاسد سے بھی حفاظت تھی اور وہاں کی زبان بھی صحیح اور فصیح مانی جاتی تھی۔

قبیلہ بنو سعد کی عورتیں فصاحت و بلاغت میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔ ان میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔

والدہ محترمہ اور دادا عبدالمطلب کی وفات:

آپ ﷺ کی عمر ۴ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ اپنی والدہ محترمہ کے پاس مکہ معظمہ آئے اور جب آپ ﷺ کی عمر ۶ سال کی ہوئی تو والدہ محترمہ نے انتقال کیا اور دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی پرورش اپنے ذمہ لی۔ جب آپ ﷺ ۸ سال کے ہوئے تو دادا عبدالمطلب نے بھی ۸۲ سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا۔ (رحمۃ للعالمین ۱/۳۶)

ابو طالب کی کفالت میں:

دادا عبدالمطلب کے انتقال کے بعد آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔ ابو طالب آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔

جب آپ ﷺ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی تو اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ جبکہ وہ بسلسلہ تجارت شام جاتے تھے سفر پر گئے۔ جب ابو طالب اور آپ ﷺ نے بصریٰ کے مقام پر قیام کیا تو ابو طاب کی ملاقات بحیرہ راہب سے ہوئی۔ اس نے خلاف معمول قافلہ کی میزبانی کی۔ جب اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو اس نے آپ ﷺ کی بہت زیادہ پذیرائی کی۔ اس نے آپ ﷺ کو پہچان لیا کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے۔

اس نے ابو طالب سے کہا:۔

''اپنے بھتیجے کو واپس لے جائیں اور یہود سے خاص طور پر حفاظت کریں۔ آپ کے بھتیجے کی آگے چل کر بڑی شان ہونے والی ہے۔ چنانچہ ابو طالب آپ ﷺ کو بحفاظت مکہ لے آئے۔''

(سیرت ابن ہشام)

حضرت خدیجہ سے نکاح:

جب آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال ہوئی تو آپ کا نکاح حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے ہوا۔ حضرت خدیجہ قریش کی بہت بااثر اور بارسوخ خاتون تھیں۔ اخلاق کریمانہ نیز مال و دولت کے لحاظ سے بھی نامور تھیں۔ یہ بیوہ تھیں۔ نکاح کے وقت آپ ﷺ کی ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے نکاح میں ۲۵ سال تک رہیں۔ ۶۵ سال کی عمر میں مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ شادی کے بعد آنحضرت ﷺ کا سارا وقت اللہ کی عبادت اور بنی آدم کی فلاح و بہبود میں گزرتا تھا۔

قیام امن و نگرانی حقوق انجمن کا انعقاد:

انہی دنوں آنحضرت ﷺ نے مکہ کے مختلف قبائل کے سرداروں کو فلاحی کاموں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ ﷺ

Marfat.com

نے ان سرداروں سے فرمایا کہ ایسی انجمن قائم کی جائے جو امن وسلامتی کو اپنائے۔ کسی غریب و بے کس پر ظلم نہ ہونے دیا جائے۔ دوسرے ممالک سے جو لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے۔

آپ ﷺ نے جن قبائل کے سرداروں کی اس طرف توجہ دلائی وہ تھے

بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو اسد بنو زہرہ اور بنو تمیم۔

چنانچہ ایک انجمن قائم کی گئی اور انجمن کے ممبران درج ذیل عہد اقرار کیا کرتے تھے۔

۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔

۲۔ ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔

۳۔ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہا کریں گے۔

۴۔ ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔

اس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی کچھ حفاظت ہوگئی۔

آنحضرت ﷺ اپنے زمانہ رسالت میں فرمایا کرتے تھے کہ:۔

''اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کے لئے تیار پاؤں گا۔'' (رحمۃ للعالمین ۱/۴۷)

صادق اور امین کا خطاب:

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے ان دنوں میں لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا وہ آپ ﷺ کو نام لے کر نہیں پکارتے تھے بلکہ ''الصادق'' یا ''الامین'' کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ ﷺ اپنی قوم میں شیریں کردار، فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ سب سے زیادہ بامروت، سب سے زیادہ خوش اخلاق، سب سے زیادہ معزز ہمسایہ، سب سے بڑھ کر دوراندیش، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زیادہ نرم بیاں، سب سے زیادہ پاک نفس، خیر میں سب سے زیادہ کریم، سب سے نیک عمل، سب سے بڑھ کر پابند عہد اور سب سے بڑے امانتدار تھے۔ آپ ﷺ اعمال صالحہ اور خصال حمیدہ کا پیکر تھے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں:۔

''آپ ﷺ درماندوں کا بوجھ اٹھاتے تھے۔ تہی دستوں کا بندوبست کرتے تھے۔ مہمانوں کی میزبانی کرتے تھے اور مصائب حق میں اعانت فرماتے تھے۔'' (صحیح بخاری بحوالہ الرحیق المختوم ص ۹۳)

کعبہ کی تعمیر نو اور ایک بڑے فتنہ کا سدباب:

جب آپ ﷺ کی عمر ۳۵ سال کی ہوئی تو قریش مکہ نے نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ اس لئے کہ کعبہ کی دیواریں سیلاب کی وجہ سے شکستہ ہوگئی تھیں۔ عمارت کے بنانے میں سب قریش شامل تھے۔ لیکن جب حجر اسود کو اس

Marfat.com

کے مقام پر رکھنے کا وقت آیا تو قریش میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا اور ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کا شرف اس کو حاصل ہو۔

یہ جھگڑا چار پانچ روز تک چلتا رہا۔ رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ کشت وخون کا خوف پیدا ہو گیا۔ اخر ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی نے یہ تجویز پیش کی کہ مسجد حرام میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہو اس کو حکم تسلیم کر لیا جائے۔ سب نے ابوامیہ کے فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ اللہ کی مشیت کہ سب سے پہلے حرم میں داخل ہونے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔

جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو یہ نعرہ لگایا۔

هذا الامين رضيناه

''امین آ گیا ہم اس کے فیصلے پر سب رضامند ہیں۔''

آنحضرت ﷺ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر بتائی کہ سب خوش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی اوزاس میں اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو رکھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ سب چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے چادر اٹھائی۔ جب چادر حجر اسود کے مقام پر پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ فیصلہ بڑا معقول تھا۔ اس پر ساری قوم راضی ہو گئی۔

آنحضرت ﷺ نے اس تدبیر سے ایک ہولناک جنگ کا انسداد کر دیا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ:۔

''اس طرح رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بڑے کشت وخون سے بچا لیا۔ آپ ﷺ نے اس معاملہ میں جس حکمت اور تدبر سے کام لیا اس سے بڑھ کر کوئی حکمت اور تدبیر نہیں ہو سکتی تھی۔ نبوت کے بعد آپ ﷺ نے تمام انسانوں اور دنیا کی قوموں کو جس طرح جنگوں کی بھٹی سے نجات دی یہ واقعہ دراصل اسی کا پیش خیمہ اور مبارک آغاز تھا اور آپ ﷺ کے فہم وتدبر، بہترین تعلیمات، نرمی وتلطف اور رفع نزاع وصلح جوئی کا ترجمان وآئینہ دار۔ یہ وہ بات تھی جس نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین کا منصب اعلیٰ عطا کیا اور آپ ﷺ اس سادہ اور ان پڑھ قوم کے ان جنگ جو اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے قبائل کے لئے نبی رحمت ثابت ہوئے۔'' (نبی رحمت ص ۱۳۹)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ:۔

''آپ ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر نصب فرما دیا۔ (یہ گویا اشارہ تھا کہ دین الٰہی کی عمارت کا آخری تکمیلی پتھر بھی ان ہی ہاتھوں سے نصب ہوگا) اس طرح ایک سخت لڑائی آپ ﷺ کے حسن تدبیر سے رک گئی۔'' (سیرت النبی ۱/۱۸۵)

مبہم بے چینی:

آپ ﷺ اپنے اندر ایک بے چینی محسوس کرتے تھے جس کا سرچشمہ اور اس کا مستقبل آپ کو معلوم نہ تھا اور کبھی

Marfat.com

بھول کر بھی آپ کو یہ خیال نہ آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی رسالت سے آپ کو سرفراز فرمانے والا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (الشوری۔۵۲)

''اور اس طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے۔ آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے۔ لیکن ہم نے اسے نور بنایا۔ اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔ بے شک آپ راہ راست کی رہنمائی کر رہے ہیں۔''

یعنی نبوت سے پہلے آپ کو اس بات کا خواب وخیال نہ تھا کہ آپ کو نبوت یا کتاب الٰہی ملنے والی ہے یا ملنی چاہیے۔ اسی طرح آپ ایمان کی تفصیلات سے واقف نہ تھے۔ صرف اتنا ہی جانتے تھے کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ ہی اکیلا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اس کے اختیارات میں شریک اور اس کا ہمسر نہیں۔ لیکن آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس ایمان کے تقاضے کیا ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اللہ کی کتابوں، فرشتوں اور روز آخرت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ (تیسیر القرآن ۴/۱۵۱)

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ۔ (قصص۔۸۶)

''آپ کو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی۔ لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے اترا۔ اب آپ کو کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہیے۔''

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''نبوت سے قبل آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ کو رسالت کے لئے چنا جائے گا اور آپ پر کتاب الٰہی کا نزول ہوگا۔'' (احسن البیان ص ۱۰۹۸)

نبوت کسبی نہیں بلکہ یہ سراسر وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نبوت و رسالت سے مشرف فرماتا ہے۔ کسی نبی کو بھی نبوت ملنے سے پہلے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے نبوت عطا ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے کا واقعہ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے کہ کس طرح وہ ایک اندھیری اور ٹھنڈی رات کو راہ بھولے۔ آگ کی تلاش میں نکلے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کر نبوت سے سرفراز فرما دیا۔ یہی صورت آپ ﷺ کو غار حرا میں پیش آئی تھی۔

مولانا سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ بات حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں پیش کی جارہی ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام بالکل بے خبر تھے کہ انہیں نبی بنایا جانے والا ہے اور ایک عظیم الشان مشن پر وہ مامور کئے جانے والے ہیں۔ ان کے حاشیہ خیال میں بھی اس کا ارادہ یا خواہش تو درکنار اس کی توقع تک کبھی نہ گزری تھی۔ بس

Marfat.com

یکا یک راہ چلتے انہیں کھینچ بلایا گیا اور نبی بنا کر وہ حیرت انگیز کام ان سے لیا گیا جو ان کی سابق زندگی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ ٹھیک ایسا ہی معاملہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ مکہ کے لوگ خود جانتے تھے کہ غار حرا سے جس روز آپ ﷺ نبوت کا پیغام لے کر اترے اس سے ایک دن پہلے تک آپ ﷺ کی زندگی کیا تھی۔ آپ ﷺ کے مشاغل کیا تھے۔ آپ ﷺ کی آپ ﷺ کی گفتگو کے موضوعات کیا تھے۔ آپ ﷺ کی دلچسپیاں اور سرگرمیاں کس نوعیت کی تھیں۔ یہ پوری زندگی صداقت، دیانت، امانت اور پاکبازی سے لبریز تھی۔ اس میں انتہائی شرافت، امن پسندی، پاس عہد، ادائے حقوق اور خدمت خلق کا رنگ بھی غیر معمولی شان کے ساتھ نمایاں تھا۔ مگر اس میں کوئی چیز ایسی موجود نہ تھی جس کی بنا پر کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال گزر سکتا ہو کہ یہ نیک بندہ کل نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھنے والا ہے۔ آپ سے قریب ترین ربط و ضبط رکھنے والوں میں آپ کے رشتہ داروں اور ہمسایوں اور دوستوں میں کوئی شخص یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ آپ پہلے سے نبی بننے کی تیاری کر رہے تھے۔ کسی نے ان خصائص اور مسائل اور موضوعات کے متعلق کبھی ایک لفظ تک آپ کی زبان سے نہ سنا تھا، جو غار حرا کی اس انقلابی ساعت کے بعد یکا یک زبان پر جاری ہونے شروع ہو گئے۔ کسی نے آپ کو وہ مخصوص زبان اور وہ الفاظ و اصطلاحات استعمال کرتے نہ سنا تھا جو اچانک قرآن کی صورت میں آپ سے سننے لگے۔ کبھی آپ وعظ کہنے کھڑے نہ ہوئے تھے۔ کبھی کوئی دعوت اور تحریک لے کر نہ اٹھے تھے۔ بلکہ کبھی آپ کی کسی سرگرمی سے یہ گمان تک نہ ہو سکتا تھا کہ آپ اجتماعی مسائل کے حل یا مذہبی اصلاح یا اخلاقی اصلاح کے لئے کوئی کام شروع کرنے کی فکر میں ہیں۔ اس انقلابی ساعت سے ایک دن پہلے تک آپ کی زندگی ایک ایسے تاجر کی زندگی نظر آتی تھی جو سیدھے سادھے جائز طریقوں سے اپنی روزی کماتا ہے۔ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہنسی خوشی رہتا ہے۔ مہمانوں کی تواضع، غریبوں کی مدد اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور کبھی کبھی عبادت کرنے کے لئے خلوت میں جا بیٹھتا ہے۔ ایسے شخص کا یکا یک ایک عالمگیر زلزلہ ڈال دینے والی خطابت کے ساتھ اٹھنا، ایک انقلاب انگیز دعوت شروع کر دینا، ایک نرالا لٹریچر پیدا کر دینا، ایک مستقل فلسفہ حیات اور نظام فکر و اخلاق و تمدن سامنے لے کر آ جانا، اتنا بڑا تغیر ہے جو انسانی نفسیات کے لحاظ سے کسی بناوٹ اور تیاری اور ارادی کوشش کے نتیجے میں قطعاً رونما نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ایسی ہر کوشش اور تیاری بہر حال تدریجی مراحل کے ارتقاء سے گزرتی ہے اور یہ مراحل ان لوگوں سے کبھی مخفی نہیں رہ سکتے جن کے درمیان آدمی شب و روز زندگی گزارتا ہو۔ اگر آنحضرت ﷺ کی زندگی ان مراحل سے گزرتی ہوتی تو مکہ میں سینکڑوں زبانیں یہ کہنے والی ہوتیں کہ ہم نہ کہتے تھے یہ شخص ایک دن کوئی بڑا دعویٰ لے کر اٹھنے والا ہے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کفار مکہ نے آپ پر ہر طرح کے اعتراضات کئے مگر یہ اعتراض کرنے والا ان میں سے کوئی ایک شخص بھی نہ تھا۔

پھر یہ بات کہ آپ خود بھی نبوت کے خواہش مند یا اس کے لئے متوقع اور منتظر نہ تھے۔ بلکہ پوری بے خبری کی حالت میں اچانک آپ کو اس معاملہ سے سابقہ پیش آ گیا۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے جو احادیث میں آغاز وحی کی کیفیت کے متعلق منقول ہوا ہے۔ جبریل سے پہلی ملاقات اور سورہ علق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد آپ غار حرا سے کانپتے اور لرزتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں۔ گھر والوں سے کہتے ہیں کہ ''مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ'' کچھ دیر بعد جب ذرا

Marfat.com

خوف زدگی کی کیفیت دور ہوتی ہے تو اپنی رفیق زندگی کو سارا ماجرا کہہ کر کہتے ہیں کہ

''مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔''

وہ فوراً جواب دیتی ہیں۔

''ہرگز نہیں۔ آپ کو اللہ کبھی رنج میں نہ ڈالے گا۔ آپ تو قرابتداروں کے حق ادا کرتے ہیں۔ بے کسوں کو سہارا دیتے ہیں۔ بے زر کی دستگیری کرتے ہیں۔ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ ہر کار خیر میں مدد کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔''

پھر وہ آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس جاتی ہیں جو ان کے چچازاد بھائی اور اہل کتاب میں سے ایک ذی علم اور راستباز آدمی تھے۔ وہ آپ سے سارا واقعہ سننے کے بعد بلا تامل کہتے ہیں کہ:۔

''یہ جو آپ کے پاس آتا ہے وہی ناموس (کار خاص پر مامور فرشتہ) ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔''

آپ ﷺ پوچھتے ہیں۔

''کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟''

وہ جواب دیتے۔

''ہاں۔''

''کوئی شخص ایسا نہیں گزرا کہ وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ لائے ہیں اور لوگ اس کے دشمن نہ ہو گئے ہوں۔''

یہ واقعہ اس حالت کی تصویر پیش کر دیتا ہے جو بالکل فطری طور پر یکایک خلاف توقع ایک انتہائی غیر معمولی تجربہ پیش آ جانے سے کسی سیدھے سادھے انسان پر طاری ہو سکتی ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ پہلے سے نبی بننے کی فکر میں ہوتے، اپنے متعلق یہ سوچ رہے ہوتے کہ مجھ جیسے آدمی کو نبی ہونا چاہیے اور اس انتظار میں مراقبے کر کر کے اپنے ذہن میں زور ڈال رہے ہوتے کہ کب کوئی فرشتہ آتا ہے اور میرے پاس پیغام لاتا ہے تو غار حرا والا معاملہ پیش آتے ہی آپ خوشی سے اچھل پڑتے اور بڑے دم دعوے کے ساتھ پہاڑ سے اتر کر سیدھے اپنی قوم کے سامنے پہنچتے اور اپنی نبوت کا اعلان کر دیتے۔ لیکن اس کے برعکس حالت یہ ہے کہ جو کچھ دیکھا تھا اس پر ششدر رہ جاتے ہیں۔ کانپتے اور لرزتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں۔ لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں۔ ذرا دل ٹھہرتا ہے تو بیوی کو بتاتے ہیں کہ آج غار کی تنہائی میں مجھ پر یہ حادثہ گزرا ہے۔ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔ مجھے اپنی جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ یہ کیفیت نبوت کے کسی امیدوار کی کیفیت سے کس قدر مختلف ہے۔

پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات، اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے۔ اگر ان کے تجربے میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ یہاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہؓ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو۔ جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی۔

Marfat.com

چلواب پیری کی دوکان چمکاؤ۔ میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔ لیکن وہ پندرہ برس کی رفاقت میں آپ کی زندگی کا جو رنگ دیکھ چکی تھیں اس کی بناپر یہ بات سمجھنے میں ایک لحہ کی دیر بھی نہ لگی کہ ایسے نیک اور بے لوث انسان کے پاس شیطان نہیں آسکتا۔ نہ اللہ اس کو بری آزمائش میں ڈال سکتا ہے۔ اس نے جو دیکھا ہے وہ سراسر حقیقت ہے۔

اور یہی معاملہ ورقہ بن نوفل کا بھی ہے۔ وہ کوئی باہر کے آدمی نہ تھے۔ بلکہ حضور ﷺ کی اپنی برادری کے آدمی اور قریب کے رشتے سے برادر نسبتی تھے اور پھر ایک ذی علم عیسائی ہونے کی حیثیت سے نبوت اور کتاب اور وحی کی بناوٹ اور تصنع سے تمیز کر سکتے تھے۔ عمر میں کئی سال بڑے ہونے کی وجہ سے آپ کی پوری زندگی بچپن سے اس وقت تک ان کے سامنے تھی۔ انہوں نے بھی آپ کی زبان سے حرا کی سرگزشت سنتے ہی فوراً کہہ دیا کہ یہ آنے والا یقیناً وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر وحی لاتا تھا۔ کیونکہ یہاں بھی وہی صورت پیش آئی تھی جو حضرت موسیٰ کے ساتھ پیش آئی تھی کہ ایک انتہائی پاکیزہ سیرت کا سیدھا سادھا انسان بالکل خالی الذہن ہے۔ نبوت کی فکر میں رہنا تو درکنار اس کے حصول کا تصور تک اس کے حاشیہ خیال میں کبھی نہیں آیا ہے اور اچانک وہ پورے ہوش وحواس کی حالت میں اعلانیہ اس تجربے سے دوچار ہوتا ہے۔ اسی چیز نے ان کو دواور دو چار کی طرح بلا ادنیٰ تامل اس نتیجہ تک پہنچا دیا کہ یہاں کوئی فریب نفس یا شیطانی کرشمہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سچے انسان نے اپنے کسی ارادے اور خواہش کے بغیر جو کچھ دیکھا ہے وہ دراصل حقیقت ہی کا مشاہدہ ہے۔

یہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا ایک ایسا بین ثبوت ہے کہ ایک حقیقت پسند انسان مشکل ہی سے اس کا انکار کر سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن ۳/ ۶۶۷ تا ۶۶۹)

آنحضرت ﷺ امی تھے:

اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت وتربیت تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی نشوونما بحیثیت امی کے ہوئی۔ آپ ﷺ نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ اس طرح آپ دشمنان اسلام کی تہمت طرازیوں اور افترا پردازیوں سے بہت دور اور محفوظ رہے۔

قرآن مجید نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ۔
(عنکبوت۔ ۴۸)

''اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شبہ میں پڑتے۔''

اگر آپ ﷺ پڑھے لکھے ہوتے یا کسی استاد سے تعلیم حاصل کی ہوتی تو لوگ یہ اعتراض کرتے کہ یہ قرآن مجید فلاں کی مدد سے یا اس سے تعلیم حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔

صاحب تیسر القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ کی رسالت کو جھٹلانے یا اسے کم از کم مشکوک بنانے کے لئے قریش نے جو باتیں

Marfat.com

اختراع کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اس شخص نے سابقہ آسمانی کتابوں سے فیض حاصل کیا ہے اور اس کی بنیاد یہ تھی کہ آپ کی پیش کردہ کتاب یعنی قرآن کے بہت سے مضامین تورات سے ملتے جلتے تھے اور بعض منصف اہل کتاب اس بات کی تصدیق بھی کر دیتے تھے۔ اس آیت میں ان کے اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ آپ نبوت سے پیشتر نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے کہ اس کے مطالعہ سے آپ کو ایسی معلومات حاصل ہوں اور نہ ہی کہہ سکتے تھے کہ علمائے اہل کتاب سے سن کر اسے نوٹ کرتے جائیں اور بعد میں اپنی طرف سے پیش کر دیں۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی بھی صورت ہوتی تو ان کافروں کے شک وشبہ کی کچھ نہ کچھ بنیاد بن سکتی تھی۔ لیکن جب یہ دونوں صورتیں موجود نہیں تو پھر ان لوگوں کا آپ کی رسالت سے انکار تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔" (تیسر القرآن ۳/۴۸۷)

مولانا سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اس آیت میں استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی ﷺ ان پڑھ تھے۔ آپ کے اہل وطن اور رشتہ و برادری کے لوگ جن کے درمیان روز پیدائش سے سن کہولت آپ کی ساری زندگی بسر ہوئی تھی۔ اس بات سے خوب واقف تھے کہ آپ نے عمر بھر نہ کبھی کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا۔ اس امر واقعہ کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ کتب آسمانی کی تعلیمات، انبیاء وسابقین کے حالات، مذاہب وادیان کے عقائد، قدیم قوموں کی تاریخ اور تمدن و معیشت کے اہم مسائل پر جس وسیع اور گہرے علم کا اظہار اس امی کی زبان سے ہو رہا ہے یہ اس کو وحی کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ اگر اس کو نوشت وخواند کا علم ہوتا اور لوگوں نے کبھی اسے کتابیں پڑھتے اور مطالعہ وتحقیق کرتے دیکھا ہوتا تو باطل پرستوں کے لئے یہ شک کرنے کی کچھ بنیاد بھی ہوسکتی تھی کہ یہ علم وحی سے نہیں بلکہ اخذ واکتساب سے حاصل کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی امیت نے تو ایسے کسی شک کے لئے برائے نام بھی کوئی بنیاد باقی نہیں چھوڑی ہے۔ اب خالص ہٹ دھرمی کے سوا اس کی نبوت کا انکار کرنے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے جسے کسی درجہ میں بھی معقول کہا جا سکتا ہو۔" (تفہیم القرآن ۳/۷۱۱)

قرآن مجید میں اسی لئے آپ ﷺ کو امی کا لقب دیا گیا۔ ارشاد ہوا

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ۔ (الاعراف ۱۵۷)

"جو لوگ ایسے رسول نبی (امی) کا اتباع کرتے ہیں۔ جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوئے پاتے ہیں۔"

Marfat.com

بعثت و نبوت:

جب آنحضرت ﷺ کی عمر 40 سال قمری سے ایک دن زیادہ ہوئی تو ۹ ربیع الاول ۴۱ میلادی مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو بروز دوشنبہ حضرت جبرئیل علیہ اسلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار حرا میں آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا۔

محمد ﷺ ! بشارت قبول فرمایئے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔

(رحمتہ للعالمین ۱/۴۲)

اسراء اور معراج:

نبوت کے ۱۳ ویں سال اللہ تعالیٰ نے ملکوت السمٰوت والارض کی سیر کرائی۔ یہ بحث اکثر سننے میں آئی ہے کہ معراج جسمانی تھا یا روحانی بیداری کی چیز تھی یا خواب کی۔ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ معراج جسمانی ہوئی تھی اور بیداری کی حالت میں واقع ہوئی تھی۔

علامہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام لکھتے ہیں کہ:

''اللہ قادر مطلق ہے۔ وہ اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا۔ جس طرح چاہا اور جیسے چاہا تا کہ وہ اس کے پروردگار کی نشانیوں میں سے جو چاہے دکھائے۔ یہاں تک کہ آپ نے خدا کی شان اور اس کی قدرت کے عظیم الشان مناظر دیکھے جو کچھ دیکھے اور اس قدرت کو دیکھا' جس سے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔'' (سیرت ابن ہشام بحوالہ مقالات سیرۃ ص ۷۷)

آنحضرت ﷺ کی جامعیت:

آنحضرت ﷺ کی جامعیت کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کفر کے خلاف غیظ و غضب کا ولولہ پیش کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات بت شکنوں کا منظر دکھاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کفار سے جنگ و جہاد، شاہانہ نظم و نسق اور اجتماعی دستور و قوانین کی صفائی پیش کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائف صرف خاکساری، تواضع، عفو درگزر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیوں کی جلوہ گاہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی حیات صبر و شکر کا نمونہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی سیرت و ندامت و انابت اور اعتراف کی مثال ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی قید و بند میں بھی دعوت حق اور جوش تبلیغ کا سبق ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت گریہ و بکاہ، حمد و ستائش اور دعا و زاری کا صحیفہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی امید خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت مقدسہ کو دیکھو تو اس میں نوح اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ، سلیمان اور داؤد، ایوب اور

Marfat.com

یونس، یوسف اور یعقوب علیہ السلام کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں۔"

محدث خطیب بغداری کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت ندا آئی کہ:

"محمد ﷺ کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندروں کی تہوں میں لے جاؤ کہ تمام دنیا ان کے نام کو پہچان لے۔ جنس و انس، چرند و پرند، بلکہ ہر جاندار کے سامنے لے جاؤ۔ ان کو آدم کا خلق، شیث کی معرفت، نوح کی شجاعت، ابراہیم کی دوستی، اسمٰعیل کی زبان، اسحٰق کی رضا، صالح کی فصاحت، لوط کی حکمت، موسیٰ کی سختی، ایوب کا صبر، یونس کی اطاعت، یوشع کا جہاد، داؤد کی آواز، دانیال کی محبت، الیاس کا وقار، یحییٰ کی پاکدامنی اور عیسیٰ کا زہد عطا کرو اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں ان کو غوطہ دو۔" (خطبات مدراس ص ۱۰۷)

خصائص النبی ﷺ:

۱۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (الم نشرح۔۴)

"اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا۔"

۲۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ (کوثر۔۱)

"ہم نے تجھے حوض کوثر عطا کیا۔"

۳۔ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (التوبہ۔۱۲۸)

"وہ مومنوں سے بہت پیار کرنے اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔"

۴۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ۔ (السبا۔۲۸)

"ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لئے پیدا کیا ہے۔"

۵۔ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (الاحزاب۔۴۰)

"اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

۶۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (الانبیاء۔۱۰۷)

"اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔

۱۔ ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔

۲۔ ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنی دی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۳۔ غنیمت کا مال میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہ تھا۔

Marfat.com

۴۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔

۵۔ پہلے نبی اپنی اپنی قوم کے لئے خاص ہوا کرتے تھے۔مگر میں ساری دنیا کے لئے نبی ہوکر آیا ہوں۔

(رحمۃ للعالمین ۳/۱۱۶)

خلق عظیم:

اللہ تعالیٰ

قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (القلم۔۴)

''بے شک تم اخلاق کے بڑے درجہ پر ہو۔''

خلق عظیم سے مراد اسلام دین یا قرآن ہے۔مطلب ہے کہ تو اس خلق پر ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے تجھے قرآن میں یا دین اسلام میں دیا ہے یا اس سے مراد وہ تہذیب وشائستگی، نرمی اور شفقت، امانت و دیانت وصداقت، حلم وکرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں جس میں آپ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا:

کَانَ خُلُقُ الْقُرانُ ۝

''آپ کا اخلاق من وعن قرآن تھا۔''

اسلام اخلاق حسنہ کو ایمان کی پہچان اور اس کے نتائج وثمرات بتاتا ہے۔جس مسلمان کے اخلاق جتنے اچھے ہوں اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط اور اس کی عبادت مقبول ہوگی۔لیکن اگر کوئی شخص ایمان کا دعویدار تو ہو اور خدا کی عبادت کا بھی اہتمام رکھتا ہو۔مگر اخلاق کی دولت سے محروم ہو اور اہل وعیال، اعزاواقربا، دوست احباب، پڑوسی، اہل وطن اور ساری انسانی برادری حتی کہ جانوروں تک سے جو اس کا تعلق ہے اسے بحسن وخوبی انجام نہ دیتا ہو تو عملی ثبوت اس بات کا ہو گا کہ اس کا ایمان، اس کی زبان سے اتر کر اس کے نفس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا ہے۔گویا کہ ہمارے اخلاق، ہماری ایمانی حالت کی کسوٹی ہے۔ہم اپنے اخلاق کے آئینہ میں اپنی روح کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیم اور اس کی ہمہ گیری اور تمام اچھائیوں اور برائیوں کی احاطہ بندی کل قوموں اور کل زبانوں کے لئے ہے اور نبی ﷺ نے جو اخلاقی اصلاحات کی فہرست مرتب کی وہ تمام دنیا کے لئے ہے۔برخلاف اس کے دوسرے اخلاقی معلموں نے اپنی ہدایات صرف اپنی قوم تک ہی محدود رکھیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ:

اسلام نے اپنے اصول واحکام کی تفصیل اس وسعت اور جامعیت کے ساتھ کی ہے کہ برائیوں کا کلی استحصال ہوگیا ہے اور نیکیوں کے مظاہر عام ہوگئے ہیں۔اس کے برخلاف دوسرے مذاہب نے ان کلیات کے جزئیات کی نہایت نامکمل اجمالی تشریح کی ہے۔(سیرۃ النبی ۶/۱۱۵)

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔

بعثت لاتسمم حسن الاخلاق ٥ (موطا امام مالک)

''میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔''

آنحضرت ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا اخلاق من وعن قرآن تھا۔ ایک موقعہ پر آپ نے ذرا تفصیل سے بتایا کہ:

''آنحضرت ﷺ کی عادت کسی کو برا کہنے کی نہ تھی۔ آپ برائی کرنے والے کے ساتھ بھی برائی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے معاف کر دیتے تھے۔ جب آپ کو کسی باتوں میں اختیار دیا جاتا تھا تو ان میں جو آسان ہوتی اسے اختیار کرتے تھے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ کا شائبہ نہ ہو۔ کیونکہ گناہ سے آپ بہت دور رہتے تھے۔ کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ لیکن جو احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا اس سے خدا خود انتقام لیتا تھا۔ (یعنی احکام ربانی کے مطابق آپ کا اس کی سزا مقرر کرتے تھے)۔ آپ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی اور کسی غلام یا لونڈی یا کسی عورت یا کسی خادم یا جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپ کسی کی درخواست رد نہیں فرماتے تھے۔ بشرطیکہ وہ جائز نہ ہو۔ آپ جب گھر تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے۔ دوستوں میں بھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ باتیں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ سکے۔'' (مقالات سیرت ص ۱۴۷)

حضرت علیؓ بن ابی طالب کی شہادت:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق وعادات کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ خندہ جبیں و نرم خو تھے۔ سخت مزاج اور سنگدل نہ تھے۔ نہ شور وغل کرتے تھے۔ نہ کوئی برا کلمہ منہ سے نکالتے تھے۔ نہ عیب جو اور سخت گیر تھے۔ کوئی بات ناپسند ہوتی تو اغماض فرماتے۔ آپ نے اپنے نفس سے یہ تین باتیں بالکل خارج کر دی تھیں۔''

۱۔ بحث ومباحثہ۔

۲۔ بے ضرورت باتیں کرنا۔

۳۔ بے مطلب کی بات میں پڑنا۔

دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔

۱۔ کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔

۲۔ کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔

Marfat.com

۳۔ کسی کی ٹوہ میں نہیں لگتے تھے۔

''دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ نہایت فیاض، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی دفعتاً سامنے آ جاتا تو مرعوب ہو جاتا تھا۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا تھا آپ سے محبت کرنے لگتا۔''

شمائل ترمذی میں امام ترمذی نے آپ ﷺ کے ربیب ہند بن ابو ہالہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

''آپ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے۔ کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر فرماتے تھے۔ کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے۔ کھانا جس قسم کا سامنے آتا تھا تناول فرماتے تھے اور اس کو برا نہ کہتے۔ اگر کوئی امر حق کی مخالفت کرتا تو آپ کو غصہ آ جاتا۔ مگر اپنے ذاتی معاملہ مین کبھی آپ کو غصہ نہیں آیا اور نہ کسی سے انتقام لیا۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ:

''حضرت انس بن مالک جو آپ ﷺ کے خادم خاص تھے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی دس سال تک خدمت کی مگر آپ نے کبھی کسی معاملہ میں باز پرس نہیں فرمائی۔''

صحیح بخاری میں امام بخاری نے مالک بن حویرث کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ:

''میں آپ کی صحبت میں بیس دن رہا۔ آپ جیسا رحمدل اور رقیق القلب میں نے نہیں دیکھا۔''

امام غزالیؒ:

حجتہ الاسلام امام غزالیؒ اپنی کتاب ''کیمیائے سعادت'' میں لکھتے ہیں۔ آپ مویشیوں کو خود چارہ ڈال دیتے۔ اپنے گھر میں جھاڑو دے لیتے۔ بکری دوھ لیتے۔ خادموں کو ان کے کاموں میں مدد دیتے۔ بازار سے سودا خرید لاتے۔ ادنیٰ و اعلیٰ کو پہلے خود سلام کرتے۔ کوئی ساتھ ہو لیتا تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلتے۔ غلام و آقا، حبشی و ترک میں فرق نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کیسا ہی حقیر شخص دعوت دیتا فوراً قبول فرماتے۔ جو کھانا سامنے رکھ دیا جاتا رغبت سے کھا لیتے۔ رات کے کھانے سے صبح کے لئے اور صبح کے کھانے سے رات کے لئے اٹھا نہ رکھتے۔ نیم مزاج، نرم خو، کشادہ دل اور خندہ جبین تھے۔ مگر زور سے نہیں ہنستے تھے۔ اندوہ گیں تھے۔ مگر ترش رو نہ تھے۔ سخی تھے مگر فضول خرچ نہ تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ:

حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کہتے ہیں کہ کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آئی۔ کسی پر لعنت نہیں کرتے تھے۔ دوسروں کی ایذا رسانی پر صبر فرماتے تھے۔ کنبہ کی اصلاح اور قوم کی درستی پر بہت توجہ فرماتے تھے۔ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت پر ہمیشہ نظر جمائے رکھتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ اطاعت شعاروں کو بشارت دینے والے۔ گناہ گاروں کو ڈرانے والے اور بے

Marfat.com

خبروں کو ہوشیار کرنے والے خدا کے بندے اور رسول ﷺ تھے۔تمام معاملات اللہ پر چھوڑنے والے تھے۔نہ درشت خو تھے۔نہ سخت گو۔بدی کے بدلے میں بدی نہ کرتے تھے۔معافی مانگنے والوں کو معاف کر دیتے تھے اور گناہ گاروں کو بخش دیتے تھے۔ان کا کام مذہب کی کجیوں کو مٹانا تھا۔ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان عطا کرتی تھی۔آپ تمام خوبیوں سے آراستہ جامع اور اوصاف حمیدہ تھے۔مسکینت ان کا لباس، نیکی ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت، راستی ان کی شریعت اور ہدایت ان کی رہنما تھی۔آپ ذلت دور کرنے والے، گمناموں کو فرعت بخشنے والے، مجہولوں کو طاقت دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگدستی کو غنا سے بدلنے والے تھے۔(مقالات سیرت ص ۱۴۷ تا ۱۵۱)

مغربی مستشرقین:

مغربی مستشرقین نے بھی آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف و توصیف کی ہے۔ذیل میں ۶ مغربی مستشرقین کی شہادت ڈاکٹر محمد آصف قدوائی مرحوم کی کتاب ''مقالات سیرت'' سے نقل کی جاتی ہے۔

ٹامس کارلائل:

ٹامس کارلائل انگریزی ادب کا مشہور ادیب تھا۔آنحضرت ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''آپ ﷺ کا گھربار معمولی اور کمتر لوگوں کے لئے طرز کا تھا۔آپ ﷺ کی عام غذا جو کی روٹی اور پانی' اکثر آپ ﷺ کے چولہے میں آگ نہیں روشن ہوتی تھی۔آپ ﷺ کے سیرۃ نگار فخریہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے جوتے گانٹھ لیتے تھے اور کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔کسی طرحدار شہنشاہ کی اتنی اطاعت نہیں کی گئی جتنی کہ اس شخص کی اس کے اپنے ہاتھ کی سی ہوئی عبا میں ہوتی تھی۔''

ایڈورڈ گبن:

رومیوں کے انحطاط وزوال کا شہرہ آفاق مورخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ:

''اپنی دنیوی طاقت کے عروج پر بھی محمد ﷺ کی شرافت نفس نے شاہانہ تزک واحتشام روا نہ رکھا۔خدا کا پیغمبر گھر کے ادنیٰ کام اپنے ہاتھ سے کرتا تھا۔آگ روشن کرتا تھا۔جھاڑو دیتا تھا۔بھیڑوں کا دودھ دوہتا تھا اور اپنے کمبل اور جوتوں کی خود مرمت کیا کرتا تھا۔تارک الدنیا راہبوں کے مجاہدوں سے نفرت کرتے ہوئے آپ بلاتصنع اور تکلف ایک عرب اور سپاہی کی طرح سادہ غذا استعمال فرماتے تھے۔خاص خاص مواقع پر آپ صحابہ کی دل کھول کر ضیافت کرتے تھے۔مگر نجی زندگی میں اکثر آپ کے گھر میں ہفتوں چولہا نہیں جلتا تھا۔''

پروفیسر سیڈلوٹ:

فرانسیسی مورخ پروفیسر سیڈلوٹ آنحضرت ﷺ کے اخلاق و عادات کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

Marfat.com

''آپ ﷺ خندہ رو، ملنسار اور اکثر خاموش رہنے والے۔ بکثرت ذکر خدا کرنے والے۔ لغو اور بیہودہ باتوں سے نفرت کرنے والے۔ بہترین رائے رکھنے والے تھے۔ آپ ﷺ نہایت منصف مزاج تھے۔ مسکینوں سے محبت کرتے تھے۔ غریبوں میں رہ کر خوش ہوتے تھے۔ تنگ دست کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے نہ تو حقیر اور نہ بادشاہوں کو ان کی بادشاہت کی بنا پر برتر سمجھتے تھے۔''

مار ماڈیوک محمد پکتھال:

انگریزی زبان میں قرآن مجید کے مترجم مار ماڈیوک محمد پکتھال لکھتے ہیں کہ:

''عرب پر حکمران ہو جانے کے بعد آپ ﷺ اپنے پیروؤں سے برادرانہ انداز سے ملتے رہے۔ آپ کو نقیبوں اور پہرہ داروں کی ضرورت نہ تھی۔ اپنے لوگوں میں سادگی اور آزادی سے گھومتے پھرتے تھے۔ ایک رہنما کی حیثیت سے، ایک مصلح کی حیثیت سے اور ایک آزمائے ہوئے دوست کی حیثیت سے۔''

ڈاکٹر گستاف وائل:

جرمن مصنف ڈاکٹر گستاف وائل لکھتا ہے کہ:

''محمد ﷺ اپنی قوم میں ایک روشن مثال تھے۔ آپ ﷺ کا کردار پاک اور بے داغ تھا۔ لباس اور غذا میں ایک انوکھی سادگی تھی۔ مزاج میں اتنی سادگی اور بے تکلفی تھی کہ اپنے ساتھیوں سے کوئی خاص تعظیم و تکریم قبول نہیں فرماتے تھے اور اپنے غلام سے کوئی ایسی خدمت نہ لیتے تھے جو خود انجام دے سکتے۔ آئے دن آپ ﷺ بازاروں میں سودا خریدتے اور گھر میں کپڑوں میں پیوند لگاتے اور بکری دوہتے نظر آتے تھے۔ ہر وقت ہر شخص کی آپ ﷺ تک رسائی ہو سکتی تھی۔ بیماروں کی عیادت کرتے تھے اور ہر ایک سے ہمدردی رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی سخاوت اور خیر و خیرات کی کوئی حد نہ تھی۔ باوجود ان بے اندازہ تحائف کے جن کی آپ ﷺ پر ہر وقت بارش ہوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے نہایت مختصر ترکہ چھوڑا اور وہ بھی بیت المال کو ہبہ فرما گئے تھے۔''

واشنگٹن اروِنگ:

مشہور مغربی مستشرق واشنگٹن اروِنگ لکھتا ہے۔

''اپنے انتہائی قوت و اقتدار کے دور میں بھی آپ ﷺ نے وضع قطع اور اخلاق و عادات میں وہی سادگی قائم رکھی جو پریشانی اور بے طاقتی کے زمانہ میں آپ ﷺ کا وصف رہی تھی۔ شاہانہ کروفر تو بڑی بات ہے اگر کسی مجلس میں آپ ﷺ کے ساتھ کچھ خصوصیت کا برتاؤ کیا جاتا تو وہ بھی آپ ﷺ کو بہت ناگوار ہوتا تھا۔ (مقالات سیرت۔ ص ۱۵۱ تا ۱۵۴)

Marfat.com

کامیاب ترین پیغمبر:

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ (الانفال ۶۲)

''اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے تیری تائید کی۔''

آنحضرت ﷺ تمام انبیاء اور دینی رہنماؤں میں سب سے زیادہ کامیاب رہے۔ نبوت کا فریضہ دنیا کا سب سے مشکل فریضہ ہے۔ اللہ کی شان کہ اس نے اس مشکل ترین کام میں سب سے زیادہ کامیابی اپنے اس بندے کو عطا کی جس کے پاس کامیابی کے وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔

آنحضرت ﷺ کا یہ خاصا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے لگائے ہوئے پودے کو پھلتے پھولتے دیکھا۔ آپ کے علاوہ کسی اور پیغمبر کو ان کی زندگی میں اپنی کوششوں کو بارآور ہوتے نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی کامیابیوں کو اس طرح بیان فرمایا:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل۔۸۱)

''حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا ہی نابود ہونے والا۔''

اور یہ چیز صرف حضرت محمد ﷺ کو نصیب ہوئی کہ آپ نے لوگوں کے دین حق میں موج در موج داخل ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ، وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النصر ا۔۳)

''جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے۔''

اللہ کی مدد کا مطلب اسلام اور مسلمانوں کا کفر اور کفار پر غلبہ ہے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے جو ۸ھ میں فتح ہوا۔

عرب کی سرزمین پہ حیرت انگیز انقلاب کس طرح آیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی اپنی کتاب ''آنحضرت ﷺ اور جوانی'' میں لکھتے ہیں کہ:

''اھ میں شہر مدینہ کے چند محلے اسلامی مملکت کہلانے لگے تو اس میں دس سال تک اوسطاً روزانہ ۲۷۴ مربع میل کی بے نظیر سرعت سے اضافہ ہوتا رہا اور جب ااھ میں نبی اکرم صلی اللہ وسلم نے اس دنیاوی زندگی سے علیحدگی اختیار کی تو پورے دس لاکھ مربع میل میں تقریباً ہندوستان کے برابر کا علاقہ مسلمانوں کی آقائی میں آچکا تھا اور ابھی آنحضرت ﷺ کی وفات کو ۱۵ سال بھی نہیں گزرے تھے کہ احکام اسلام پر عمل کرنے کے باعث مسلمان ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں پر چھا گئے اور یہ حضرت عثمان رضہ اللہ عنہ کا زمانہ تھا کہ جب ایک طرف مسلمانوں نے اسپین میں قدم جمائے اور دوسری طرف قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا۔''

Marfat.com

اس بے مثال اور محیر العقول عروج کا سرچشمہ آنحضرت ﷺ کی دلکش اور وضعدار شخصیت تھی۔ آپ کی حیرت انگیز شخصی کشش اور آپ کے اصولوں کی ہمہ گیر شخصیت نے ہر گوشہ اور ہر طبقہ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور چاروں طرف عقیدت کے بے مثال جذبات پیدا کر دیئے تھے۔ یہ آپ کی اعلیٰ شخصی صفات، عزم کی صلابت اور پر خلوص شفقت کا اثر تھا کہ آپ کی قوم آپ کے ابرو کی جنبش پر نثار ہونے کو ہر وقت تیار رہی ہے۔

آج آپ ﷺ کے عہد کو ۱۴۰۰ برس گزر چکے ہیں۔ آپ کے غلاموں کی تعداد ایک ارب کے قریب ہے اور دنیا کے تمام گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ عام اخلاقی اور روحانی انحطاط کا اثر ان پر بھی پڑا ہے۔ وہ دین قیم کی صاف اور سیدھی اور روشن راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ لیکن اب بھی وہ اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام و ناموس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے اور جب آپ کا نام نامی سنتے ہیں تو ادب و احترام سے اپنا سر جھکا لیتے ہیں اور آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے لگتے ہیں۔

آج سے ۷۷ سال قبل اخبار ڈیلی ایکسپریس لندن کی اشاعت ۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون شائع ہوا تھا کہ

"اگر کسی مرد عظیم کے بلند پایہ پیغام کے جانچنے کا پیمانہ تقدیس و تعظیم کے وہ جذبات ہیں جو اس کے الفاظ میں ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو ان کی آسمانی نوعیت پر یقین رکھتے ہیں تو محمد ﷺ کا شمار عظیم ترین ہستیوں میں یقیناً ہونا چاہیے۔"

(ملخص از مقالہ کامیاب ترین پیغمبر فصل اول، از ڈاکٹر محمد آصف قدوائی)

رحلت:

۲۹ صفر ۱۱ھ آپ ﷺ ایک جنازہ سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں دردسر شروع ہو گیا۔ پھر شدید بخار ہو گیا اور بخار میں دن بدن شدت آتی گئی۔ چار یوم قبل از رحلت آپ ﷺ نے نمازیں خود پڑھائیں۔ اس کے بعد بہت زیادہ کمزوری لاحق ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی حیات مبارکہ میں ۱۷ نمازیں پڑھائیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ بوقت چاشت جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کی۔ عمر مبارک ۶۳ سال قمری ۴ دن تھی۔

انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ ﷺ کا انتقال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہوا۔ نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے پھر مہاجرین نے، پھر انصار کے مردوں اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ تنگ تھا اس لئے دس دس آدمی اندر جاتے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے تب اور دس آدمی اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔ اس لئے تدفین شب چہار شنبہ کو یعنی رحلت سے ۳۲ گھنٹہ بعد عمل میں آئی۔

آنحضرت ﷺ کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی۔

Marfat.com

ان اللّٰه والملائکته یصلون علی النبی یا ایھالذین اٰمنو صلو اعلیه وسلموا تسلیما اللّٰھم ربنا لبیك و سعدیك صلوٰة اللّٰه ابر الرحیم واعلائکة المقربین والنبین والصدیقین والصالحین وا سبح لك من شی یا ربّ العالمین علی محمد بن عبداللّٰه خاتم النبین و سید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العالمین الشاهد المبشر الداهی باذنك السراج المنیر و بارك علیه وسلم ٥

(رحمتہ للعالمین ص ۲۴۶ تا ۲۴۹)

Marfat.com

باب:3

نبی ﷺ کی مخالفت اور اس کے اسباب

آنحضرت ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور پہلی وحی غار حرا میں آئی۔ اس کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا اور آنحضرت ﷺ خفیہ دین اسلام اور توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو حکم ہوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ (الحجر ۹۴)

''اور تجھ کو حکم دیا گیا ہے واشگاف کہہ دے۔''

اس کے بعد دوسرا حکم آیا:

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔ (الشعراء ۲۱۴)

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے ڈرا۔''

اس حکم کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر مکہ کے تمام قبائل اور سرداران قریش کو پکارا۔ جب تمام لوگ کوہ صفا کے نیچے جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے عقب میں ایک لشکر ہے جو آپ لوگوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا آپ لوگ میری اس بات کی تصدیق کریں گے۔

عرب کے لوگوں نے کہا

ہاں! کیونکہ تم کو ہم نے ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

فانی نذیرلکم بین یدی عذاب شدید۔

''میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈرانے اور آگاہ کرنے آیا ہوں۔''

یہ سنتے ہی مجمع پر ایک خاموشی چھا گئی۔ لیکن آپ ﷺ کے چچا نے برہم ہو کر کہا کہ تمہارے لئے خرابی ہو۔ صرف یہی کہنے کے لئے تم نے ہمیں بلایا تھا۔ اس کے بعد سرداران قریش آپ ﷺ کی مخالفت میں اعلانیہ سامنے آ گئے۔ مخالفت کے اسباب کیا تھے۔ مورخین نے ان کے درج ذیل اسباب بیان کئے ہیں۔

Marfat.com

مخالفت کے اسباب:

۱۔ بت پرستی
۲۔ نسلی تفوق کا خاتمہ
۳۔ قبائلی رقابت وعصبیت
۴۔ عیسائیوں سے نفرت اور مشرکوں سے محبت
۵۔ قریش کی بداخلاقیاں

بت پرستی:

قریش مکہ اپنے آپ کو دین ابراہیم کا پیروکار ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ مگر ان میں شرک اور بت پرستی اس حد تک سرایت کر چکا تھا کہ ہر قبیلہ نے اپنا اپنا علیحدہ بت رکھا ہوا تھا اور خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت جمع کئے ہوئے تھے۔

مکہ میں بت پرستی کا آغاز عمرو بن لحی خزاعی نے کیا۔ اس کو کسی نے بتایا کہ جدہ میں قوم نوح کے بت یعنی ود، سواح، یغوث، یعوق اور نسر زمین میں دفن ہیں۔ عمرو بن لحی جدہ گیا اور ان بتوں کو کھود نکالا۔ پھر انہیں تہامہ لایا اور جب حج کا زمانہ آیا تو انہیں مختلف قبائل کے حوالے کیا۔ یہ قبائل ان بتوں کو اپنے اپنے علاقوں میں لے گئے۔ اس طرح ہر ہر قبیلے میں، پھر ہر ہر گھر میں ایک ایک بت ہو گیا۔

جو قبائل جن بتوں کی پوجا کرتے تھے ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ لات:

طائف میں تھا۔ بنی قریش اور ثقیف اس کی پرستش کرتے تھے۔

۲۔ عزیٰ:

یہ مکہ میں تھی۔ بنی کنانہ اور قریش اس کے پجاری تھے۔

۳۔ منات:

مدینہ منورہ میں تھا۔ یہ بنی اوس، بنی خزرج اور بنی غسان کا بت تھا۔

۴۔ ود:

دومتہ الجندل میں تھا۔ بنو کلاب اس کو پوجتے تھے۔

۵۔ سواح:

بنی ہذیل کا بت تھا۔

۶۔ یغوث:

بنو مدلج اور بعض یمنی قبائل اس کے پجاری تھے۔

۷۔ یعوق:

قبیلہ ہوازن کا بت تھا۔

سب سے بڑا بت ہبل تھا جو ان کا خدائے اعظم تھا۔ جنگ احد کے اختتام پر ابوسفیان نے اسی بت ہبل کی جے

Marfat.com

پکاری تھی۔

بت پرستی کے مراسم:

مشرکین مکہ بتوں کے لئے کیا کرتے تھے۔اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ مشرکین بتوں کے پاس مجاور بن کر بیٹھتے تھے اور ان کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔

۲۔ بتوں کا حج وطواف کرتے تھے۔ان کے سامنے عجز و نیاز سے پیش آتے تھے اور انہیں سجدہ کرتے تھے۔

۳۔ بتوں کے لئے نذرانے اور قربانیاں پیش کرتے تھے اور قربانی کے جانوروں کو بتوں کے آستانوں پر لے جا کر ذبح کرتے تھے۔

۴۔ مشرکین اپنی صوابدید کے مطابق اپنے کھانے پینے کی چیزوں اور اپنی کھیتی باڑی میں بتوں کا ایک حصہ خاص کر دیتے تھے۔

۵۔ بتوں کے لئے اپنے بعض جانور مخصوص کر دیتے تھے۔

جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عمرو بن لحی پہلا شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔عرب اپنے بتوں کے ساتھ یہ سب کچھ اس عقیدے کے ساتھ کرتے تھے کہ یہ بت انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے اور اللہ کے حضور ان کی سفارش کریں گے۔

قرآن مجید نے ان کے اس عقیدہ کی وضاحت کی ہے۔

مشرکین کہتے تھے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ۔ (الزمر۔۳)

''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ (یونس۔۱۸)

''یہ مشرکین اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

نسلی تفوق کا خاتمہ:

آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں آپ ﷺ کا قبیلہ قریش سب سے آگے تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کو حجاز میں برتری حاصل تھی۔خانہ کعبہ کا انتظام وانصرام ان کے ہاتھ میں تھا اور ان لوگوں نے خانہ کعبہ کے اندر ۳۶۰ بت جمع کر رکھے تھے۔آپ ﷺ کی دعوت توحید کی زد جس طرح بتوں اور ان کے پرستاروں پر پڑتی تھی اسی طرح اس نظام کے کارپردازوں یعنی قبیلہ قریش پر پڑتی تھی۔کیونکہ وہ جانتے تھے کہ توحید کا اقرار اور غیر اللہ کی الوہیت کے انکار کا مطلب یہ

Marfat.com

ہے کہ مکمل طور پر اپنے آپ کو حضرت محمد (ﷺ) کے حوالے کر دیا جائے اور اس کی بے چون و چرا اطاعت کی جائے اور یہ ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہ چھوڑی۔

قبائلی رقابت:

قریش کا قبیلہ بہت بڑا تھا اور اس کے آگے کئی چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹا ہوا تھا اور ہر قبیلے کے پاس مختلف قسم کی خدمات تھیں۔ جس کی تفصیل علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں اس طرح بیان کی ہے۔

۱۔ کعبہ کی کلید برداری اور تولیت عثمان بن طلحہ کے پاس تھی۔

۲۔ غریب حجاج کی خبر گیری خاندان نوفل کے پاس تھی۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں حرث بن عامر اس منصب پر فائز تھے۔

۳۔ حجاج کے پانی پلانے کا انتظام خاندان ہاشم کے پاس تھا۔ دور نبوی میں اس کی نگرانی حضرت عباسؓ کرتے تھے۔

۴۔ اندرونی و بیرونی معاملات میں مشورہ وغیرہ کرنا اور اس بارے میں فیصلہ کرنا خاندان اسد کی ذمہ داری تھی۔ دور رسالت میں یزید بن ربیعہ کے سپرد یہ کام تھا۔

۵۔ خون بہا کا فیصلہ کرنا خاندان بنو تمیم کرتے تھے۔ دور نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق اس منصب پر فائز تھے۔

۶۔ علم برداری کا منصب خاندان بنو امیہ کے سپرد تھا۔ دور رسالت میں ابوسفیان بن حرب اس منصب پر فائز تھا۔

۷۔ حجاج کے لئے خیمے لگانے کا انتظام کرنا وغیرہ خاندان بنو مخزوم کی ذمہ داری تھی۔ دور نبوی میں ولید بن مغیرہ اپنی نگرانی میں یہ امور انجام دیتا تھا۔

۸۔ سفارت بنو عدی کے پاس تھی اور حضرت عمر فاروق یہ ڈیوٹی انجام دیتے تھے۔

۹۔ محکمہ مال کا انتظام خاندان بنو جمح کے ذمہ تھا اور دور نبوی میں صفوان بن امیہ اس محکمہ کا افسر اعلیٰ تھا۔

۱۰۔ محکمہ خزانہ خاندان بنو سہم کے پاس تھا اور دور رسالت میں حارث بن قیس مہتمم خزانہ تھا۔

آغاز اسلام میں روسائے قریش:

قریش کے جو رؤسا آغاز اسلام میں صاحب اقتدار تھے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ابوسفیان بن حرب حضرت معاویہ کے والد۔ جنگ فجار میں حرب بن امیہ قریش کا سپہ سالار تھا۔ بنو امیہ کا رئیس اعظم تھا۔

۲۔ ابولہب۔ آنحضرت ﷺ کا چچا۔ بنو ہاشم سے تھا۔

۳۔ ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) قریش کا رئیس اعظم بنو مخزوم سے تھا۔

۴۔ ابوجہل عمرو بن ہشام، ولید بن مغیرہ کا بھتیجا۔

۵۔ عاص بن وائل (حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کا والد) صاحب اثر و رئیس اعظم بنو سہم سے تعلق تھا۔

۶۔ عتبہ بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) نہایت شریف الطبع اور صاحب اثر تھا۔

ان کے علاوہ اسود بن مطلب، اسد بن عبد یغوث، نضر بن الحارث، اخنس بن شریق، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی

Marfat.com

معیط۔ یہ سب لوگ صاحب اثر تسلیم کئے جاتے تھے۔

خاندان ہاشم اور خاندان بنو امیہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں مدتوں سے رقابت چلی آ رہی تھی۔ ان کے علاوہ ہر خاندان ہی چاہتا تھا کہ میں دوسرے خاندان سے سبقت لے جاؤں۔ بنو ہاشم (آنحضرت ﷺ کا خاندان) سے تقریباً تمام دوسرے خاندان خار کھائے بیٹھے تھے۔ اس لئے کہ اس خاندان میں نبوت آ گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت سے سب سے زیادہ تکلیف ابوجہل کو پہنچی تھی۔ ابوجہل کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ ایک دن اخنس بن شریق نے ابوجہل سے کہا تمہارا محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا خیال ہے۔

ابوجہل نے جواب دیا:

''ہم اور بنو عبد مناف (آل ہاشم) ہمیشہ سے حریف مقابل کی حیثیت سے رہے ہیں۔ انہوں نے مہمان نوازیاں کیں۔ تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے خون بہا دیئے۔ ہم نے بھی دیئے۔ انہوں نے فیاضیاں کیں ہم نے بھی کیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے جو کام کیا، ہم نے بھی کیا۔ اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار بن بیٹھے ہیں تو ہم اس کو کس طرح تسلیم کر لیں۔ خدا کی قسم ہم کبھی بھی اس پر ایمان نہیں لا سکتے اور نہ ہی ہم اس کی تصدیق کریں گے۔'' (سیرت ابن ہشام)

عیسائیوں سے نفرت اور مشرکین سے محبت:

قریش کو عیسائیوں سے سخت نفرت تھی اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل ابرہہ الاشرم جو حبشہ کا بادشاہ تھا خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تھی۔ عیسائی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش مکہ جو بت پرست تھے عیسائیوں کے مقابلہ ایرانیوں سے محبت کرتے تھے۔ ایرانی آتش پرست تھے۔ جب روم اور ایران کی جنگ ہوئی تو اس میں روم (عیسائیوں) کو شکست ہوئی تو قریش مکہ نے خوشی کا اظہار کیا اور مسلمان دل شکستہ ہوئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الٓمّٓ ،غُلِبَتِ الرُّوْمُ ، فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ،فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ،بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ (الروم ۱ تا ۵)

''الم۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ چند سال ہی میں اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اسی روز مسلمان شادمان ہی ہوں گے اللہ کی مدد سے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اصل غالب اور مہربان وہی ہے۔''

عہد رسالت میں دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ایک فارس (ایران) کی۔ دوسری روم کی۔ اول الذکر آتش پرست اور روم عیسائی یعنی اہل کتاب تھی۔ مشرکین مکہ کی ہمدردیاں فارس کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ دونوں غیر اللہ کے پجاری تھے۔ جبکہ

Marfat.com

مسلمانوں کی ہمدردیاں روم کی عیسائی حکومت کے ساتھ تھیں۔اس لئے کہ عیسائی بھی مسلمانوں کی طرح اہل کتاب تھے اور وحی ورسالت پر یقین رکھتے تھے۔ان کی آپس میں ٹھنی رہتی تھی۔نبی ﷺ کی بعثت کے چند سال بعد ایسا ہوا کہ فارس کی حکومت عیسائی حکومت پر غالب آ گئی جس پر مشرکوں کو خوشی اور مسلمانوں کو غم ہوا۔اس موقعہ پر قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں پیش گوئی کی گئی کہ بِضعِ سِنِینَ کے اندر رومی پھر غالب آ جائیں گے اور غالب مغلوب اور مغلوب غالب ہو جائیں گے۔بظاہر اسباب یہ پیشین گوئی ناممکن العمل نظر آتی تھی۔تاہم مسلمانوں کو اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے یقین تھا ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابوجہل سے یہ شرط باندھ لی کہ رومی پانچ سال کے اندر غالب آ جائیں گے۔نبی ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو فرمایا کہ بِضعِ کا لفظ تین سے دس تک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔تم نے پانچ سال کی مدت کم رکھی ہے۔اس میں اضافہ کر لو۔چنانچہ آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مدت میں اضافہ کروالیا اور پھر ایسا ہی ہوا کہ رومی ۹ سال کے اندر اندر یعنی ساتویں سال دوبارہ فارس پر غالب آ گئے جس سے یقیناً مسلمانوں کو خوشی ہوئی۔بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ رومیوں کی یہ فتح اس وقت ہوئی جب بدر میں مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ حاصل ہوا اور مسلمان اپنی فتح پر خوش ہوئے۔

رومیوں کی یعنی فتح قرآن کریم کی صداقت کی بڑی دلیل ہے۔نزدیک کی زمین سے مراد عرب کی زمین کے قریب کے علاقے ہیں۔یعنی شام و فلسطین وغیرہ جہاں عیسائیوں کی حکومت تھی۔(احسن البیان ص ۱۱۲۳۔۱۱۲۴)

صاحب تیسر القرآن مولانا عبدالرحمان کیلانی مرحوم لکھتے ہیں کہ سورۃ روم کی ان ابتدائی آیات میں دو ایسی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی رسالت کی حقانیت پر زبردست دلیل ہیں۔ان میں پہلی پیشینگوئی یہ ہے کہ اگر آج روم شکست کھا گیا ہے تو چند ہی سالوں بعد روم پھر ایران پر غالب آ جائے گا اور دوسری پیشینگوئی یہ تھی کہ اگر آج مسلمان مشرکین مکہ کے ہاتھوں مظلوم و مقہور ہیں تو ان کو بھی اسی دن مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل ہوگا جس دن روم ایران پر غالب آئے گا۔اور قرآن نے یہ دونوں پیشینگوئیاں ایسے وقت میں بیان کیں جب کہ ان پیشینگوئیوں کے پورا ہونے کے دور دور تک کہیں آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ ﷺ کو نبوت عطا ہوئی (۶۱۰ء میں) اس وقت عرب کے اطراف میں دو بڑی طاقتیں موجود تھیں۔ایک روم کی عیسائی حکومت جو دو باتوں میں مسلمانوں سے قریب تھی۔ایک یہ کہ دونوں اہل کتاب تھے۔دوسرے دونوں آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔لہٰذا مسلمانوں کی ہمدردیاں انہیں کے ساتھ تھیں۔مسلمانوں کی عیسائی حکومت سے ہمدردی کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور قریشیوں کے مسلمانوں کو واپس لانے کی کوشش کے باوجود حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے ہاں پناہ دی اور قریش کی سفارت کو بری طرح ناکام ہو کر واپس آنا پڑا تھا۔

اور دوسری ایران کی حکومت جو دو وجوہ سے مشرکین مکہ سے قریب تھی۔ایک یہ کہ دونوں مشرک تھے۔ایرانی دو خداؤں کے قائل اور آتش پرست تھے اور مشرکین بت پرست تھے اور دوسرے یہ کہ دونوں آخرت کے منکر تھے۔انہی وجوہ کی بنا پر مشرکین مکہ کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی پیدائش ۵۷۰ء میں ہوئی اور آپ ﷺ کو نبوت ۶۱۰ء میں عطا ہوئی تھی اور روم اور ایران میں جنگ ۶۰۲ء سے شروع ہو کر ۶۱۴ء تک جاری رہی اور یہ جنگی خبریں مکہ میں پہنچتی رہتی تھیں۔ جب ایران کی فتح کی کوئی خبر آتی تو مشرکین مکہ بغلیں بجاتے اور اس خبر کو اپنے حق میں نیک فال قرار دیتے تھے اور کہتے کہ جس طرح ایران نے روم کا سر کچلا ہے ایسے ہی ہم بھی کسی وقت مسلمانوں کا سر کچل دیں گے اور واقعہ بھی یہ تھا کہ ۶۱۰ء کے بعد یہ جنگ دو ملکوں کی جنگ نہ رہی تھی۔ بلکہ اب یہ مجوسیت اور عیسائیت کی جنگ بن چکی تھی۔ ۶۱۴ء میں خسرو پرویز نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر اور ایشیائے کوچک کے سب علاقے رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکوں سے شرط:

ہرقل قیصر روم کو ایرانی فوجوں نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دارالسلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدس عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین اٹھا لے گئے اور قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ یہ خبر مشرکین کے لئے بڑی خوش کن تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ جس طرح ایران نے روم کو ختم کر ڈالا ہے ایسے ہی ہم بھی تمہیں مٹا ڈالیں گے۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کا پانچواں سال تھا۔ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ ایسے ہی حالات میں سورہ روم کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ اگرچہ بظاہر اہل روم کی فتح کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور مشرکین مکہ ان آیات کا تمسخر اڑا رہے تھے۔ تاہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پیشین گوئی کی بنا پر مشرکین سے شرط باندھ لی کہ اگر بضع کی زیادہ سے زیادہ مدت (بضع تین سے نو تک کے لئے آتا ہے) یعنی ۹ سال تک رومی غالب نہ آئے تو میں سو اونٹ تم کو دوں گا۔ ورنہ اتنے ہی اونٹ تم مجھے دو گے۔ اس وقت شرط حرام نہیں ہوئی تھی۔

اب حالات نے یوں پلٹا کھایا کہ قیصر روم نے اندر ہی اندر یہ تہیہ کر لیا کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو ضرور واپس لے گا۔ ایک طرف تو اس نے اللہ کے حضور منت مانی کہ اگر اللہ نے اسے ایران پر فتح دی تو حمص سے پیدل چل کر ایلیا (بیت المقدس) تک پہنچوں گا۔ دوسری طرف نہایت خاموشی کے ساتھ ایک زبردست حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۶۲۳ء میں اس نے اپنی مہم کا آغاز آرمینیا سے کیا اور آذربائیجان میں گھس کر زرتشت کے قیام پیدائش ارمیاہ کو تباہ کر دیا اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ رسول اللہ ﷺ ۶۲۲ء میں ہجرت کر کے مدینہ آئے اور ۶۲۳ء میں مسلمانوں نے مشرکین مکہ کو بدر کے مقام پر شکست فاش دی۔ اسی دن مسلمانوں کو یہ خبر مل گئی کہ روم نے ایران کو شکست فاش دے کر اپنا علاقہ آزاد کرا لیا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو تو دوہری خوشیاں نصیب ہوگئیں اور مشرکین مکہ کو دوہری ذلت سے دوچار ہونا پڑا۔

قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشین گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ سے سو اونٹ وصول کئے۔ جو آپ ﷺ کے حکم کے مطابق صدقہ کر دیئے گئے۔ (تیسر القرآن/ ۴۹۷۔۴۹۸)

Marfat.com

قریش کی بداخلاقیاں:

اخلاقی لحاظ سے قریش مکہ بہت زیادہ بدخصلت تھے اور قریش کے بڑے بڑے سردار نہایت ذلیل بداخلاقیوں کے مرتکب تھے۔ ابولہب جو خاندان بنو ہاشم میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ بدکردار تھا۔ اس نے حرم محترم کے خزانہ سے زرین چرا کر فروخت کر دیا تھا۔ اخنس بن شریق جو بنوزہرہ کا حلیف اور رؤسائے عرب میں شمار ہوتا تھا نمام اور کذاب تھا۔ نضر بن حارث بہت زیادہ جھوٹا تھا اور اس کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔ ابوجہل عمرو بن ہشام سخت جھگڑالو اور حاسد تھا۔ غرضیکہ اکثر رؤسائے قریش افعال شنیعہ میں گرفتار تھے۔

علامہ ابومحمد عبدالملک بن ہشام نے اپنی کتاب سیرت ابن ہشام میں ''کفار مکہ اور قرآن مجید'' کے عنوان سے ان رؤسائے قریش جو بدباطن اور بدخصلت تھے' قرآن مجید سے ان کی عادات وخصائل اور ان کی بدکرداری پر روشنی ڈالی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

امیہ بن خلف:

اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو آنکھ سے اشارے کرتا اور سخت سست کہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عداوت کے بیان میں درج ذیل آیات نازل فرمائیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙالَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَہٗ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ

(الھمزۃ۔۱۔۳)

''خرابی ہے بے ہودہ گو اشارے کرنے والے کے لئے جو مال جمع کر کے اس کو گنتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔''

ابن ہشام فرماتے ہیں ''ہمزہ'' وہ دشمن ہے جو کسی کو اعلانیہ سخت سست کہتا ہے اور آنکھ سے اشارہ کرتا ہے اور لمزہ وہ شخص ہے جو پوشیدہ کسی کی عیب جوئی کرے اور ایذا پہنچائے۔

ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) بنومخزوم سے تعلق رکھتا تھا۔ بہت زیادہ بدخصلت اور شریر تھا۔ یہ کہا کرتا تھا کہ:

''میں قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہوں اور سردار بھی ہوں یا ابومسعود عمرو بن عمیر ثقفی جو طائف پر بنوثقیف کا سردار ہے۔ ہم دونوں کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) پر کیوں نازل ہوا۔''

اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ۔ (الزخرف۔۳۱)

''یعنی کفار نے کہا یہ قرآن دونوں شہروں میں سے بڑے (سردار) شخص پر کیوں نہ نازل ہوا۔''

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ قریش کے اخلاقی پہلو پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مکہ کا اخلاقی پہلو بہت کمزور تھا۔ سوائے ان چند جاہلی روایات واقدار کے جن کو وہ اپنے سینہ سے

Marfat.com

چمٹائے ہوئے تھا۔ جوئے کا کاروبار ان میں عام تھا اور وہ اس پر فخر کرتے تھے۔ شراب نوشی عام طور پر رائج تھی، عیش و طرب اور رقص و نغمہ کی محفلیں بکثرت آراستہ ہوتی تھیں اور دور جام چلتا تھا۔ بہت سے فواحش، ظلم و سفا کی، حق تلفی، ناانصافی اور ناجائز کمائی ان کے معاشرہ میں بری نظر سے نہ دیکھی جاتی تھی۔ اس اخلاقی پستی کی (جو عام طور پر جزیرۃ العرب اور خاص طور پر اہل مکہ میں ہمیں نظر آتی ہے) سب سے سچی اور نازک تصویر وہ ہے جو قریش کے ایک فرزند اور مکہ کی اصلی و قدیم جعفر بن ابی طالبؓ نے نجاشی کے سامنے پیش کی تھی اور اس وقت کے عربی معاشرت اور جاہلی کردار کا نقشہ کھینچا تھا۔''

ان کا بیان یہ تھا:

''اے بادشاہ! ہم جاہلیت والی قوم تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ ہر طرح کی بے حیائی کرتے تھے۔ رشتوں کو توڑتے تھے۔ پڑوسی کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے اور طاقتور کمزور کو کھاتا تھا۔'' (نبی رحمت ص ۱۲۴)

اخلاقی لحاظ سے مکہ کے لوگ اس قدر پست ذہن کے مالک بن چکے تھے کہ جہاں دنیا کی بہت کم قومیں ہوں گی۔ بدکاری و بے حیائی اور فحش کاری جس کو زنا کا نام دیا جاسکتا ہے اس کو وہ گناہ نہیں سمجھتے تھے اور جب اس فعل شنیعہ کے مرتکب ہوتے تو مجلسوں میں اعلانیہ اس کا تذکرہ کرتے تھے۔ ان کے ہاں نکاح کی چار صورتیں تھیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں۔

ایک تو وہی صورت تھی جو آج بھی لوگوں میں رائج ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اس کی زیر ولایت لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام دیتا۔ پھر منظوری کے بعد مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔

دوسری صورت یہ تھی کہ عورت جب حیض سے پاک ہوتی تو اس کا شوہر کہتا کہ فلاں شخص کے پاس پیغام بھیج کر اس سے اس کی شرمگاہ حاصل کرو (یعنی زنا کراؤ) اور شوہر اس سے فوراً الگ تھلگ رہتا اور اس کے قریب نہ جاتا یہاں تک کہ واقع ہو جاتا کہ جس آدمی سے شرمگاہ حاصل کی تھی (یعنی زنا کرایا تھا) اس سے حمل ٹھہر گیا ہے۔ جب حمل واضح ہو جاتا تو اس کے بعد اگر شوہر چاہتا تو اس عورت کے پاس جاتا ایسا اس لئے کیا جاتا تھا کہ لڑکا شریف اور باکمال پیدا ہو۔ اس نکاح کو ''نکاح استبضاع'' کہا جاتا تھا۔

نکاح کی تیسری صورت یہ تھی کہ دس آدمیوں سے کم کی ایک جماعت اکٹھا ہوتی۔ سب کے سب ایک ہی عورت کے پاس جاتے۔ وہ بدکاری کرتے۔ جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہوتا تو پیدائش کے چند رات بعد وہ عورت سب کو بلا بھیجتی اور سب کو آنا پڑتا۔ مجال نہ تھی کہ کوئی نہ آئے۔

Marfat.com

اس کے بعد وہ عورت کہتی کہ آپ لوگوں کا جو معاملہ تھا وہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں۔اب میرے بطن سے بچہ پیدا ہوا ہے اور اے فلاں وہ تمہارا بیٹا ہے۔وہ عورت ان میں سے جس کا نام چاہتی لیتی اور وہ اس کا لڑکا مان لیا جاتا۔

چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھا ہوتے اور کسی عورت کے پاس جاتے۔وہ اپنے پاس کسی آنے والے سے انکار نہ کرتی۔یہ رنڈیاں ہوتی تھیں۔جو اپنے دروازوں پر جھنڈیاں گاڑے رکھتی تھیں تاکہ یہ نشانی کا کام دے اور جو ان کے پاس جانا چاہے بے دھڑک چلا جائے۔جب ایسی عورت حاملہ ہوتی اور بچہ پیدا ہوتا تو سب کے سب اس کے پاس جمع ہوتے اور قیافہ شناس کو بلاتے۔قیافہ شناس اپنی رائے کے مطابق اس لڑکے کو کسی بھی شخص کے ساتھ ملحق کر دیتا۔پھر یہ اس سے مربوط ہو جاتا اور اسی کا لڑکا کہلاتا وہ اس سے انکار نہ کر سکتا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو جاہلیت کے سارے نکاح منہدم کر دیئے گئے۔صرف اسلامی نکاح باقی رہا جو آج رائج ہے۔(الرحیق المختوم ص۶۱۔۶۲)

اخلاقی اعتبار سے عورتوں کے معاملہ میں اتنے پست ذہن کے مالک تھے کہ دوسگی بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھتے تھے۔باپ کے انتقال کے بعد سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتے تھے۔طلاق کا حق صرف مرد کو تھا اور اس کی کوئی حد معین نہ تھی۔

مخالفت کی سب سے بڑی وجہ

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ مخالفت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی اور جس کا اثر تمام عرب پر یکساں تھا۔یہ تھا کہ جو معبود سینکڑوں برس سے عرب کے حاجت روائے عام تھے اور جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے اسلام ان کا نام و نشان مٹاتا تھا اور ان کی شان میں کہتا تھا۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ (الانبیاء۔۹۸)

''تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔''

(سیرۃ النبیؐ ۱/۱۳۹)

Marfat.com

باب:4

مکہ میں اسلام پھیلنے کے اسباب

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں ہوئی اور چالیس سال کی عمر میں مکہ میں ہی آپ ﷺ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ آپ ﷺ کا تعلق مکہ کے مشہور خاندان قریش کی شاخ بنی ہاشم سے تھا۔ قریش مکہ کو عرب بھر کی سیادت حاصل تھی۔ آپ ﷺ کے دادا سردار عبدالمطلب کا شمار مکہ کے رؤسا میں ہوتا تھا اور بیت اللہ کی تولیت ان کے سپرد تھی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ:

"عبدالمطلب بن ہاشم سقایت اور رفادت کے متولی تھے اور آپ نے اپنی زندگی میں یہ خدمات احسن طریقے سے انجام دیں اور ان خدمات کی وجہ سے وہ ساری قوم میں عزت وشرف کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور ساری قوم ان کا احترام اور تعظیم کرتی تھی۔ جو عزت اور احترام ان کو حاصل ہوا وہ ان سے پہلے کسی کو حاصل نہ ہوا۔ ساری قوم ان کی محبت اور مطیع تھی اور ان کی عزت، تکریم اور تعظیم کو اپنی سعادت سمجھتی تھی۔"

سردار عبدالمطلب نے جب انتقال کیا تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۸ سال تھی۔ سردار عبدالمطلب نے وفات سے پہلے آپ ﷺ کے چچا ابوطالب جو آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ آپ ﷺ کی کفالت کی وصیت کر گئے تھے۔ (الرحیق المختوم ص ۸۴)

جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو قریش مکہ نے آپ ﷺ کی مخالفت میں ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ تمام قبائل آپ ﷺ کی مخالفت میں کمربستہ ہو گئے خود آپ ﷺ کا چچا ابولہب مخالفت میں سب سے آگے تھا۔ اس نے آپ ﷺ کی مخالفت میں جو کردار ادا کیا اس کے حالات آپ اس کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بدکرداری کی وجہ سے اس کے لئے جو سزا تجویز فرمائی اس کی شہادت قرآن مجید نے سورۃ لہب میں بیان کر دی ہے۔

قریش مکہ نے آپ ﷺ کے اعلان نبوت کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی مخالفت اور ان لوگوں پر جنہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا، مصائب وآلام میں مبتلا کرنا شروع کر دیا۔ لیکن آپ ﷺ دن رات دین اسلام کی دعوت میں مشغول رہتے اور آپ ﷺ کی دعوت اور تبلیغ کا اثر دن بدن زیادہ ہو رہا تھا اور لوگ دیکھ رہے تھے کہ اسلام قبول کرنے سے جو تکالیف دی جاتی ہیں وہ انہیں اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے۔ لیکن ایسے ناسازگار حالات میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔

Marfat.com

مستشرقین مغرب عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ''اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا''۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ۱۳ سال مکہ معظمہ میں گزارے اور اس ۱۳ سالہ دور نبوت میں آپ ﷺ نے کونسی تلوار استعمال کی۔تلوار تو آپ ﷺ کے مخالفوں کے پاس تھی۔ جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا' کفار مکہ اس کو سخت تکلیفیں اور ایذائیں دیتے تھے۔لیکن اس کے باوجود اسلام پھیلتا گیا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔آخر اس کے کیا اسباب تھے۔

دین اسام کے پھیلنے میں آنحضرت ﷺ کے جو ہتھیار ممدو معاون ثابت ہوئے وہ درج ذیل تھے۔

(۱)معجزہ کردار۔ (۲)معجزہ قرآن۔ (۳)معجزہ کلام۔

معجزہ کردار:

آنحضرت ﷺ نے اپنی دعوت پھیلانے کے لئے پہلا ہتھیار جو استعمال کیا وہ آپ ﷺ کا اپنا کردار تھا جو آپ ﷺ نے قریش مکہ کے درمیان گزری ہوئی چالیس سالہ زندگی میں ان کے سامنے رکھا تھا۔

جس شخص کی شرافت، دیانت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اس کی دیانت کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والے اور آپ ﷺ کی دعوت میں روڑے اٹکانے والے بھی آپ ﷺ کے پاس امانتیں رکھواتے تھے۔

اس دیانت و امانت کا سکہ اس قدر رواں تھا کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو ہجرت کرنے سے پہلے تمام امانتیں جو آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں اور ان سے فرمایا کہ یہ تمام امانتیں ان لوگوں کو پہنچا کر مدینہ آجائیں۔

آپ ﷺ کی زبان تمام عمر جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوئی۔اس لئے آپ ﷺ کو ''صادق'' کے لفظ سے یاد کیا جاتا تھا۔تمام عمر کسی اپنے یا غیر سے زیادتی نہیں کی اور نہ ہی کبھی کوئی نازیبا لفظ اپنی زبان سے نکالا۔نہ کبھی کسی شخص سے جھگڑا کیا اور نہ ہی کسی کو گالی دی۔نہ کسی سے وعدہ خلافی کی اور نہ ہی کسی سے بدمعاملگی کی۔کیونکہ آپ ﷺ کے کردار کا خود محافظ و نگران اللہ تعالیٰ تھا۔

آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ کردار کے پیش نظر حضرت خدیجہ الکبریٰ جو مکہ کی امیر کبیر بیوہ خاتون تھیں، آپ ﷺ کو خود نکاح کا پیغام بھیجا اور آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

> ''میں نے آپ کی صداقت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے آپ کو پسند کیا ہے اس لئے آپ کی صداقت و کردار سے متاثر ہوگئی ہوں۔'' (سیرت ابن ہشام (اردو) ج ا ص ۱۲۱)

خطبہ نکاح کے بعد ابوطالب کا خطاب:

نکاح کا خطبہ پڑھنے کے بعد ابوطالب جو آپ ﷺ کے چچا اور سرپرست تھے، حاضرین مجلس سے خطاب کیا اور کہا:

> ''یہ میرے بھائی کا لڑکا محمد بن عبداللہ ہے۔یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے کسی شخص سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔مگر یہ اس سے بڑھا رہے گا۔ہاں البتہ مال اس کے پاس کم ہے۔لیکن مال تو

Marfat.com

ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے اور ایک بدل جانے والی چیز ہے۔ محمد بن عبداللہ وہ شخص ہے جس کی میرے ساتھ قربت کو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔"

ورقہ بن نوفل کا خطاب:

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے اور ایک معروف عالم و فاضل تھے۔ عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ حضرت خدیجہ کی طرف سے اس نکاح میں شریک ہوئے تھے اور حضرت خدیجہؓ کے سرپرست تھے۔ انہوں نے حضرت ابو طالب کے خطاب کے بعد جوابی تقریر میں کہا:

"حمد و ثنا خدا کے لئے ہے۔ بلاشبہ آپ لوگ تمام خصائل کے اہل ہیں۔ کوئی طاقت آپ کے فضل و شرف کو رد نہیں کر سکتی اور بے شک ہم نے نہایت رغبت کے ساتھ آپ کے ساتھ شامل ہونا پسند کیا ہے۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ میں خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دیتا ہوں۔"

(رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب ص ۱۹۹)

کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کا تنازعہ کا فیصلہ:

مکہ معظمہ میں بارش کی کثرت کی وجہ سے بیت اللہ کی عمارت کو سخت نقصان پہنچا تو اہل مکہ نے اس کی نئی تعمیر کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ تمام قبائل کے سربرآوردہ بیت اللہ میں جمع ہوئے۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر کا فیصلہ کیا اور اس کے ساتھ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ

"کعبہ میں تعمیر میں رنڈی کی اجرت، سود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں ہوگا۔"

چنانچہ تمام قبائل نے اپنی حلال کمائی سے کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ جب حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کرنے کا وقت آیا تو اس پر جھگڑا ہونا شروع ہو گیا کہ کون شخص اس کو اپنی جگہ پر رکھے۔ چار پانچ دن بحث و مباحثہ میں گزر گئے لیکن معاملہ طے نہیں ہو رہا تھا اور بات تو تو میں میں سے بڑھ کر تلوار کے دستے تک جا پہنچی۔ قریب تھا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں آخر ایک معمر شخص امیہ بن مغیرہ نے رائے دی کہ کسی کو ثالث تسلیم کر لیا جائے۔ سب نے امیہ بن مغیرہ کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ طے پایا کہ جو شخص سب سے پہلے بیت اللہ میں آئے اس کو ثالث بنا لیا جائے۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔

اس فیصلے کے بعد دوسرے دن سب سے پہلے آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لائے تو تمام لوگ دور سے آپ ﷺ کو دیکھ کر پکار اٹھے۔

هذا الامين رضيناه هذا محمد (ﷺ)

"یہ امین ہیں۔ ہم ان سے راضی ہیں۔ یہ محمد (ﷺ) ہیں۔"

تمام لوگوں نے آپ ﷺ کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے چادر منگوائی اور اس چادر میں اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو رکھا۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام قبائل کے سرداروں کو چادر کے پکڑنے کو کہا اور فرمایا پھر

Marfat.com

کو اس حد تک اٹھائیں کہ وہ اپنی جگہ تک پہنچ جائے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے آپ ﷺ کے فرمان کی تعمیل کی۔ جب حجر اسود اپنی جگہ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ بڑا معقول فیصلہ تھا اور آپ ﷺ کی تدبیر اور ذہانت سے ایک خونریز خانہ جنگی ٹل گئی۔ آپ ﷺ کے اس فیصلہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر اعلان نبوت سے پہلے بھی کس قدر اعتماد تھا۔

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو تبلیغ

ایک روز آنحضرت ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر لوگوں کو پکارا۔ جب تمام لوگ آپ ﷺ کی آواز پر وہاں جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا

تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا سمجھتے ہو۔

سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا:

''ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ آپ کی زبان سے نہیں سنی۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ صادق اور امین ہیں۔'' (رحمۃ للعالمین ۱/۴۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صادق اور امین کے القاب پوری قوم نے آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے دے رکھے تھے۔ یہ آپ ﷺ کے کردار کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپ ﷺ کے بلند کردار نے آپ کی ذات میں رعب و ہیبت کا عنصر پیدا کر دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اعطیت خمسًا لم یعلمھن احد قبلی، نصرت بالرعب مسیرۃ شھر، و جعلت لی الارض مسجدًا و طھورًا فالیما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل، واحدت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی، واعطیت الشفاعت و کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ۔

(صحیح بخاری و مسلم، مشکوۃ مترجم ۵/۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی گئیں۔

اول: یہ کہ مجھے اس رعب کے ذریعے نصرت عطا ہوئی جو ایک ماہ کی مسافت کی مزدوری سے (دشمن پر) اثر انداز ہوتا ہے۔

دوم: میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی ہے۔ یعنی اگر پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کر لیا جائے تاکہ میری امت میں ہر شخص جہاں نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے۔

سوم: میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔ جو مجھ سے پہلے کسی (پیغمبر) کے لئے جائز نہ تھا۔

چہارم: مجھے شفاعت (عظمیٰ) عطا کی گئی ہے۔

Marfat.com

پنجم: ہر نبی کو خاص طور پر صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ میں تمام لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ہر شخص کو اس کا تجربہ ہوگا کہ ایک بلند کردار، اعلیٰ اخلاق کا مالک شخص اپنے اندر بہت زیادہ عظمت اور ہیبت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ کا یہی بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق اور شرافت و پاکیزگی پر مبنی کردار اپنے اندر زبردست قوت رکھتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آپ ﷺ کے پاس ہمیشہ دم بخود بیٹھتے تھے جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور آپ ﷺ کے سامنے اپنی نظریں اونچی نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ ابوجہل جو آپ ﷺ کا سخت دشمن تھا اور اس کی اسلام دشمنی تاریخ میں ضرب المثل ہے اس کو بھی آپ ﷺ کے سامنے بولنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔ مورخین نے ابوجہل کی کم ہمتی، بزدلی اور اس کی زبان کا گنگ ہونے کا واقعہ اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے۔

ایک مرتبہ ''اراشی'' نام ایک شخص مکہ میں اونٹ فروخت کرنے آیا۔ ابوجہل نے سودا کر کے تمام اونٹ خرید لئے لیکن بروقت قیمت ادا نہ کی اور دو چار روز بعد ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن وعدہ کے مطابق قیمت ادا نہ کی اور کئی روز تک مسلسل ٹال مٹول کرتا رہا۔ ''اراشی'' بہت پریشان ہوا اور اونٹوں کی قیمت وصول کرنے کے سلسلہ میں کئی قریش سرداروں سے ملا اور ان سے فریاد کی:

''میں ایک بے وطن مسافر ہوں۔ میری کسی سے جان پہچان نہیں ہے۔ مجھے میرے اونٹوں کی قیمت ابوالحکم (ابوجہل کی کنیت) نہیں دے رہا۔ اس سے میرا حق دلایا جائے۔''

لیکن قریشی سرداروں میں سے کسی شخص نے بھی اس کی مدد نہ کی اور نہ ہی ان میں کسی کو جرات تھی کہ وہ ابوجہل سے کہے کہ وہ اونٹوں کی قیمت ادا کردے۔ ان سرداروں میں سے کسی ایک سردار نے ازراہ مذاق آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کیا اور اراشی سے کہا کہ ان سے کہو وہ تمہیں تمہارا حق دلوا دیں گے۔

اراشی نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اور تمام واقعہ سنایا۔ آنحضرت ﷺ اراشی سے تمام واقعہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ قریشی سردار دلچسپی سے یہ تماشا دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ نے جا کر ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے ابوجہل نے کہا:

کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ دروازہ کھولو۔ باہر آجاؤ۔

ابوجہل نے آ کر دروازہ کھولا اور باہر آیا۔ لیکن اس کا رنگ فق تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کو فوراً اس کے اونٹوں کی قیمت ادا کرو۔

ابوجہل خاموشی سے اندر گیا اور تمام رقم لا کر اس شخص کو ادا کردی۔

اراشی رقم وصول کر کے قریشی سرداروں کے پاس آیا اور ان سے کہا میری تمام رقم وصول ہوگئی ہے۔ تھوڑی دیر

Marfat.com

بعد ابوجہل قریشی سرداروں کے پاس آیا اور انہوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا اور ابوجہل سے قریشی سردار کہنے لگے۔ تجھے کیا ہو گیا تھا ہم نے تجھ سے بزدل شخص نہیں دیکھا تو نے یہ کیا کیا۔

ابوجہل نے کہا کم بختو! جب محمد بن عبداللہ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو رعب اور ہیبت سے میری حالت لکڑی کے ایک پتلے کی سی ہو گئی تھی اور مجھ میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ میں اس کو جواب دوں اور میں نے فوراً رقم ادا کر دی۔ (رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب ص ۲۰۶)

یہ واقعہ آپ ﷺ کے کردار کی بلندی، اعلیٰ اخلاق اور صداقت و پاکیزگی کا عظیم ترین نمونہ تھا۔ آپ ﷺ کے اسی کردار کی معجزاتی عظمت کی بنا پر قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ اور دین اسلام کے مخالفین کو چیلنج دیا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِّن قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ۔ (یونس۔۱۶)

''میں اس سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

مشہور ادیب مولانا سید اسعد گیلانیؒ لکھتے ہیں:

''یہ وہ معجزہ کردار تھا جو اسلامی انقلاب کی دعوت کے لئے حضور ﷺ کے پاس ایک موثر ہتھیار تھا۔ اس ہتھیار کی موجودگی میں دشمنوں کے دل دشمنی میں بھی اندر سے مرعوب اور بھنچے ہوئے تھے اور ان کے لئے کھل کر بے دھڑک دشمنی کرنا سخت دشوار کام تھا۔ اس کردار کی حق پرستانہ کاٹ سے اپنے ضمیر کو صاف بچا کر لے جانا اور اس میں دعوت حق کی تخم ریزی نہ ہونے دینا ان کے بس سے باہر تھا۔ حضور ﷺ کے کردار کا یہ عظیم انقلاب آفرین ہتھیار دعوت حق کے مخالف لوگوں پر بڑا اثر انداز ہوتا تھا اور حضور ﷺ کے کردار کی پرزور پھوار سے سعید فطرت لوگوں کے دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہوتی چلی جاتی تھیں۔'' (رسولِ اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب ص ۳۰۹)

معجزہ قرآن:

آنحضرت ﷺ کے پاس دعوت و تبلیغ کے لئے دوسرا ہتھیار اللہ تعالیٰ کا کلام (قرآن مجید) تھا۔ قرآن مجید آپ ﷺ پر نازل ہو رہا تھا۔ اس کلام کے سامنے بڑے بڑے زبان آور خطباء، ادباء، شعراء، شعلہ بیان مقرر بے بس تھے اور ان کی زبانوں پر تالے لگ چکے تھے۔

قرآن مجید کفار مکہ کی تمام یلغاروں پر بھاری تھا۔ ان کے پاس اس کا کوئی توڑ نہیں تھا اور نہ ہی ان میں اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور سکت تھی اور قرآن مجید کی ان کفار پر گرفت اس قدر سخت تھی کہ وہ اس کی تردید کرنے سے عاجز تھے۔ قرآن مجید نے بار بار ان کو چیلنج کیا لیکن ان کے پاس اس کے کسی چیلنج کا جواب نہیں تھا۔

آج تک دنیا میں کسی نے اتنا بڑا دعویٰ نہیں کیا جتنا بڑا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ وسلم کا تھا۔ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔ آپ خاتم النبین ہیں۔ آپ ساری دنیا کے لئے ہادی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے دعویٰ نبوت کے ثبوت میں ایک کتاب (قرآن مجید) پیش کر دی۔ اس کتاب نے ساری دنیا کو چیلنج دیا۔ لیکن آج تک کسی کو اس کتاب کے سامنے

Marfat.com

بولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

قرآن مجید اگرچہ ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے۔اس میں کسی قسم کا غموض وخفا نہیں ہے۔اس میں بیک وقت علم عقلی اور علوم روحانی واخروی کا ذکر ہے۔اس کے ارشادات محدود نہیں غیر محدود ہیں۔ یہ فطرت انسانی کے عین مطابق اوراس کے پاکیزہ تقاضوں کی حامل ہے۔

سید اسعد گیلانی لکھتے ہیں کہ:

قرآن میں کسی نسل قوم یا علاقے کی محدودیت نہیں ہے۔یہ کسی گروہ کو خدا کی بندگی سے ازلی طور پر خارج نہیں کرتی اور نہ کسی گروہ کو ازلی طور پر خدا کی محبوبیت کا مصداق قرار دیتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس نے روئے زمین کے ہر حصے تک اپنے قوانین پہنچانے اوران کا واحد قابل عمل ہونا ثابت کیا ہے۔یہ وہ کتاب ہے جس نے رنگ وقومیت اور ملک وملت کے امتیازات سے بالا ہوکر ساری دنیا کو اپنا فیض پہنچایا ہے۔اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ تمام الٰہی مذاہب کی پاکیزہ تعلیمات کی تائید کرتی اوران کو بہتر صورت میں پیش کرتی ہے۔وہ دنیا کی کسی مسلمہ صداقت کی تردید نہیں کرتی۔صداقت شعاری اس کی شان امتیازی ہے۔اس صداقت پسندی میں عدل وانصاف کی روش اس کا خاص طرز عمل ہے۔یہ کتاب راست بازوں کی تائید کرتی اوران کو تقویت پہنچاتی ہے۔ قرآن ایک ایسا قول فیصل ہے جس نے تمام انسانی مسائل کو حل کر دیا ہے۔قرآن کے بعد افکار انسانی کا کوئی پیچیدہ مسئلہ بھی اب لاینحل باقی نہیں رہ گیا ہے۔قرآن نے افراط میں مبتلا اور تفریط کی ماری ہوئی پوری انسانیت کو اعتدال کے مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے کلام کا آغاز اس دعویٰ سے کرسکتی ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ شک وشبہے سے ماوراء ہے اور لاریب فیہ اس کی وہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کا اسلوب بیان نہایت شائستہ، پاکیزہ اور پرازحکمت ہے۔اس کا کوئی ایک لفظ بھی تہذیب کے دائرے سے باہر اور شرم وحیا کے تقاضوں کے منافی نہیں ہے۔اس نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ پیدائش انسانی کے عقدے کو حل کیا ہے اور کمال درجے کی حکمت وشائستگی کے ساتھ اس نے ایسے ایسے نازک مسائل پر روشنی ڈالی ہے جو صرف اسی کا حصہ ہے۔

قرآن مجید نے کہا:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۔ (بنی اسرائیل۔۸۸)

''اے رسول سب کو کہہ دیجئے کہ اگر سب انسان اور تمام جن جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں اور پھر وہ اس قرآن جیسی کتاب بنانا چاہیں تو ہرگز ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔''

Marfat.com

قرآن کا یہ دعویٰ صدیوں سے قائم ہے اور اس دعویٰ کی موجودگی میں مخالفین اسلام چاہے کتنا ہی زور لگائیں وہ قرآن کے سامنے بے بس ہیں۔

قرآن نے زندگی کے بارے میں جو اصول بیان کئے ہیں اور قوموں کے عروج و زوال کی جو حکمتیں اور دلیلیں بتائی ہیں اگرچہ آج کا دور علوم میں ترقی کر کے کہیں سے کہیں چلا گیا ہے۔لیکن آج بھی قرآن کے ان اصولوں میں کوئی اصول بھی نہ پرانا ہوا ہے اور نہ اس کی تردید ممکن ہے۔اس میں باطل کا کوئی دخل نہیں ہے۔زمانے کی ترقی نہ اس میں کسی شے کو کم ثابت کرتی ہے اور نہ زیادہ۔یہ ایک مکمل جامع اور ناقابل ترمیم و اضافہ کتاب ہے۔
(رسول اکرم کی حکمت انقلاب ص۲۱۲ تا ۲۱۴)

معجزہ کلام:

دین اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس تیسرا ہتھیار آپ کا خلق مبارک تھا۔آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کلام کرنے کا ایسا سلیقہ عطا کیا تھا جو دلوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا تھا اور پھر انہیں سکون و اطمینان کی دولت دے کر اپنے خالق حقیقی کی طرف راغب کر دیتا تھا۔آپ ﷺ کی باتوں میں عجیب تاثیر تھی۔اس تاثیر کی حلاوت، شرینی، دلپذیری کا کوئی جواب نہ تھا۔آپ ﷺ کی زبان سے جو بات نکلتی وہ بات کلام حبیب خدا ہوتی۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ (النجم ۳ تا ۴)

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

جب آنحضرت ﷺ گفتگو فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔

آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے تا کہ لوگ آپ ﷺ کے ایک ایک لفظ کو سن لیں۔سمجھ لیں۔یاد کر لیں۔

آپ ﷺ کے جامع اقوال جو جوامع الکلم کہلاتے ہیں حیرت انگیز ادبیت اور معنویت کے حامل ہیں۔

آپ ﷺ کا کلام مختصر، سادہ، معانی کا خزانہ اور ہدایت کا گنجینہ ہے۔آپ صلی اللہ وسلم کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا۔بدگمانی تو جھوٹی بات ہے۔

۲۔ لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا۔

۳۔ اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کان تک پہنچنے دینا۔

۴۔ بڑھنے کے لئے مت جھگڑنا۔

۵۔ باہمی حسد نہ کرنا۔

۶۔ باہمی بغض نہ رکھنا۔

۷۔ کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا۔

۸۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا۔جیسا کہ تم کو اللہ کا حکم ہے۔

۹۔ مسلم مسلم کا بھائی ہے۔بھائی بھائی پر نہ کوئی ظلم کرے۔

Marfat.com

۱۰۔ نہ اسے حقیر جانے اور نہ اسے رسوا کرے۔

۱۱۔ انسان کے لئے یہی برائی بہت زیادہ ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو وہ حقیر سمجھا کرے۔

۱۲۔ مسلم کا مال، خون، عزت دوسرے مسلم پر بالکل حرام ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا۔ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

۱۴۔ دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔

۱۵۔ خبردار ایک کی خرید پر دوسرا شخص خریدار نہ بنے۔

۱۶۔ اللہ کے بندو بھائی بھائی بنو۔

۱۷۔ مسلم پر حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔ (بخاری و مسلم، رحمۃ اللعالمین ۳/۱۳۴)

مولانا سید اسعد گیلانی لکھتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ نے نہایت خوبی کے ساتھ اہل مکہ کو ہمدردی، محبت، شفقت اور اعتماد کے رنگ میں دنیا و آخرت کے مسائل سے آگاہ کیا اور انہیں ان کے فرائض یاد دلائے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے کردار جیسے قیمتی سونے کے ساتھ قرآن جیسے قیمتی لعل و جواہر کا اضافہ اتنا عظیم سرمایہ اور دعوت اسلامی کا اتنا زبردست، موثر انقلابی اسلحہ تھا، جس کا کوئی توڑ نہ تھا۔ پھر اس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے پرتاثیر کلام نے اس انقلابی قوت و توانائی کو مزید چار چاند لگا دیئے تھے۔ حضور ﷺ کی پیش کردہ دعوت اسلامی کے یہ تین انقلاب آفرین ہتھیار تھے اور یہی ہتھیار آپ ﷺ کی زبردست انقلابی قوت کا ذخیرہ تھے۔ چنانچہ ان ہتھیاروں کی قوت سے تھوڑے ہی عرصہ میں دعوت اسلامی کی زبردست بارش سعید لوگوں کی دل و دماغ کی کھیتیوں کو سیراب کرتی چلی گئی۔''

(رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب ص ۶۴۲)

قرآن مجید کی تاثیر:

مشرکین مکہ نے سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے کی پابندی لگائی اور اس سلسلہ میں مشرکین مکہ نے متعدد بار آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ مشرکین مکہ کے لئے یہ گوارا نہ تھا کہ آپ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھیں۔ چنانچہ مشرکین مکہ نے آپ کو تکالیف پہنچانا شروع کیں اور آپ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ آپ نے سامان سفر باندھا اور مکہ سے روانہ ہو گئے۔ جب آپ برک غماد کے مقام پر پہنچے کہ آپ کی ملاقات قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ سے ہوئی۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہجرت کرنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں مشرکین کے ظلم وستم اور ان کی ایذارسانیوں کی وجہ سے ہجرت کر رہا ہوں۔

Marfat.com

ابن دغنہ آپ کو اپنی پناہ میں لے کر واپس مکہ لے آیا اور سرداران قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو اس شرط پر منظور کیا کہ ابو بکر اونچی آواز سے قرآن مجید نہ پڑھا کریں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ اس شرط کی پابندی کی۔ اس کے بعد آپ نے بلند آواز سے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ سرداران قریش نے ابن دغنہ سے شکایت کی۔ ابن دغنہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا اور انہیں اپنا عہد یاد دلایا اور کہا۔

''اگر تم اپنے عہد کی پابندی نہ کرو گے تو میں تمہاری پناہ سے دستبردار ہو جاؤں گا۔''

اس کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:

''مجھے تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے تم اپنی پناہ اپنے پاس رکھو اور میرا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔'' (صحیح بخاری)

قرآن مجید پڑھنے پر پابندی:

مشرکین مکہ نے ایک طرف قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنے کی پابندی لگائی تھی اور اس کے ساتھ ان لوگوں نے ایک نئی تجویز سامنے رکھی کہ جب مسلمان قرآن مجید پڑھیں تو خوب شور و غل کرو تاکہ لوگ سن نہ سکیں۔ ان کے اس اقدام کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔

(حم السجدہ۔۲۶)

''اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو سنو ہی مت (اس کے پڑھنے جانے کے وقت) اور بیہودہ گوئی کرو۔ کیا عجیب کہ تم غالب آجاؤ۔''

جو شخص بھی قرآن سنتا تو قرآن کی بات اس کے دل میں اتر جاتی تھی اور یہی بلا کی تاثیر قرآن کا اعجاز تھا جس سے قریش مکہ سخت خائف رہتے تھے اور قرآن کے متعلق انہوں نے تین طرح کے اقدام کئے تھے۔ تاکہ اس کی آواز کو دبایا جاسکے۔ ان میں سے پہلا اقدام تو مسلمانوں پر پابندی تھی کہ وہ قرآن کو اونچی آواز سے نہ پڑھا کریں کیونکہ اس طرح ان کی عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں کئی بار رسول اللہ ﷺ پر حملے ہوئے اور مسلمانوں کی پٹائی بھی ہوئی۔ (تیسیر القرآن ۴/۱۱۲)

کفار مکہ پر قرآن مجید کی تاثیر کا اثر:

سرداران قریش ایک طرف تو بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر پابندی لگاتے تھے اور دوسری طرف رات کو جب آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو چوری چھپے آکر سنتے تھے۔

عتبہ بن ربیعہ پر قرآن کا اثر:

عتبہ بن ربیعہ کا شمار رؤسائے قریش میں ہوتا تھا۔ ابوسفیان بن حرب کا خسر تھا۔ اس کی کنیت ابو الولید تھی۔ ایک بار سرداران قریش سے کہنے لگا۔

Marfat.com

''اگر تم اس بات پر رضا مند ہو تو میں محمد (ﷺ) سے بات چیت کروں اور اس کے سامنے چند امور پیش کروں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی چیز قبول کرلیں۔ تو جو کچھ وہ قبول کرلیں گے، اسے دے کر ہم انہیں اپنے آپ سے باز رکھیں گے۔''

سب سرداران قریش نے کہا۔

ابوالولید۔ ضرور جایئے اور محمد (ﷺ) سے بات کیجئے اور تم پر ہمیں پورا اطمینان ہے۔

اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا:

''بھتیجے! ہماری قوم میں تمہارا جو مرتبہ و مقام ہے اور جو بلند پایہ نسب ہے وہ تمہیں معلوم ہی ہے۔ اب تم اپنی قوم میں ایک بڑا معاملہ لے کر آئے ہو۔ جس کی وجہ سے تم نے ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا۔ ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار قرار دیا۔ ان کے معبودوں اور ان کے دین کی عیب چینی کی اور ان کے جو آباؤ اجداد گزر چکے ہیں۔ انہیں کافر ٹھہرایا۔ لہٰذا میری بات سنو۔ میں تم پر چند باتیں پیش کر رہا ہوں۔ ان پر غور کرو۔ ہوسکتا ہے کوئی بات قبول کرلو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ابوالولید میں سنوں گا۔

ابوالولید نے کہا:

بھتیجے! یہ معاملہ جیسے تم لے کر آئے ہو! اگر تم اس سے یہ چاہتے ہو کہ مال حاصل کرو، تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اعزاز و مرتبہ حاصل کرو، تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمہارے بغیر کسی معاملہ کا فیصلہ نہ کریں گے اور اگر تم چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ۔ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنائے لیتے ہیں اور اگر یہ جو تمہارے پاس آتا ہے کوئی جن بھوت ہے، جسے تم دیکھتے ہو۔ لیکن اپنے آپ سے دفع نہیں کرسکتے۔ تو ہم تمہارے لئے اس کا علاج تلاش کئے دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اپنا اتنا مال خرچ کرنے کو تیار ہیں کہ تم شفایاب ہو جاؤ۔ کیونکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آجاتا ہے اور اس کا علاج کرانا پڑتا ہے۔ عتبہ یہ باتیں کہتا رہا اور رسول اللہ ﷺ سنتے رہے۔ جب فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

ابوالولید جو کچھ آپ نے کہنا تھا کہہ چکے ہیں یا کچھ اور کہنا ہے۔

اس نے کہا:

''بس جو کچھ مجھے کہنا تھا میں نے کہہ دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

اچھا تم اب میری سنو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حٰمٓ، تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ، وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔

(حم السجدہ۔ ۱ تا ۵)

’’شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔‘‘

’’حم۔ اتاری ہوئی ہے بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے۔ ایسی کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے (اس حال میں کہ) قرآن عربی زبان میں ہے اس قوم کے لئے جو جانتی ہے۔ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے۔ پھر بھی ان کی اکثریت نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں اور انھوں نے کہا کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے۔ اچھا تو اب اپنا کام کئے جا۔ ہم بھی یقیناً کام کرنے والے ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ مسلسل سورۃ حم السجدہ کی تلاوت فرماتے رہے اور عتبہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے غور سے سنتا رہا۔

۳۱ویں آیت پر رسول اللہ ﷺ پہنچے تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور پھر سر اٹھا کر عتبہ سے فرمایا۔

ابوالولید تمہیں جو کچھ سننا تھا سن چکے اب تم جانو اور تمہارا کام۔

عتبہ خاموشی سے اٹھا اور سیدھا اپنے ساتھیوں (سرداران قریش) کے پاس آیا۔ انہوں نے دور سے دیکھ کر کہا۔

خدا کی قسم ابوالولید کا چہرہ بدلا ہوا ہے۔ یہ وہ صورت نہیں ہے جو وہ لے کر گیا تھا۔

جب عتبہ ان کے پاس آیا تو سب نے پوچھا بتاؤ! کیا کر آئے ہو۔

عتبہ نے کہا:

’’خدا کی قسم آج میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ واللہ یہ شعر نہیں ہے۔ یہ سحر بھی نہیں ہے۔ یہ کہانت بھی نہیں ہے۔ اے گروہ قریش میری بات مانو تو اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے اس کی جو باتیں سنی ہیں وہ رنگ لا کر رہیں گی۔ اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو اپنے بھائی کا خون تمہاری گردن پر نہ ہوگا۔ دوسروں پر ہوگا۔ اور اگر یہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت ہوگی اور اس کی عزت تمہاری عزت۔‘‘

عتبہ کی یہ گفتگو سن کر سرداران قریش نے کہا:

خدا کی قسم۔ ابوالولید تم پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔

Marfat.com

عتبہ نے جواب دیا:

''یہ میری رائے ہے۔اب تم جانو اور تمہارا کام۔''

سیرت ابن ہشام بحوالہ الرحیق المختوم ص ۱۶۳

(رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب ص ۳۱۸)

ابوجہل کا قرآن سے متاثر ہونا:

مشرکین مکہ نے ایک متفقہ قرارداد پاس کی تھی کہ کوئی بھی شخص جب محمد (ﷺ) یا ان کا کوئی ساتھی قرآن مجید پڑھے تو بالکل اس طرف دھیان نہ دو اور پوری کوشش کرو کہ کوئی شخص قرآن سننے نہ پائے اور پوری تندہی سے رکاوٹ پاؤ۔ سرداران قریش نے قرارداد تو پاس کر دی تھی۔لیکن اس قرارداد پر وہ خود عمل بھی نہ کر سکے۔صاحب تیسر القرآن لکھتے ہیں کہ

''ان کا (سرداران قریش) کا دوسرا اقدام یہ تھا کہ انہوں نے آپس میں بھی پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ عمداً قرآن نہیں سنا کریں گے اور یہ ایسی پابندی تھی۔جیسے یہ پابندی تھی۔ جسے یہ پابندی لگانے والے سردار خود بھی نباہ نہ سکے۔کیونکہ ان کے کان اور ان کے دل قرآن کی بلا کی تاثیر سے لطف اندوز ہوئے بغیرہ نہ رہتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ رات کو کعبہ میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے اور تین قریشی سردار ایک دوسرے سے چھپتے چھپاتے آپ ﷺ کا قرآن سن رہے تھے۔بعد میں یہ راز فاش ہو گیا تو ان میں سے ایک سردار نے ابوجہل سے پوچھا کہ جو قرآن تم نے سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔اس سوال کا صحیح جواب دینے کی بجائے ابوجہل نے بات کا رخ دوسری طرف موڑتے ہوئے کہا کہ ہم (یعنی بنومخزوم) اور عبدمناف سب باتوں میں ہمسر تھے۔ہم ان کے نبی کو تسلیم کر کے ان کی برتری کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔گویا اس کا صحیح جواب کو گول کر جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قرآن کی تاثیر سے متاثر ہو چکا تھا اور آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرنے میں محض قبائلی رقابت اور تکبر اس کے آڑے آ رہا تھا۔''

(تیسر القرآن ۴/۱۱۳)

نجاشی شاہ حبشہ پر قرآن کا اثر:

جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ میرے اصحاب و رفقا کو سخت مصیبتوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ان کی حفاظت و مدافعت کے سلسلہ میں ہم کمزور ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔

''اگر تم لوگ حبشہ کی طرف نکل جاؤ تو اچھا ہے۔وہاں کا جو بادشاہ ہے اس کی وجہ سے کوئی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا۔وہ ایک اچھا ملک ہے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نجات و کشادگی کا کوئی سامان پیدا کر دے۔''

چنانچہ ۸۳ مسلمان مرد و عورتیں مکہ سے حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے۔سرداران قریش نے ان کے تعاقب میر

Marfat.com

ایک وفد حبشہ بھیجا کہ ان آدمیوں کو واپس کیا جائے۔ چنانچہ وفد نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں حاضر ہوا اور صحیح صورت کی تحقیق کے لئے دونوں کو دربار میں بلایا۔ مسلمانوں کے وفد کے سربراہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے جو تقریر کی نجاشی نے پورے وقار اور سکون سے سنی اور اس کے بعد حضرت جعفر سے کہا کہ

''تمہارے نبی اللہ کے پاس سے جو کچھ لائے ہیں اس کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے۔''

حضرت جعفر نے کہا کہ ہے۔

''نجاشی نے کہا کہ وہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔''

حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں۔ نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اس کے دربار کے پادریوں پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔ یہاں تک کہ ان کے مذہبی صحائف آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ (نبی رحمت ص ۱۷۱)

حضرت جعفر جب آیات قرآن کی تلاوت کر چکے تو وفد قریش سے مخاطب ہو کر کہا:

''خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ تم واپس چلے جاؤ۔ میں ان مظلوموں کو واپس نہیں کروں گا۔'' (سیرۃ النبی ۱/۲۳۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے قرآن سننے اور اس کی تاثیر سے متاثر ہونے کا ایک واقعہ بیان کیا اور یہ واقعہ امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں درج کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کو ستانے کے لئے گھر سے نکلا۔ آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہو چکے تھے۔ میں پیچھے کھڑا ہو گیا اور قرآن سننے لگا۔ میں قرآن کی شان کلام اور انداز بیان ہی پر حیران ہو رہا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص ضرور شاعر ہے جو اکثر قریش کہتے ہیں۔ فوراً آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

''یہ ایک رسول کریم کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔''

میں نے دل میں کہا شاعر نہیں تو پھر کاہن ہے۔

اسی وقت زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری ہوئے۔

''اور نہ کسی کاہن کا قول ہے۔ تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

یہ سن کر اسلام میرے دل میں گہرا اتر گیا۔'' (رسول اکرم کی حکمت انقلاب ص ۲۲۰)

طفیل بن عمرو دوسی کا ایمان لانا:

طفیل بن عمرو قبیلہ دوس کا سردار تھا اور یمن کے نواح میں ان کے خاندان کی رئیسانہ حکومت تھی اور طفیل بذات خود شاعر تھا۔ جب یہ مکہ آیا تو اہل مکہ نے مکہ سے باہر جا کر اس کا والہانہ استقبال کیا اور بہت زیادہ اس کی خاطر و تواضع

Marfat.com

کی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے۔

طفیل بن عمرو دوسی خود بیان کرتے ہیں کہ:

''میں جب مکہ معظمہ آیا تو قریش کے لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے طفیل تم ہمارے شہر مکہ میں آئے ہو۔ یہاں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس نے ہم کو بہت زیادہ پریشان کر دیا ہے اور ہماری قوم کو متفرق کر دیا ہے اور اس کی باتیں جادو کی سی ہیں۔ جن سے یہ آدمی اور اس کے ماں باپ اور اس کے بھائی اور بہن اور بیوی میں تفرقہ ڈال رہا ہے۔ اس لئے ہم تم سے فہمائش کرتے ہیں کہ اس سے اپنے آپ کو بچانا۔''

طفیل کہتے ہیں کہ:

''اہل مکہ نے مجھے اس قدر آنحضرت ﷺ سے ڈرایا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی رکھ لی تاکہ رسول اللہ ﷺ کی آواز میرے کانوں میں نہ پہنچے۔ ایک روز میں خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیت تھی کہ ان کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اس لئے میں نے سنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں۔ جوانمرد ہوں۔ باعلم ہوں۔ عقل رکھتا ہوں۔ بچہ نہیں ہوں کہ غلط صحیح کی تمیز ہی نہ کر سکوں۔ اس شخص سے ملنا چاہیے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہو کر واپس گھر کو چلے تو میں پیچھے پیچھے آپ ﷺ کے مکان پر پہنچ گیا اور آپ ﷺ سے ملا اور اپنی ساری کیفیت بیان کی اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔''

''مجھے اپنی بات سنائیے۔''

''چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مجھے احکام اسلام پیش کئے اور قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ بخدا میں نے ایسا پاکیزہ کلام اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔''

چنانچہ طفیل بن عمرو نے اسلام قبول کر لیا اور واپس اپنے وطن جا کر اپنے باپ اور بیوی کو بھی مسلمان کیا۔ پھر اپنے قبیلہ میں مسلسل تبلیغ اسلام کرتا تھا۔ (سیرت ابن ہشام ۱/۲۵۲۔ رحمۃ للعالمین ۱/۵۹)

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی تھے۔ ان کا تعلق یثرب کے قبیلہ بنی غفار سے تھا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ کتب حدیث و تاریخ میں منقول ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی آپ کے اسلام لانے کا واقعہ درج ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے اس آسمان سے خبر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا اس شخص کے پاس جاؤ اور اس سے گفتگو کرو اور پھر مجھے اس کی خبر دو۔ وہ روانہ ہوئے۔ مکہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ پھر اپنے بھائی ابوذرؓ کے پاس واپس پہنچے۔ ابوذرؓ نے پوچھا کیا

Marfat.com

خبر لائے۔ انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ وہ خیر اور مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ برائی سے روکتا ہے۔ اس کا کلام شعر و شاعری نہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا۔ تم نے اپنی خبر میں میری تشفی نہیں کی۔ لہٰذا انہوں نے اپنا تھیلا، پانی کا مشکیزہ، توشہ اور عصا لیا اور مکہ پہنچے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو پہنچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ زمزم کا پانی پیتے رہے اور مسجد میں ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ رات کے وقت ان کے پاس سے حضرت علیؓ کا گزر ہوا۔ انہوں نے کہا یہ شخص مسافر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا ''ہاں میں مسافر ہوں۔'' حضرت علیؓ نے کہا تو گھر چلو۔ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ چلے۔ نہ حضرت علیؓ نے ان سے کچھ پوچھا۔ نہ انہوں نے ان سے کچھ کہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ پھر مسجد میں آ گئے تا کہ کسی سے رسول اللہ ﷺ کا پتہ معلوم کریں۔ لیکن ایسا کوئی آدمی نہیں ملا جو آپ ﷺ کا پتہ انہیں بتاتا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ پھر حضرت علیؓ وہاں سے گزرے۔ حضرت علیؓ پھر انہیں ساتھ لے گئے۔ صبح کو وہ پھر مسجد میں آ گئے اور مسجد ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ پھر حضرت علیؓ کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ حضرت علیؓ نے کہا ابھی تک اس شخص کو اپنی منزل معلوم نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا ''ہاں''۔ حضرت علیؓ نے کہا میرے ساتھ چلو۔ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تم اس شہر میں کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا اگر تم ظاہر نہ کرو تو میں تمہیں بتاؤں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں کسی پر ظاہر نہ کروں گا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ یہاں ایک شخص ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ اس سے گفتگو کرے۔ وہ واپس آیا لیکن اس کی خبر میرے لئے تشفی کا سامان نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ میں خود اس شخص سے ملاقات کروں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ''تم صحیح مقام پر پہنچ گئے ہو۔ میں اس وقت وہاں جا رہا ہوں۔ تم بھی میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ جہاں میں داخل ہوں تم بھی وہاں داخل ہو جانا۔ پھر اگر مجھے کسی شخص سے کسی قسم کا اندیشہ ہوگا تو میں دیوار کے قریب رک جاؤں گا۔ گویا میں یہ ظاہر کروں گا کہ میں اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں اور تم چلتے رہنا۔ پھر حضرت ابوذرؓ حضرت علیؓ کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا مجھ پر اسلام پیش کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام پیش کیا۔ انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے (مشورۃً) فرمایا۔ ابوذرؓ ابھی اس بات کو خفیہ رکھو۔ اپنے شہر لوٹ جاؤ۔ جب ہمارے غلبہ کی خبر تمہیں ملے تو پھر آ جانا حضرت ابوذرؓ نے کہا ''قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں ان لوگوں کے سامنے اعلان کر دوں گا۔ پھر وہ مسجد گئے۔ قریش وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا۔ اے معشر قریش میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اس بے دین کی خبر لو۔ لوگ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوذرؓ کو مارنے لگے۔ اتنا مارا کہ مرنے کے قریب ہو گئے۔ اتنے میں حضرت عباسؓ وہاں پہنچ گئے۔ وہ ان پر جھک گئے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا تمہاری خرابی ہو۔ تم غفار قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر رہے ہو۔ حالانکہ تمہاری تجارت گاہ انہی کے شہر میں ہے۔ انہی کے پاس ہو کر تم گزرتے ہو۔ یہ سن کر لوگ ان کے پاس سے ہٹ گئے۔ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو انہوں نے پھر وہی کلمے دہرائے۔ لوگوں نے کہا پھر اس کی خبر لو۔ انہوں نے پھر اسی طرح فرمایا۔ پھر حضرت عباس آ نکلے۔

Marfat.com

وہ ان پر جھک گئے اور پھر وہی بات کہی جو پہلے دن کہی تھی۔ حضرت ابوذرؓ واپس چلے آئے اور اپنی قوم کو اپنے اسلام سے چھپایا۔

(صحیح بخاری بحوالہ تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۳۰۲)

سوید بن صامت کا ایمان لانا:

مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں۔

یثرب کا سوید بن صامت جس کا لقب کامل تھا اس کی ملاقات آنحضرت ﷺ سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے جواب میں کہا۔

شاید آپ کے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس سے دریافت کیا۔

تمہارے پاس کیا ہے۔

اس نے جواب دیا میرے پاس ''حکمت لقمان'' ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

بیان کرو۔ اس نے کچھ عمدہ اشعار سنائے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''یہ اچھا کلام ہے۔ لیکن میرے پاس ''قرآن'' ہے۔ جو اس سے افضل ترین ہے اور ہدایت و نور ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس کو قرآن سنایا اور وہ بے تامل اسلام لے آیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد وہ واپس اپنے وطن یثرب چلا گیا۔ تو خزرج قبیلہ کے لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔'' (رحمۃ للعالمین ۱/۲۳)

حضرت عمرو بن حبسہؓ کا اسلام قبول کرنا:

مشرکین مکہ کی طرف سے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء کو مصائب و آلام کا نشانہ بنایا جا رہا تھا اور بہت زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں دی جا رہی تھیں۔ اسی دوران عمرو بن حبسہؓ نے اسلام قبول کیا۔

عمرو بن حبسہ ایام جاہلیت میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تمام لوگ گمراہی پر ہیں یا صحیح راستہ پر نہیں ہیں کیونکہ عام طور پر لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ جب عمروؓ نے سنا کہ مکہ میں ایک شخص آسمانی خبریں بیان کرتا ہے۔ تو وہ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ پوشیدہ تھے اور کفار قریش کی کڑی نگرانی میں تھے۔ بہر حال کسی نہ کسی حیلہ سے عمروؓ مکہ میں آپ ﷺ سے آکر ملے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا۔

آپ کون ہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا۔

میں نبی ہوں۔

انہوں نے کہا

نبی کیا ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مجھے اللہ تعالیٰ نے ہادی بنا کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا۔

کیا چیز دے کر آپ کو بھیجا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مجھے ان باتوں کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ صلہ رحمی کرنا، بتوں کو توڑنا، اللہ کو ایک ماننا، اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرنا۔

انہوں نے پوچھا آپ کے ساتھ اس دین پر کون ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

آزاد بھی ہے۔ غلام بھی ہے۔

اور اس دن ایمان لانے والوں میں آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکرؓ اور بلالؓ تھے۔

عمرو نے کہا

میں آپ کی پیروی کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

ابھی تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرا اور لوگوں کا کیا حال ہے (یعنی تمام لوگ میرے مخالف ہیں کہیں تم بھی مصائب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔) ابھی تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ پھر جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو پھر تم میرے پاس آ جانا۔ غرض یہ کہ وہ اپنے گھر واپس چلے گئے۔ (صحیح مسلم۔ بحوالہ تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۲۹)

ضماد ازدی کا قبول اسلام:

جس زمانہ میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے رفقاء مکہ میں سرداران قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے۔ ضماد ازدی مکہ آیا۔ یہ یمن کا رہنے والا تھا اور مشہور افسون گر تھا اور آسیب وغیرہ کا علاج کرتا تھا۔ اس نے سن رکھا تھا کہ محمد (ﷺ) پر جنات کا اثر ہے۔ چنانچہ ضماد آنحضرت ﷺ کو ملا اور کہا اے محمد (ﷺ) میں آسیب کو جھاڑتا ہوں اور بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفا عنایت فرماتا ہے۔ تو آپ کی کیا مرضی ہے اور میں آپ کا آسیب جھاڑتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com

پہلے میری بات سن لو۔

پھر آنحضرت ﷺ نے درج ذیل کلمات ارشاد فرمائے۔

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ من یھدی اللّٰہ فلا مضلہ لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ

واشھد ان لاالہ الااللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ امابعد۔

سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔ ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور ہر کام میں اس کی اعانت چاہتے ہیں جسے اللہ راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اس کے بعد ما یہ ہے۔

ضماد نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کلمات کو پھر دوہرائیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کو تین مرتبہ دہرایا۔

ضماد ازدی نے کہا۔

میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے۔ جادوگروں کی باتیں سنی ہیں۔ شاعروں کے اشعار سنے ہیں۔ لیکن میں نے ان کلمات کی مثل کبھی کچھ نہیں سنا۔ یہ کلمات تو سمندر کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔

ضماد نے کہا۔

اپنا ہاتھ لائیے۔ میں آپ سے اسلام کی بیعت کروں۔

آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا۔

ضماد نے بیعت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اور تمہاری قوم

ضمادؓ نے کہا

میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، بحوالہ تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۸۲)

قوم کی طرف سے ضماد ازدی کی بیعت کے متعلق صحابہ نے لکھا ہے کہ ان کو اپنی قوم پر اعتماد تھا کہ وہ اس کی بات نہ ٹالے گی یا یہ کہ ان کو اپنی قوم کے متعلق حسن ظن تھا کہ حق کو قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کرے گی۔ اس لئے انہوں نے اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کر لی۔

قبائل اور افراد کو اسلام کی دعوت:

آنحضرت ﷺ کا معمول تھا جب حج کا زمانہ آتا اور عرب کے مختلف قبائل حج کے لئے مکہ آتے تو آپ ﷺ ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور تبلیغ اسلام فرماتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جن قبائل کو اسلام کی دعوت دی اس کی علامہ شبلی نے تفصیل بیان کی ہے اور وہ یہ تھے۔

Marfat.com

قبیلہ بنو عامر، محارب، خزراہ، غستان، مرّہ، حنیفہ، سلیم، بنونظر، کندہ، کلب،
حارث بن کعب، عذرہ اور حضارمہ وغیرہ۔ (سیرۃ النبی ج ا ص ۲۵۲)

آپ ﷺ جس قبیلہ میں تشریف لے جاتے تھے بد بخت ابولہب ہر جگہ آپ ﷺ کے پیچھے جاتا اور آپ کی مخالفت کرتا اور لوگوں سے کہتا۔

تم محمد (ﷺ) کی بات نہ ماننا۔ یہ دین سے پھر گیا ہے۔

ابن ہشام نے اپنی تالیف "سیرۃ ابن ہشام" میں بعض قبائل پر اسلام کی پیشی اور ان کے جواب کی کیفیت کا ذکر کیا ہے۔

بنو حنیفہ:

بنو حنیفہ کا تعلق یمامہ سے تھا۔ آپ ﷺ ان کے ڈیرے پر تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے نہایت تلخی سے جواب دیا۔ "مسیلمہ کذاب"، جس نے آگے چل کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا اسی قبیلہ کا رئیس تھا۔

قبیلہ بنو عامر:

قبیلہ بنو عامر کا سردار عامر بن صعصہ تھا۔ اس قبیلہ کو بھی آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو اس قبیلہ کے ایک شخص بحیرہ بن فراس نے کہا:۔

> "خدا کی قسم! اگر میں اس جوان کو قریش سے لے لوں تو پھ تمام عرب کو نگل جاؤں اور پھر اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ یہ بتلاؤ اگر ہم تمہارے تابع ہوں اور پھر خدا تم کو تمہارے مخالفین پر غالب کردے تو پھر تمہارے بعد ہم تمہارے جانشین ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے قبضہ کرے گا۔ وہ جس کو چاہے گا، کرے گا۔ اس شخص نے کہا پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اب تو ہم تمہاری طرف ہو کر تمام عرب کے سامنے سینہ سپر کریں اور پھر تمہارے بعد اور لوگ تمہارے خلیفہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھ کو تیری حمایت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غرضیکہ اس قبیلہ نے بھی انکار کردیا۔"

اس کے بعد جب قبیلہ بنو عامر اپنے علاقہ میں واپس گیا تو ایک بوڑھے آدمی کو جو کبرسنی کے باعث حج میں شریک نہ ہوسکا تھا سارا ماجرا سنایا اور بتایا کہ ہمارے پاس قبیلہ قریش کے خاندان بنوعبدالمطلب کا ایک جوان آیا تھا جس کا خیال تھا کہ وہ نبی ہے۔ اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ اس کا ساتھ دیں اور اپنے علاقہ میں لے آئیں۔ یہ سن کر اس بوڑھے نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا اور کہنے لگا اے بنو عامر! کیا اب اس کی تلافی کی کوئی سبیل ہے اور کیا اس عظمت رفتہ کو ڈھونڈا جاسکتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی اسمعیلی نے کبھی اس (نبوت) کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ یقیناً حق ہے۔ آخر تمہاری عقل کہاں چلی گئی تھی۔ (سیرت ابن ہشام اردو ا/۲۸۳)

Marfat.com

قبیلہ بنی ذہل بن شیبان:

قبیلہ بنی ذہل بن شیبان کے پاس آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے۔آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کے ایک رئیس مفروق سے کہا تم نے کسی پیغمبر کا تذکرہ سنا ہے۔وہ یہی ہیں۔

مفروق نے آنحضرت ﷺ کی طرف رخ کر کے کہا۔برادر قریش تم کیا تلقین کرتے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اللہ ایک ہے اور میں اس کا پیغمبر ہوں۔اور درج ذیل تلاوت فرمائی۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (الانعام۔۱۵۱)

''آپ (ﷺ) کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (یعنی جن کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے۔وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ۔خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ اور جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو۔ہاں مگر حق کے ساتھ،ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

اس قبیلہ کے دو اور رئیس تھے۔ایک مثنیٰ اور دوسرا ہانی بن قبیصہ۔اُن تینوں نے کلام کی تحسین کی لیکن کہا کہ:۔

''مدتوں کا خاندانی دین دفعتہً چھوڑ دینا زود اعتقادی ہے۔اس کے علاوہ ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں اور معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم اور کسی کے اثر میں نہ آئیں گے۔آپ ﷺ نے ان کی راست گوئی کی تحسین فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے دین کی آپ مدد کرے گا۔'' (سیرۃ النبی ج ا ص ۲۵۳)

یہ اور ایسے اور بھی کئی واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اپنے مخالفوں کے دلوں میں ان کی تہہ تک اتر جاتا اور وہ اس سے ضرور متاثر ہوتے۔بعض لوگوں نے اس کے اثر کو قبول کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور بعض نے اس کے اثر کو قبول نہ کر کے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر ڈالی۔

Marfat.com

باب:5

نبی ﷺ کے بدترین دشمن

آنحضرت ﷺ جب نبوت سے سرفراز ہوئے تو آپ ﷺ ابتداء میں دعوت وتبلیغ کا کام خاموشی سے کرتے رہے اور تین سال اس حال میں گزر گئے۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ کو اعلانیہ دعوت وتبلیغ کا حکم ہوا اور ارشاد ہوا

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔ (حجر۔۹۴)

''پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔''

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ، وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء۲۱۴۔۲۱۵)

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے۔ اس کے ساتھ فروتنی کے ساتھ پیش آ۔ جو ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے۔''

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ۔ (حجر۔۹۸)

''اور کہہ دیجئے میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

پیغمبر کی دعوت صرف رشتہ داروں کے لئے بلکہ پوری قوم کے لئے ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ تو پوری نسل انسانی کے لئے ہادی اور رہبر بن کر آئے تھے۔ قریبی رشتہ داروں کو دعوت ایمان، دعوت عام کے منافی نہیں بلکہ اسی کا ایک حصہ ہے۔

اس حکم کے بعد آنحضرت ﷺ باہر نکلے اور کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے یہ صدا لگائی۔

یا صباحاہ

یہ نعرہ عربوں کے لئے کوئی نیا نہیں تھا بلکہ ان کا جانا پہچانا تھا اور یہ کلمہ اس وقت بولا جاتا تھا جب دشمن اچانک حملہ کر دے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر تمام قبائل کے لوگ جمع ہو گئے اور جو لوگ خود نہیں جا سکتے تھے انہوں نے اپنی طرف سے کسی کو خبر لانے کے لئے بھیج دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہر، اے بنی کعب اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات پر یقین کرو گے۔''

سب لوگوں نے جواب میں کہا

ہاں! ہمارے تجربے میں تم کبھی جھوٹ بولنے والے نہیں رہے ہو۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا

''اچھا تو میں خدا کا سخت عذاب کرنے سے پہلے تم خبردار کرتا ہوں کہ اپنی جانوں کو اس کی پکڑ سے بچانے کی فکر کو۔ میں خدا کے مقابلے میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔''

اس پر ابولہب نے کہا:

تبًا لکَ اَمَا دعوتنا الا لھذا ؀

''تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا تو نے ہمیں اسی لئے بلایا تھا۔''

(صحیح بخاری کتب التفسیر)

اس شخص کا اصل نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اور اس کی کنیت ابوعتبہ تھی۔ لیکن اس کے چمکتے ہوئے سرخ و سفید رنگ کی وجہ سے ابولہب (شعلہ رو) مشہور ہوگیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ خود عبدالمطلب اسے ابولہب کہتے تھے۔ اس لئے یہ نام ایسا مشہور ہوا کہ اصل نام اس کے نیچے دب گیا۔

ابولہب کا کردار:

ابولہب نے اول روز ہی سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور مرتے دم تک وہ آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کی وجہ سے اپنے خاندان کے ساتھ ایسی شدید دشمنی کرتا رہا جو کوئی بدتر سے بدترین دشمن کرسکتا تھا۔ اس نے انسانیت بلکہ عرب کی معروف و مسلم اخلاقی روایات کی بھی ساری حدیں توڑ ڈالیں اور آنحضرت ﷺ کی دشمنی میں آدمیت و شرافت سے گزر کر کمینہ پن پر اتر آیا۔ حالانکہ آپ ﷺ کا اور اس کا خون کا رشتہ تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد اور یہ ایک ہی باپ کے بیٹے تھے۔ اگرچہ مائیں دونوں کی مختلف تھیں۔ عرب میں چچا کو باپ کی جگہ سمجھا جاتا تھا۔ خصوصاً جب کہ بھتیجے کا باپ وفات پاچکا ہو تو عربی معاشرے میں چچا سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ بھتیجے کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھے گا۔ لیکن اس شخص نے اسلام کی دشمنی اور کفر کی محبت میں ان تمام عربی روایات کو پامال کردیا۔

جب آنحضرت ﷺ نے کوہ صفا پر تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ تو ابولہب یک دم بھڑک اٹھا اور کہنے لگا:۔

''سارا دن تم پر ہلاکت ہو کیا اسی بات کے لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔''

آنحضرت ﷺ اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کر خاموش رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ معاشرتی سطح پر وہ آپ ﷺ کے باپ کے مقام پر تھا اور یہی کچھ باپ کے ادب کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ خاموش رہتے۔ لہذا اس کی بدتمیزی کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے اس کا نام لے کر دے دیا۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ، مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ، سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ، وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ، فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۔ (سورۃ اللھب)

Marfat.com

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگا، نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، وہ عنقریب بھڑ کنے والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی (جائے گی) جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔''

تمام مفسرین کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل کو آواز دی تو تمام لوگ آپ ﷺ کی آواز پر جمع ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک گھڑ سوار لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ ہم نے کبھی آپ ﷺ کو جھوٹا نہیں پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں تمہیں ایک بڑے عذاب سے ڈرا رہا ہوں۔ (اگر تم شرک میں مبتلا رہے) یہ سن کر ابولہب نے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔''

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ لہب حوالہ احسن البیان ص ۱۷۵۲)

قرآن میں ابولہب کا نام اور اس کی مذمت کرنے کی وجہ:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں مکہ کے تقریباً سب قبائل کمر بستہ تھے۔ اس لئے کہ تمام کے تمام قبائل بت پرست تھے اور آنحضرت ﷺ ان کے معبودوں پر ضرب کاری لگا رہے تھے اور تمام قبائل آنحضرت ﷺ کو دکھ پہنچانے میں مصروف تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام دشمنوں میں صرف ابولہب کا قرآن میں کیوں نام لے کر ذکر کیا۔ کیا اس کا جرم فی الواقع ہی اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کے حق میں پوری ''سورت لہب'' نازل فرمائی۔

اس کی دو وجوہات تھی۔

اول یہ کہ اس وقت پورے ملک میں بدامنی، دہشت گردی، انارکی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی قانون نہیں تھا۔ ہر وقت قتل و غارت کا بازار گرم رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص قتل ہو جاتا تو اس کے وارث کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ نہ کوئی حاکم تھا اور نہ کوئی عدالت اور صدیوں سے یہ حالت چلی آ رہی تھی کہ کسی شخص کے لئے اس کے خاندان اور خونی رشتہ دار کی حمایت کے سوا جان و مال اور عزت آبرو کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ لے دے کے ایک قبائلی حمیت کا جذبہ موجود تھا۔ جب کوئی شخص قتل ہوتا یا کوئی اور افتاد پڑتی تو وہ اپنے قبیلہ کو دادرسی کے لئے پکارتا اور پورا قبیلہ اس کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا اور اس کو قبیلہ کے لوگ ''صلہ رحمی'' کا نام دیتے اور صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک) کو بڑی اہمیت دیتے اور قطع رحمی کو بہت برا جانتے تھے۔ لیکن ابولہب ہی وہ بدبخت شخص ہے جس نے اعلانیہ اپنے قبیلہ کی ڈٹ کر مخالفت کی اور عرب کے اس اخلاقی قانون کی خلاف ورزی کر کے دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

Marfat.com

دوم وجہ یہ تھی کہ عرب میں چچا کو باپ کا درجہ حاصل تھا۔ ابولہب اور آنحضرت ﷺ کے والد دونوں عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔لیکن ان کی مائیں مختلف تھیں۔آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل انتقال کر چکے تھے اور عرب معاشرہ میں ابولہب سے یہ توقع کی جانی ضروری تھی کہ وہ آپ ﷺ کی کفالت کرے۔لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ مخالفت کا سلسلہ شروع کر دیا اور عربی روایات کو پس پشت ڈال کر اسلام دشمنی اور کفر کی محبت میں بہت زیادہ آگے بڑھ گیا۔ابولہب کی بجائے آپ ﷺ کے چھوٹے چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے زندگی بھر قریش مکہ کی مخالفت مول لی۔حالانکہ ابوطالب آخر دم تک ایمان کی نعمت سے محروم رہے۔

ابولہب آپ ﷺ سے بغض وعناد رکھنے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔اس لئے اس کا شمار آپ ﷺ کے صف اول کے دشمنوں میں ہوتا ہے۔کوہ صفا پر جب آپ ﷺ نے اپنی دعوت پیش کی تو اس نے جس قدر بدتمیزی، گستاخی، بدخلقی اور عداوت کا مظاہرہ کیا تھا اس پر آپ ﷺ اس وقت خاموش رہے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ معاشرتی سطح پر ابولہب آپ ﷺ کے باپ کے مقام پر تھا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی بدتمیزی کا جواب خود اس کا نام لے کر دیا۔

بدترین ہمسایہ:

مکہ میں ابولہب آنحضرت ﷺ کے قریب ترین ہمسایہ تھا۔ابن سعد کے مطابق ایک طرف ابولہب کا مکان تھا اور دوسری طرف عقبہ بن ابی معیط کا مکان تھا اور درمیان میں آنحضرت ﷺ کا مکان تھا اور یہ دونوں (ابولہب وعقبہ) آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

میں دو بدترین ہمسایوں کے درمیان تھا۔ایک ابولہب' دوسرے عقبہ۔

(سیر سرور دوعالم ج۲ ص۵۰۰)

نبی ﷺ کی صاحبزادیوں کو ابولہب کا اپنے بیٹوں سے طلاق دلوانا:

بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے اپنی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا تھا۔حضرت رقیہؓ کا نکاح عتبہ سے ہوا تھا اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

ابولہب جب آنحضرت ﷺ کی دشمنی اور مخالفت میں بہت زیادہ آگے بڑھ گیا اور آنحضرت ﷺ کی دعوت سے بوکھلا گیا تو اس نے از راہ بغض وعناد اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کہا

میرے لئے تم سے ملنا حرام ہے اگر تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔

چنانچہ دونوں نے طلاق دے دی۔

عتیبہ تو جہالت میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ ایک دن آنحضرت ﷺ سے گستاخی سے پیش آیا اور کہا

Marfat.com

والنجمِ اِذَ ھَویٰ (قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے)

اور

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی (پھر نزدیک ہوا اور اترا آیا)

کا انکار کرتا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ پر تھوکا۔ لیکن تھوک آپ ﷺ پر نہیں پڑا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کر دے۔ نبی ﷺ کی یہ بددعا قبول ہوئی۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں

چنانچہ عتیبہ ایک بار قریش کے کچھ لوگوں کے ہمراہ سفر میں گیا۔ جب انہوں نے ملک شام کے مقام زَرقَـا میں پڑاؤ ڈالا تو رات کے وقت شیر نے ان کا چکر لگایا۔ عتیبہ نے دیکھتے ہی کہا ہائے میری تباہی۔ یہ خدا کی قسم مجھے کھا جائے گا۔ جیسا کہ محمد (ﷺ) نے مجھ پر بددعا کی ہے۔ دیکھو میں شام میں ہوں۔ لیکن اس نے مکہ میں رہتے ہوئے مجھے مار ڈالا۔ احتیاطاً لوگوں نے عتیبہ کو اپنے اور جانوروں کے گھیرے کے بیچوں بیچ سلایا۔ لیکن رات کو شیر سب کو پھلانگتا ہوا سیدھا عتیبہ کے پاس پہنچا اور سر پکڑ کر ذبح کر ڈالا۔ (الرحیق المختوم ص ۱۴۹)

ابولہب کا دوسرا بیٹا عتبہ فتح مکہ پر ایمان لے آیا اور آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی وفات پر ابولہب کا اظہار مسرت:

حضرت رسول اکرم ﷺ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسمؓ تھے۔ اسی نسبت سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ حضرت قاسم ڈیڑھ سال کے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد حضرت زینبؓ تھیں جن کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا۔ حضرت زینبؓ کے بعد حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ ان کا لقب طاہر وطیب تھا۔ جب حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ ﷺ سے قریش کی بہت زیادہ سخت مخالفت تھی۔ ابولہب آپ ﷺ کا قریبی ہمسایہ تھا۔ حضرت عبداللہ کے انتقال پر اس بدبخت نے اپنے بھتیجے کے غم میں شریک ہونے کی بجائے خوشی کا اظہار کیا اور قریش کے سرداروں کے پاس خوشی خوشی دوڑا ہوا پہنچا اور ان کو خبر دی۔ آج محمد (ﷺ) بے نام ونشان ہو گئے ہیں۔

ابولہب کی اس حرکت کے جواب میں سورۃ کوثر نازل ہوئی۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ، فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ، اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر)

''یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے۔ پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے۔''

Marfat.com

ان آیات میں جہاں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔ وہاں اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ تمہارا دشمن ہی رسوا اور ذلیل وخوار ہوگا۔ مولانا سید مودودی مرحوم لکھتے ہیں کہ

''۸ھ میں جب آپ ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی تو قریش کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا اور انہیں بے بسی کے ساتھ ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ اس کے بعد ایک سال کے اندر پورا ملک عرب حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ ملک کے گوشے گوشے سے قبائل کے وفود آ کر بیعت کر رہے تھے اور آپ ﷺ کے دشمن بالکل بے بس اور بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے تھے۔ پھر وہ ایسے بے نام ونشان ہوئے کہ ان کی اولاد اگر دنیا میں باقی رہی بھی تو ان میں سے آج کوئی نہیں جانتا کہ وہ ابوجہل یا ابولہب یا عاص بن وائل یا عقبہ بن ابی معیط وغیرہ اعدائے اسلام کی اولاد میں سے ہے اور جانتا بھی ہو تو یہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اس کے اسلاف یہ لوگ تھے۔ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی آل پر آج دنیا بھر میں درود بھیجا جا رہا ہے۔ کروڑوں مسلمانوں کو آپ ﷺ سے نسبت پر فخر ہے۔ لاکھوں انسان آپ ﷺ ہی سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کے خاندان اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے خاندانوں تک سے انتساب کو باعث عزوشرف سمجھتے ہیں۔ کوئی سید ہے، کوئی علوی ہے، کوئی عباسی ہے، کوئی ہاشمی ہے، کوئی صدیقی ہے، کوئی فاروقی، کوئی عثمانی، کوئی زبیری اور کوئی انصاری۔ مگر نام کو بھی کوئی ابوجہلی یا ابولہبی نہیں پایا جاتا۔ تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ ابتر حضور ﷺ نہیں بلکہ آپ ﷺ کے دشمن تھے اور ہیں۔'' (تفہیم القرآن ۶/ ۴۹۷)

دعوت اسلامی کے کام میں ابولہب کا رکاوٹیں ڈالنا:

رسول اللہ ﷺ جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے جاتے ابولہب آپ ﷺ کے پیچھے جاتا اور لوگوں کو آپ ﷺ کی بات سننے سے منع کرتا۔

مسند احمد میں ہے کہ

ربیعہ بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں نوعمر تھا اور اپنے والد کے ساتھ ذوالمجاز کے بازار میں گیا۔

وہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔

آپ فرما رہے تھے۔

لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں فلاح پاؤ گے۔

آپ کے پیچھے ایک شخص کہتا جا رہا تھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ دین آبائی سے پھر گیا ہے۔

میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔

(سیرت سرور عالم ۲/ ۵۰۱)

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں

Marfat.com

اس کام میں سب سے زیادہ پیش پیش ابولہب تھا۔ وہ حج کے ایام میں لوگوں کے ڈیروں اور عکاظ‘ مجنہ اور ذوالمجاز کے بازاروں میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے لگا رہتا۔ آپ ﷺ اللہ کے دین کی تبلیغ کرتے اور ابولہب پیچھے پیچھے یہ کہتا کہ اس کی بات نہ ماننا یہ جھوٹا بددین ہے۔

(الرحیق المختوم ص ۱۲۲)

شعب ابی طالب کے محاصرے میں ابولہب کا کردار:

۷ھ میں قریش کے تمام خاندانوں نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کا معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کیا۔ یہ دونوں خاندان آنحضرت ﷺ کی حمایت پر ثابت قدم رہتے ہوئے شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ ابولہب بن عبدالمطلب اس میں شامل نہ تھا۔ وہ قریش کا ہمنوا تھا۔ یہ مقاطعہ تین سال تک جاری رہا۔ اس دوران بنی ہاشم اور بنی المطلب پر فاقوں کی نوبت آ گئی۔

مولانا سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

’’مگر ابولہب کا یہ حال تھا کہ مکہ میں کوئی تجارتی قافلہ آتا تو شعب ابی طالب کے محصورین میں سے کچھ لوگ خوراک کا سامان خریدنے کے لئے اس کے پاس جاتے تو یہ تاجروں سے پکار کر کہتا کہ ان سے اتنی قیمت مانگو کہ یہ خرید نہ سکیں۔ تمہیں جو خسارہ ہوگا اسے میں پورا کروں گا۔ چنانچہ وہ بے تحاشا قیمت طلب کرتے اور خریدار اپنے بھوک سے تڑپتے ہوئے بال بچوں کے پاس خالی ہاتھ پلٹ جاتا۔ پھر ابولہب انہی تاجروں سے وہی چیزیں بازار کے بھاؤ خرید لیتا۔‘‘

(سیرت سرور عالم ۲/۵۰۶)

ابولہب کی بیوی:

ابولہب کی بیوی کا نام اروی اور کنیت ام جمیل تھی۔ یہ ابوسفیان بن حرب بن امیہ کی بہن تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کو حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لکڑیاں ڈھونے والی) کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی عداوت اپنے شوہر ابولہب سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جنگل سے خاردار لکڑیاں لا کر آنحضرت ﷺ کے راستے میں بچھا دیتی تا کہ آپ ﷺ کے پاؤں کانٹوں سے زخمی ہوتے رہیں۔ یہ عورت بڑی بدزبان‘ بدخلق اور مفسدہ پرداز تھی۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ

’’جب ابولہب کی بیوی ام جمیل نے سنا کہ اس کے خاوند کی مذمت میں قرآن شریف کی آیات نازل ہوئی ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں خانہ کعبہ میں آئی اور اس کے ہاتھ میں کنکر تھے اور حضور ﷺ اس وقت کعبہ کے پاس تشریف رکھتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے۔ وہ ابوبکرؓ کے پاس آ کر کھڑی ہوئی اور حضور ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اندھا کر دیا کہ سوائے ابوبکرؓ کے حضور ﷺ کو اس نے بالکل نہ دیکھا۔ ابوبکرؓ سے پوچھنے لگی تمہارے

Marfat.com

صاحب یعنی رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں۔ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ وہ میری ہجو کرتے ہیں۔ اگر مجھ کو مل جائیں تو میں یہ کنکر ان کے منہ پر ماروں۔ پھر یہ کہہ کر ام جمیل چلی گئی۔

(سیرت ابن ہشام (اردو) ج ا ص ۲۳۲)

بعض مفسرین کرام نے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ آخرت میں اس کا حال یہ ہوگا کہ وہ لکڑیاں لا لا کر اس آگ میں ڈالے گی جس میں ابولہب جل رہا ہوگا۔ (تفہیم القرآن ۶......۵۲۷)

ابولہب کا جنگ بدر سے فرار:

رمضان ۲ھ میں مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان حق و باطل کا پہلا معرکہ ہوا جس میں امت اسلامیہ کی تقدیر اور دعوت حق کے مستقبل کا فیصلہ ہوا۔ جس میں پوری نسل انسانی کی قسمت کا انحصار تھا۔

ابولہب جس قدر دولت مند تھا اتنا ہی بخیل اور بزدل تھا۔ جنگ بدر میں قریش کے سرکردہ اراکین شامل ہوئے۔ لیکن ابولہب اس سے فرار کی راہیں سوچنے لگا۔ چنانچہ آخر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی۔ اس نے ایک شخص سے چار ہزار درہم قرضہ لینا تھا جس کی وصولی کی اسے امید نہ تھی۔ اس نے اس شخص سے کہا کہ میں تم سے قرض واپس نہیں مانگتا۔ تم میری جگہ جنگ میں شریک ہو جاؤ۔ اس شخص نے ابولہب کی اس تجویز کو منظور کر لیا اور وہ شخص جنگ میں شامل ہو گیا اور ابولہب جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔

جنگ بدر میں قریش کے ۷۰ آدمی قتل ہوئے اور اتنے ہی قید ہوئے۔ قتل ہونے والوں میں اکثر سرداران قریش شامل تھے۔ قریش مکہ شکست کھا کر واپس مکہ آئے تو ابولہب نے ابوسفیان سے پوچھا کہ جنگ کا کیا نتیجہ نکلا ہے تو اس نے کہا شکست۔ ۷۰ آدمی قتل ہو گئے ہیں اور ۷۰ آدمی قید ہو گئے ہیں۔ ابوسفیان کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ابولہب کا رنگ متغیر ہو گیا اور اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔

ابولہب کی عبرتناک موت:

جنگ بدر کے چند روز کے بعد ابولہب عدیسہ کی بیماری میں مبتلا ہوا جس میں طاعون کی طرح گلٹی نکلتی ہے۔ اسی میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ تین دن تک اس کی لاش یوں ہی پڑی رہی۔ حتیٰ کہ سخت بدبودار ہو گئی۔ بالآخر اس کے لڑکوں نے بیماری کے پھیلنے اور عار کے خوف سے اس کی لاش پر دور سے پتھر پھینک کر باپ کی لاش کو چھپا دیا۔

(احسن البیان ص ۱۷۵۴، الرحیق المختوم ص ۳۵۴)

مولانا سید مودودی مرحوم لکھتے ہیں:۔

"قرآن مجید میں سورۃ لہب کے نزول پر ابولہب اور اس کی بیوی اور اس کے گھر والے بہت بلبلائے مگر اس میں جو کچھ فرمایا گیا تھا وہ پتھر کی لکیر تھا۔ فرمایا گیا "ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ۔" یہ ایک پیشین گوئی تھی جو صیغہ ماضی میں اس لئے بیان کی گئی کہ اس کا پورا ہونا یقینی تھا۔ جیسے کہ وہ پوری ہو چکی۔ ہاتھ ٹوٹنے سے مراد جسمانی ہاتھ ٹوٹنا نہیں بلکہ کسی شخص کا اپنے مقصد میں قطعی ناکام

Marfat.com

ہو جانا ہے جس کے لئے اس نے اپنی پورا زور لگا دیا ہو۔ چنانچہ واقعی یہی ہوا کہ حضور ﷺ کی مخالفت شروع کرنے کے بعد چند سال کے اندر ابولہب ایسی ناکامی سے دوچار ہوا جو سخت عبرتناک تھی۔ جنگ بدر میں قریش کے اکثر و بیشتر وہ بڑے بڑے سردار مارے گئے جو اسلام دشمنی میں اس کے ساتھی تھے۔ مکہ میں جب شکست کی خبر پہنچی تو اس کو اتنا رنج ہوا کہ سات دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔

ابولہب کی مزید شکست اس طرح ہوئی کہ جس دین کی راہ روکنے کے لئے اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا اسی دین کو اس کی اولاد نے قبول کیا۔ سب سے پہلے اس کی بیٹی درّہ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پہنچیں اور اسلام لائیں۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور معتب حضرت عباسؓ کی وساطت سے حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوئے اور ایمان لا کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔" (سیرت سرور عالم ۲/۵۰۴، تفہیم القرآن ۶/۵۲۶)

عاص بن وائل:

عاص بن وائل کا شمار بھی مکہ کے ان لوگوں میں ہوتا ہے جو رسول دشمنی میں صف اول میں شمار ہوتے تھے۔ عاص بن وائل کو زمانہ جاہلیت میں بھی بڑی شہرت و عزت حاصل تھی۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی سہم سے تھا اس کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

عاص بن وئل بن ہشام بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب

استاد محمد فرج مصری نے اپنی کتاب "العبقریته العسکریه فی غزوات الرسول" میں لکھا ہے کہ عاص بن وائل کا شمار عرب جاہلیت کے بڑے بڑے سرداروں اور اعیان و اشراف میں ہوتا تھا۔ وہ بنی سہم کا سب سے بڑا شخص اور حرب الفجار الثانی میں فوج کا سپہ سالار تھا۔ (عمرو بن العاص از محمد فرج مصری ص ۳۶)

دوسرے مورخین نے بھی لکھا ہے ہ عاص بن وائل کا شمار رؤسائے مکہ میں ہوتا تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ

"جب حضرت عمر بن خطاب اسلام لائے اور مشرکین مکہ نے حسب معمول آپ کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تو اس وقت عاص بن وائل نے حضرت عمرؓ کو پناہ دی اور مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے نجات دلائی اور اس نے مشرکین سے کہا "ایک آدمی نے اپنی مرضی سے اپنے لئے ایک راستہ اختیار کر لیا ہے۔ تم کیوں اس میں مخل ہوتے ہو۔" چنانچہ عاص کے سمجھانے سے مشرکین نے حضرت عمرؓ کو ستانا چھوڑ دیا۔"

عاص بن وائل کا شمار مکہ کے بڑے رؤسا میں ہوتا تھا۔ اس کا کاروبار بہت وسیع تھا۔ اس کے کارندے یمن سے چمڑا اور حبشہ سے خوشبویات لے کر شام جاتے تھے اور شام سے کشمش اور انجیر لا کر یمن اور حبشہ میں فروخت کرتے تھے۔

عاص بن وائل کی رسول دشمنی:

عاص بن وائل کی زندگی میں آنحضرت ﷺ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ عاص نہ صرف آپ ﷺ پر ایمان لایا

Marfat.com

بلکہ آپ ﷺ کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہوگیا۔ وہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو اس کی زبان درازیوں اور ایذاؤں سے بے حد تکلیف پہنچتی تھی۔

عاص بن وائل کی رسول دشمنی اور اپنے مال اور اولاد سے محبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیات نازل کیں۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ آہن گری کا کام کرتے تھے۔ ان سے عاص بن وائل نے چند تلواریں خریدیں۔ لیکن موقع پر قیمت ادا نہ کی اور کچھ دن بعد قیمت ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ حضرت خباب وعدہ کے مطابق اس سے رقم لینے گئے تو اس نے کہا کہ جب تک تو محمد (ﷺ) کے ساتھ کفر نہیں کرے گا میں تجھے تیری رقم نہ دوں گا۔ انہوں نے کہا یہ کام تو تو مر کر زندہ ہو جائے تب بھی نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اچھا پھر ایسے ہی سہی۔ جب مجھے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا اور وہاں مجھے مال و اولاد سے نوازا جائے گا تو وہاں میں یہ رقم ادا کر دونگا۔

(صحیح بخاری بحوالہ احسن البیان ص ۸۵۰)

اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا۔ (مریم ۷۷ تا ۸۰)

''کیا تو نے اسے بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہا مجھے تو مال و اولاد ضرور دی جائے گی۔ کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اللہ کا کوئی وعدہ لے چکا ہے۔ ہرگز نہیں یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے۔ یہ جن چیزوں کو کہہ رہا ہے اسے ہم اس کے بعد لے لیں گے اور یہ تو اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔''

ان آیات کی تفسیر میں صاحب احسن البیان لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ جو کر رہا ہے کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہاں بھی اس کے پاس مال اور اولاد ہوگی۔ یا اللہ سے اس کا کوئی عہد ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ صرف تعلّی اور آیات الٰہی کا استہزا ہے۔ یہ جس مال و اولاد کی بات کر رہا ہے اس کے وارث تو ہم ہیں۔ یعنی مرنے کے ساتھ ہی اس کا تعلق ختم ہو جائے گا اور ہماری بارگاہ میں یہ اکیلا آئے گا۔ نہ مال ساتھ ہوگا اور نہ اولاد اور نہ کوئی جتھہ۔ البتہ عذاب ہوگا جو اس کے لئے اور ان جیسے دیگر لوگوں کے لئے ہم بڑھاتے رہیں گے۔'' (احسن البیان ص ۸۵۰)

Marfat.com

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی مرحوم ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان آیات کا روئے سخن ایک قریشی سردار عاص بن وائل سہمی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔

سیدنا خباب بن ارتؓ کہتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار کا پیشہ کیا کرتا تھا۔ میں نے عاص بن وائل سہمی کے لئے ایک تلوار بنائی۔ میں اس کی مزدوری مانگنے کے لئے عاص کے پاس گیا۔ وہ کہنے لگا میں اس وقت تک تجھے مزدوری نہیں دوں گا جب تک تو محمد (ﷺ) سے پھر نہ جائے۔ میں نے کہا ''جب اللہ تجھے موت دے گا۔ پھر تجھے زندہ کرے گا۔ میں تو اس وقت تک بھی محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا۔'' وہ کہنے لگا ''اچھا اگر اللہ مجھے مرنے کے بعد زندہ کرے گا تو پھر مجھے مال اور اولاد بھی دے گا۔ (اس وقت تمہارا حساب چکا دوں گا)۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ (بخاری)

یعنی کیا اسے غیب کے حالات پر جو دوسری زندگی میں پیش آنے والے ہیں یہ اطلاع ہو گئی ہے کہ واقعی اسے اس دوسرے عالم میں بھی ویسے ہی مال و دولت ملے گا۔ جیسا اس دنیا میں اس کے پاس موجود ہے۔ یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے کہ وہ اسے دوسرے عالم میں ضرور مال و دولت عطا کرے گا اور وہاں وہ اپنے قرض خواہ کا حساب بے باق کر سکے گا۔ اس کے نامہ اعمال میں اس کا یہ غرور کا کلمہ بھی ضرور درج کر لیا جائے گا اور اس کے گناہوں کی سزا پر اس کی اس جسارت کے گناہ کا مزید اضافہ کیا جائے گا

اور یہ جس مال و دولت کی بات کر رہا ہے یہ سب کچھ یہی دنیا میں دھرا رہ جائے گا اور بالآخر یہ سب کچھ ہماری ملکیت میں آ جائے گا اور یہ شخص خالی ہاتھ ہمارے پاس حاضر ہو گا۔ البتہ اس کے گستاخانہ کلمات اور بدکرداریاں ضرور اس کے ساتھ رہیں گی جن کی اسے قرار واقعی سزا ملے گی۔ (تیسیر القرآن ج ۳ ص ۵۳۔۵۴)

عاص بن وائل کی رسول دشمنی کا ایک اور واقعہ بھی علمائے کرام اور ارباب سیر نے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ جن کا لقب طاہر و طیب تھا، انتقال کیا تو اس نے بھی ابولہب کی طرح یہ بکواس کیا تھا۔

ان محمدًا ابتر (یعنی محمد ﷺ کا نام اب باقی نہیں رہا)

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل فرمائی۔ جس کی آخری آیت ہے۔

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ .

(یعنی اے محمد ﷺ تیرے دشمن کا ہی کوئی نام لیوا باقی نہیں رہے گا)۔

وفات:

عاص بن وائل نے حالت کفر میں ۸۵ برس کی عمر میں ہجرت نبوی کے ایک ماہ بعد انتقال کیا۔ اس کی مخالفت اور ایذا رسانی آخر وقت تک قائم رہی۔ (کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹)

Marfat.com

ولید بن مغیرہ:

ولید بن مغیرہ کا شمار مکہ کے رؤسا میں ہوتا تھا اور اس کا تعلق بنو مخزوم سے تھا اور ابوجہل عمرو بن ہشام کا چچا تھا۔ بنو امیہ کے بعد جس قبیلہ کو بنو ہاشم کی برابری کا دعویٰ تھا وہ بنو مخزوم تھے اور اس خاندان نے رسول دشمنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس خاندان نے سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی۔

ولید بن مغیرہ بہت شریر شخص تھا اور اپنی خباثت، رذالت اور کمینہ پن میں بہت زیادہ مشہور تھا۔ اس میں تمام بری خصلتیں موجود تھیں۔ بعض مفسرین کرام نے تصریح کی ہے کہ درج ذیل آیات اس کے بارے میں نازل ہوئی۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ، هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ، مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ، عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ۔ (القلم ۱۰۔۱۳)

''اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہنا نہ ماننا۔ جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے زیادہ بڑھ جانے والا گنہگار، گردن کش پر ساتھ ہی بے نسب ہو۔''

ان آیات کی تفسیر میں مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم لکھتے ہیں۔

ان آیات میں ایک خاص شریر کافر ولید بن مغیرہ کی صفات رذیلہ بیان کر کے اس سے اعراض کرنے اور اس کی بات نہ ماننے کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۵۳۳)

آنحضرت ﷺ کی دشمنی میں اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن اگر حق ہوتا تو میرے اوپر نازل ہوتا۔ کیونکہ میں قریش کا بڑا بوڑھا اور سردار ہوں یا ابو مسعود عمرو بن مسعود ثقفی پر نازل ہوتا کیونکہ وہ بنی ثقیف کا سردار ہے اور ہم دونوں دو شہروں کے بڑے شخص ہیں۔ ہم کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) پر کیوں نازل ہوا۔ (سیرت ہشام ج ۱ ص ۲۳۷)

ولید بن مغیرہ کے اس کلام پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ۔ (الاحزاف۔۳۱)

''اور کہنے لگے یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔''

صاحب احسن البیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''دونوں بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے اور بڑے آدمی سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک مکے کا ولید بن مغیرہ اور طائف کا عمرو بن مسعود ثقفی ہے۔'' (احسن البیان ص ۱۳۸۳)

قریش مکہ آنحضرت ﷺ کی تبلیغ میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے نت نئے منصوبے بناتے تھے اور آپس میں یہ صلاح مشورہ کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق کوئی ایسی بات کہیں کہ جس کی وجہ سے اہل عرب کے دلوں میں آپ ﷺ کی تبلیغ کا اثر نہ ہو۔ چنانچہ سرداران قریش اس سلسلہ میں گفت وشنید کے لئے ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ اس کے بعد ولید بن مغیرہ اور حاضرین مجلس کے درمیان جو گفت وشنید ہوئی اس کو مولانا صفی الرحمان مبارک پوری

Marfat.com

کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔

ولید نے کہا:

''اس بارے میں تم سب لوگ ایک رائے اختیار کرلو۔تم میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ خود تمہارا ہی ایک آدمی دوسرے آدمی کی تکذیب کرے اور ایک کی بات دوسرے کی بات کو کاٹ دے۔''

لوگوں نے کہا

آپ ہی کہیے۔

ولید نے کہا

نہیں تم لوگ کہو، میں سنوں گا۔

اس پر چند لوگوں نے کہا

ہم کہیں گے، وہ کاہن ہے۔

ولید نے کہا

''نہیں بخدا وہ کاہن نہیں ہے۔ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔اس شخص کے اندر نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے اور نہ ان کے جیسی کافیہ گوئی اور تک بندی۔''

اس پر لوگوں نے کہا

یہ کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔

ولید نے کہا

''نہیں وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ہم نے پاگل بھی دیکھا ہے اور اس کی کیفیت بھی۔اس شخص کے اندر نہ پاگلوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت ہے اور الٹی سیدھی حرکتیں ہیں۔نہ ان کے جیسی بہکی بہکی باتیں۔''

لوگوں نے کہا

تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔

ولید نے کہا

''وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ہمیں رجز، ہجز، قریض، قبوض، مبسوط سارے ہی اصناف سخن معلوم ہیں۔ اس کی بات بہرحال شعر نہیں ہے۔''

لوگوں نے کہا

تب ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔

ولید نے کہا

Marfat.com

''یہ شخص جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے جادوگر اور ان کا جادو بھی دیکھا ہے۔ یہ شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے نہ گرہ لگاتا ہے۔''

لوگوں نے کہا

تب ہم کیا کہیں گے؟

ولید نے کہا

''خدا کی قسم اس کی بات بڑی شیریں ہے۔ اس کی جڑ پائیدار ہے اور اس کی شاخ پھلدار۔ تم جو بات بھی کہو گے لوگ اسے باطل سمجھیں گے البتہ اس کے بارے میں مناسب بات یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ جادوگر ہے۔ اس نے ایسا کلام پیش کیا ہے جو جادو ہے۔ اس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر بیوی اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔''

بالآخر لوگ اس تجویز پر متفق ہو کر وہاں سے رخصت ہوئے۔

(الرحیق المختوم ص ۱۲۰۔۱۲۱)

ولید بن مغیرہ نے لوگوں کی ساری تجاویز رد کر دیں تو لوگوں نے کہا پھر آپ ہی بتائیں کہ ہم کیا لائحہ عمل اختیار کریں۔ جس سے ہم محمد (ﷺ) کی تبلیغ اور دعوت میں رکاوٹ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس پر ولید نے کہا ذرا سوچ لینے دو۔ اس کے بعد وہ سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی مذکورہ بالا رائے ظاہر کی۔

اس معاملے میں ولید کے متعلق سورۃ مدثر کی ۱۶ آیات نازل ہوئیں۔

ذَرْنِی وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْداً ،وَجَعَلْتُ لَهُ مَالاً مَّمْدُوداً ، وَبَنِینَ شُهُوداً ،وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِیْداً ، ثُمَّ یَطْمَعُ أَنْ أَزِیْدَ، کَلَّا إِنَّهُ کَانَ لِآیَاتِنَا عَنِیْداً ، سَأُرْهِقُهُ صَعُوداً ، إِنَّهُ فَکَّرَ وَقَدَّرَ،فَقُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ،ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ،ثُمَّ نَظَرَ،ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ،ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ،فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ یُؤْثَرُ،إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ، سَأُصْلِیهِ سَقَرَ۔ (المدثر ۱۱۔۲۶)

''مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلے پیدا کیا ہے اور اسے بہت سا مال دے رکھا ہے اور حاضر باش فرزند بھی اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے۔ پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ نہیں نہیں وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ عنقریب میں اسے ایک سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔ اس نے غور کر کے تجویز کی۔ اسے ہلاکت ہو کیسی (تجویز) سوچی۔ پھر وہ غارت ہو کیسا اندازہ کیا۔ اس نے پھر دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے۔ جو نقل کیا جاتا ہے سوائے انسانی کلام کے کچھ بھی نہیں۔

Marfat.com

میں عنقریب اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔‘‘

مفسرین کرام نے ان آیات کا مصداق ولید بن مغیرہ کو ٹھہرایا ہے۔ سید مولانا مودودی مرحوم لکھتے ہیں کہ

’’آیت ۱۱ سے ۲۶ تک ولید بن مغیرہ کا نام لئے بغیر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو کیا کچھ نعمتیں دی تھیں اور ان کا جواب اس نے کیسی حق دشمنی کے ساتھ دیا ہے۔ اس سلسلے میں اس کی ذہنی کشمکش کی پوری تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ ایک طرف دل میں وہ محمد ﷺ اور قرآن کی صداقت کا قائل ہو چکا تھا۔ مگر دوسری طرف اپنی قوم میں اپنی ریاست و وجاہت کو بھی خطرے میں نہ ڈالنا چاہتا تھا۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ وہ ایمان لانے سے باز رہا بلکہ کافی دیر تک اپنے ضمیر سے لڑنے جھگڑنے کے بعد آخر کار یہ بات بنا کر لایا کہ خلق خدا کو اس کلام پر ایمان لانے سے باز رکھنے کے لئے اسے جادو قرار دینا چاہیے۔ اس کی اس صریح بد باطنی کو بے نقاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اپنے اس کرتوت کے بعد بھی یہ شخص چاہتا ہے کہ اسے مزید انعامات سے نوازا جائے۔ حالانکہ اب یہ انعام کا نہیں بلکہ دوزخ کا سزاوار ہو چکا ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۴۱)

یہ حقیقت ہے کہ ولید بن مغیرہ کافی سمجھدار اور عربی کلام کے نشیب و فراز سے مکمل طور پر واقف تھا اور قرآن مجید سے کافی حد تک متاثر ہو چکا تھا۔ لیکن اپنی سیادت کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا اور اس کے ساتھ دیگر روسائے قریش کی بھی یہ کوشش تھی کہ ولید بن مغیرہ اسلام قبول نہ کرے۔ اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو پھر ہمارا کہیں ٹھکانہ نہیں اور ہماری عزت خاک میں مل جائے گی۔ چنانچہ اس کو اسلام سے باز رکھنے میں اس کے بھتیجے ابوجہل (عمرو ابن ہشام بن مغیرہ) نے اہم کردار ادا کیا۔ ولید بن مغیرہ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں جو کہا وہ سب اس کے دماغ کی اختراع تھی اور اس نے محض اپنے جاہ و اقتدار کو محفوظ رکھنے کی خاطر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات (۱۱ تا ۲۶) میں اس کی ہٹ دھرمی اور کج فکری کا نقشہ پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ اس کی اس ہٹ دھرمی اور غلط سوچ کی بنا پر ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم کی آگ اس کو مسلسل جلاتی رہے گی اور اس آگ سے اس کی موت واقع نہ ہو گی اور وہ مسلسل دائمی عذاب میں مبتلا رہے گا۔

ولید بن مغیرہ کے بارہ لڑکے تھے۔ جن میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تاریخ کے صفحات اس سے لبریز ہیں۔ ولید بن مغیرہ نے حالت کفر میں انتقال کیا۔

ابوجہل عمرو بن ہشام:

عمرو بن ہشام بن مغیرہ مکہ کے رئیس ولید بن مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ ولید بن مغیرہ کی وفات کے بعد سیادت اسی کے حصہ میں آئی۔ اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ لیکن اس کی اسلام دشمنی اور ہٹ دھرمی کی بنا پر مسلمانوں میں اس کی کنیت ابوجہل مشہور ہوئی۔ ابوجہل کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں دو قبائل بنو امیہ اور بنی مخزوم

Marfat.com

نے جو کردار ادا کیا اس سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا تعلق بنو ہاشم سے تھا اور مکہ کی سیادت بنو ہاشم کے پاس تھی۔ سردار عبدالمطلب نے اپنے زور واثر سے زندگی بھر اپنی سیادت کو قائم رکھا۔ لیکن ان کے بعد اس خاندان میں کوئی صاحب اثر پیدا نہ ہوا۔ ابوطالب دولت مند نہ تھے۔ عباس دولت مند تھے لیکن فیاض نہ تھے۔ ابولہب بدچلن اور بدخصلت تھا۔ ان وجوہات کی وجہ سے بنو ہاشم کا اقتدار گھٹتا گیا اور بنو امیہ کا اقتدار بڑھتا گیا۔

بنوامیہ نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بدر کے سوا تمام لڑائیاں ابوسفیان اموی نے ہی برپا کیں اور وہی ان لڑائیوں میں رئیس لشکر رہا۔ عقبہ بن ابی معیط بھی بنوامیہ سے تھا اس نے بھی آنحضرت ﷺ کو بہت زیادہ مصائب وآلام میں مبتلا کیا۔ عقبہ بن ابی معیط ہی نے آنحضرت ﷺ پر خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں اونٹ کا اوجھ رکھا تھا۔

بنوامیہ کے بعد جس خاندان کو بنو ہاشم کی برابری کا دعوٰی تھا وہ بنی مخزوم تھے۔ ولید بن مغیرہ اسی خاندان کا رئیس تھا۔ ابوجہل ولید بن مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ اس خاندان نے سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی۔ اس خاندان کی مخالفت ابوجہل کی ایک تقریر سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تقریر علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں سیرت ابن ہشام سے نقل کی ہے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

''ایک دفعہ اخنس بن شریق ابوجہل کے پاس گیا اور کہا محمد (ﷺ) کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ابوجہل نے کہا ہم اور بنو عبد مناف (یعنی آل ہاشم) ہمیشہ حریف قبائل رہے۔ انہوں نے مہمانداریاں کیں۔ تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے خون بہا دیئے تو ہم نے بھی دیئے۔ انہوں نے فیاضیاں کیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر کیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے کاندھے سے کاندھا ملا دیا۔ تو اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔'' (سیرۃ النبی ج ا ص ۲۱۷)

ابوجہل کا مقام:

ولید بن مغیرہ کی وفات کے بعد مکہ کی سیادت ابوجہل کے حصہ میں آئی۔ جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو مکہ کے تمام رؤسا جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے مخالفت پر اتر آئے تو اس وقت آپ ﷺ نے دعا کی۔

اَللّٰھم اَعِزَّ الاسْلَامَ بَاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ بِعمر بن خطاب اَوْ اَبِی جھل بن ھشام۔

(جامع ترمذی ۲/۲۰۹)

''اے اللہ عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت عمر بن خطاب (جن کا تعلق بنو عدی سے تھا) مسلمان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دونوں میں زیادہ محبوب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

Marfat.com

ابوجہل کی بتوں سے محبت

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ایک روز ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔اے محمد (ﷺ) قسم ہے خدا کی تم ہمارے بتوں کو برا نہ کہا کرو۔ورنہ ہم بھی تمہارے خدا کو برا کہیں گے جس کی تم عبادت کرتے ہو۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

(الانعام۔۱۰۸)

''اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔''

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بتوں کے عیوب بیان کرنے ترک کر دیئے اور صرف دعوت حق پر اکتفا کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ا ص ۲۳۲)

ابوجہل کی بدگوئی:

ایک روز آنحضرت ﷺ صفا پہاڑ کے قریب تشریف فرما تھے۔ابوجہل وہاں آ گیا اور آپ ﷺ سے گستاخی سے پیش آیا اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی۔آپ ﷺ خاموش رہے اور اس ملعون کو کوئی جواب نہ دیا۔ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔اس نے شام کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب جو آپ ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی تھے،سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت حمزہ فوراً مسجد حرام میں ابوجہل کی تلاش کے واسطے تشریف لائے تو دیکھا تو وہ لوگوں میں بیٹھا تھا۔ حضرت حمزہؓ اس کے قریب آئے اور اس زور سے اپنی کمان اس کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا کہ تو میرے بھتیجے کو سخت سست کہتا ہے۔میں بھی اس کے دین پر ہوں اور جو وہ کہتا ہے وہ میں بھی کہتا ہوں۔اگر تجھ میں کچھ طاقت ہے تو مجھ کو جواب دے۔بنی مخزوم کے چند آدمیوں نے چاہا کہ ابوجہل کی حمایت میں کھڑے ہوں مگر خود اس نے ان کو منع کر دیا اور کہا۔

''ابوعمارہ (حضرت حمزہ کی کنیت ہے) سے کچھ نہ کہو واقعی میں نے ان کے بھتیجے کو آج بہت سی بے ہودہ باتیں کہی ہیں۔'' (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۱۸۰)

نبی ﷺ کو قتل کرنے کی تجویز:

ابوجہل دن بدن رسول دشمنی میں آگے بڑھتا جا رہا تھا اور اس کی وجہ صرف یہ تھا کہ اگر مسلمانوں کا حلقہ بڑھتا گیا تو اس سے میری سرداری ختم ہو جائے گی۔کیوں نہ پیغمبر اسلام ﷺ کا کام تمام کر دیا جائے۔چنانچہ اس نے آنحضرت ﷺ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک بار ابوجہل نے کہا:

Marfat.com

''برادران قریش آپ دیکھتے ہیں کہ محمد (ﷺ) ہمارے دین کی عیب چینی، ہمارے آباؤ اجداد کی بدگوئی، ہماری عقلوں کی تخفیف اور ہمارے معبودوں کی تذلیل سے باز نہیں آتا۔ اس لئے میں اللہ سے عہد کر رہا ہوں کہ ایک بہت بھاری اور بمشکل اٹھنے والا پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب وہ سجدہ کرے گا تو اسی پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔ اب اس کے بعد چاہے تم لوگ مجھ کو بے یار و مددگار چھوڑ دو۔ چاہے میری حفاظت کرو اور بنو عبد مناف بھی اس کے بعد جو جی چاہے کریں۔ لوگوں نے کہا نہیں واللہ ہم تمہیں کبھی بھی کسی معاملے میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے۔ تم جو کرنا چاہو کر گزرو۔''

صبح ہوئی تو ابوجہل ویسا ہی ایک پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ حسب دستور تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی اپنی اپنی مجلسوں میں آچکے تھے اور ابوجہل کی کارروائی دیکھنے کے منتظر تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا۔ پھر آپ ﷺ کی جانب بڑھا۔ لیکن جب قریب پہنچا تو شکست خوردہ حالت میں واپس بھاگا۔ اس کا رنگ فق تھا اور وہ اس قدر مرعوب تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پتھر پر چپک کر رہ گئے تھے۔ وہ بمشکل ہاتھ سے پتھر پھینک سکا۔ ادھر قریش کے کچھ لوگ اٹھ کر اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ابوالحکم! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا میں نے رات جو بات کہی تھی وہی کرنا جا رہا تھا لیکن جب اس کے قریب پہنچا ایک اونٹ آڑے آگیا۔ بخدا میں نے کبھی کسی اونٹ کی ویسی کھوپڑی، ویسی گردن اور ویسے دانت دیکھے ہی نہیں۔ وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ جبریل علیہ السلام تھے۔ اگر ابوجہل قریب آتا تو اسے دھر پکڑتے۔

(الرحیق المختوم ص ۱۵۰)

ابوجہل کی ضد اور ہٹ دھرمی:

مشرکین مکہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی مسلمہ صفت ''صداقت'' کا انکار کرنا محال تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کی چالیس سالہ زندگی ان لوگوں کے سامنے تھی۔ آپ ﷺ کو ''صادق''، ''امین'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ لوگ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے انکار کرتے تھے کہ

قرآن مجید مجھ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔

تو س کا جواب ابوجہل نے یہ دیا۔

''اے محمد (ﷺ) ہم تم کو نہیں بلکہ جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں۔''

(ترمذی بحوالہ احسن البیان ص ۳۵۱)

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔ (الانعام۔۳۳)

''سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے۔لیکن وہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا سید مودودی لکھتے ہیں:۔

''واقعہ یہ ہے کہ جب تک محمد ﷺ نے اللہ کی آیات سنانی شروع کی تھیں۔آپ کی قوم کے سب لوگ آپ کو امین اور صادق سمجھتے تھے اور آپ کی راست بازی پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔انہوں نے آپ کو جھٹلایا اس وقت جب کہ آپ نے اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا شروع کیا اور اس دوسرے دور میں بھی ان کے اندر کوئی شخص ایسا نہ تھا۔جو شخص حقیقت سے آپ کو جھوٹا قرار دینے کی جرات کر سکتا ہو۔آپ کے کسی سخت سے سخت مخالف نے بھی کبھی آپ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ آپ دنیا کے کسی معاملہ میں کبھی جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔انہوں نے جتنی آپ کی تکذیب کی وہ محض ہونے کی حیثیت سے کی۔آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل تھا اور حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اس نے خود نبی ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا انا لا نکذب ولکن نکذب ما جئت به۔ (ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے مگر جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں)۔جنگ بدر کے موقع پر اخنس بن شریق نے تخلیہ میں ابوجہل سے پوچھا کہ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا موجود نہیں ہے۔سچ بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کو تم سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا۔ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم محمد (ﷺ) ایک سچا آدمی ہے۔عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔مگر جب مواء اور سقایت اور حجابت اور نبوت سب کچھ بنی قصی ہی کے حصہ میں آ جائے تو بتاؤ باقی سارے قریش کے پاس کیا رہ گیا ہے۔'' (تفہیم القرآن ج ۱ص ۵۳۴)

مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم نے تفسیر معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۱۵' مولانا عبدالرحمان کیلانی مرحوم نے تفسیر تیسر القرآن جلد ۱ صفحہ ۵۸۸ اور حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے تفسیر احسن البیان صفحہ ۳۵۱ پر یہی لکھا ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ

''ہمیں محمد (ﷺ) پر جھوٹ کا کوئی گمان نہیں اور نہ ہم محمد (ﷺ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ہم اس دین اور کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو وہ لائے ہیں۔''

ابوجہل کا غرور:

ولید بن مغیرہ کی وفات کے بعد مکہ کی سیادت اس کے حصہ میں آئی تھی۔ابوجہل نہایت ذلیل اور کمینہ خصلت کا انسان تھا۔کبر اور نخوت کا پتلا تھا۔آنحضرت ﷺ کو ایذا دینے میں سب سے آگے تھا اور آپ ﷺ کے ہر کام میں رکاوٹ ڈالتا تھا۔آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے تھے تو یہ بدبخت آپ ﷺ کو نماز پڑھنے سے سختی سے روکا کرتا تھا۔

Marfat.com

ایک دن اس ملعون نے آپ ﷺ کو نماز کی حالت میں دیکھ لیا اور کہنے لگا:

''میں نے تمہیں پہلے بھی کئی بار اس کام سے روکا ہے۔ مگر تم باز نہیں آتے اور آپ ﷺ کو دھمکی دے کر متکبرانہ انداز سے آپ ﷺ کے پاس سے گزر گیا۔''

آنحضرت ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموش رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى، وَلٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلّٰى، ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى، أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى، ثُمَّ أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى۔ (القیامہ ۳۱۔۳۵)

''اس نے نہ تو تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا۔ افسوس ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر۔ وائے ہے اور خرابی ہے تیرے لئے۔''

مولانا سید مودودی مرحوم لکھتے ہیں کہ

امام مجاہد، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے کہ یہ شخص ابوجہل تھا۔

(تفہیم القرآن ۶/۱۷۵)

مولانا عبدالرحمان گیلانی مرحوم ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

''آیت نمبر ۳۱ سے ۳۵ تک کافروں کے ایک سردار کا کردار بغیر نام لئے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کردار ابوجہل کا تھا۔ جب آپ ﷺ نے اسے یہ آیات پڑھ کر سنائیں تو بدبخت کہنے لگا۔ محمد (ﷺ) مجھ کو کیا ڈراتے ہو۔ میرا نہ تم کچھ بگاڑ سکتے ہو اور نہ تمہارا پروردگار کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ بخدا اس وادی میں میری عزت سب سے زیادہ ہے اور میری محفل سب سے بڑی ہے۔ واضح رہے کہ ولید بن مغیرہ کے بعد یہی ابوجہل قریشیوں کا سردار اور سپہ سالار مقرر ہوا تھا۔ قرآن کی آیات سن کر انہیں جھٹلا دیا۔ پھر متکبرانہ انداز سے منہ موڑ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔'' (تیسر القرآن ۴/۵۶۴)

ان آیات کے نزول کے بعد ملعون ابوجہل پہلے سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا اور اس نے یہ بکواس کرنا شروع کر دیا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کی گردن دبا دوں گا۔ اس کے اس بکواس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ، نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ، فَلْيَدْعُ نَادِيَه، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ۔ (العلق ۱۵۔۱۸)

''یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹے خطا کار ہیں۔ یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔ ہم بھی (دوزخ کے) پیادوں کو بلا لیں گے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

''نبی ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل گزرا تو کہا اے محمد (ﷺ) میں نے تجھے نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا اور آپ ﷺ سے دھمکی آمیز باتیں کیں۔ آپ ﷺ نے کڑا جواب دیا۔ تو کہنے لگا۔ اے محمد (ﷺ) تو مجھے کس چیز سے ڈراتا ہے۔ اللہ کی قسم اس وادی میں سب سے زیادہ میرے حمایتی اور مجلس والے ہیں۔ جس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اگر وہ اپنے حمایتیوں کو بلاتا تو اسی وقت ملائکہ عذاب اسے پکڑ لیتے۔''

صحیح مسلم کے الفاظ ہیں کہ اس نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی گردن پر پیر رکھنے کا ارادہ کیا کہ ایک دم پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ اس سے کہا گیا، کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ ''میرے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ کی خندق، ہولناک منظر اور بہت سارے پر ہیں۔''

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر یہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لیتے۔''

(احسن التفاسیر ۱۷۳۲)

نبی ﷺ کے قتل کی اجتماعی سازش:

آنحضرت ﷺ کی دعوت دن بدن زیادہ ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ مشرکین مکہ کی طرف سے آنحضرت ﷺ پر اور آپ ﷺ کے رفقاء پر ظلم وستم پہلے سے زیادہ ہو رہا تھا۔ مشرکین مکہ ایک طرف مسلمانوں پر مصائب واالام زیادہ کر رہے تھے اور دوسری طرف اس وجہ سے پریشان تھے کہ دین اسلام دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ اس لئے اب کفار مکہ نے یہ منصوبہ بنایا کہ محمد (ﷺ) کا کام تمام کر دیا جاوے تاکہ روز بروز ہمارا جو محمد (ﷺ) سے بحث ومباحثہ رہتا ہے اس کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ چنانچہ مشرکین نے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے دارالندوہ میں تمام قبائل کے سرداروں کی ایک میٹنگ بلائی۔

اس اجلاس میں جن قبائل کے سرداروں نے شرکت کی ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ابوجہل عمرو بن ہشام (قبیلہ بنی مخزوم سے)

۲۔ جبیر بن مطعم، طعیمہ بن عدی اور حارث بن عامر (ان کا تعلق بنی نوفل بن عبد مناف سے تھا)

۳۔ شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب۔ (یہ حضرات بنی عبد شمس بن عبد مناف سے تعلق رکھتے تھے)

۴۔ نضر بن حارث (بنی عبدالدار سے)

۵۔ ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود اور حکیم بن حزام (یہ حضرات بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے تعلق رکھتے تھے۔

۶۔ منبہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج (بنی سہم سے)

۷۔ امیہ بن خلف (بنی جمع سے)

یہ تمام حضرت وقت مقررہ پر دارالندوہ میں پہنچ گئے اور ابلیس بھی شیخ نجدی کے بھیس میں اجلاس میں شریک ہوا۔ اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔

سب سے پہلے زمعہ بن اسود نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم اس شخص کو جلد جلاوطن کر دیں۔ پھر ہمارا اس سے کوئی

Marfat.com

واسطہ نہیں رہے گا۔ وہ جانے اور اس کا کام۔

زمعہ بن اسود کی تجویز سے شیخ نجدی نے اختلاف کیا اور کہا خدا کی قسم یہ مناسب رائے نہیں ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس شخص کی بات کتنی عمدہ اور بول کتنے میٹھے ہیں اور جو کچھ لاتا ہے اس کے ذریعے کس طرح لوگوں کا دل جیت لیتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو کچھ اطمینان نہیں کہ وہ عرب کے کسی قبیلے میں نازل ہو اور انہیں اپنا ہیرو بنا لینے کے بعد تم پر یورش کردے اور تمہیں تمہارے شہر کے اندر روند کر تم سے جیسا سلوک چاہے کرے۔ اس کے بجائے کوئی اور تجویز سوچو۔

دوسرے نمبر پر ابوالبختری بن ہشام کھڑا ہوا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ محمد (ﷺ) کو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دو اور باہر سے دروازہ بند کر دو۔ پھر اس کے انجام (موت) کا انتظار کرو۔

ابوالبختری کی تجویز سے بھی شیخ نجدی نے اختلاف کیا اور کہا۔ یہ تجویز معقول نہیں ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس کو قید کیا جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو اس کی خبر بند دروازے سے نکل کر اس کے ساتھیوں کو پہنچ جائے گی۔ پھر کچھ بعید نہیں کہ وہ تم پر دھاوا بول کر محمد (ﷺ) کو تمہارے قبضہ سے چھڑا لیں۔ پھر اس کی مدد سے اپنی تعداد بڑھا کر تمہیں مغلوب کر دیں: یہ بھی مناسب تجویز نہیں۔ کوئی اور حل تلاش کرو۔

جب یہ دونوں تجاویز تمام ممبران نے مسترد کر دیں تو پھر تیسری تجویز بدبخت اور ملعون ابوجہل نے پیش کی۔ اس بدبخت نے کہا۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر قبیلے سے ایک بہادر آدمی لیا جائے اور یہ سب لوگ محمد (ﷺ) کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور یکبارگی اس پر تلواروں سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں اور یہ پتہ نہیں چلے گا کہ کس کی تلوار سے محمد (ﷺ) اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اس کا خون تمام قبائل میں بکھر جائے گا اور بنو عبد مناف سارے قبائل سے جنگ نہ کر سکیں گے اور فیصلہ دیت پر ہوگا اور ہم سب قبائل والے آسانی سے دیت ادا کر سکیں گے۔

شیخ نجدی نے اس ملعون ابوجہل کی تجویز سے اتفاق کیا۔ چنانچہ دارالندوہ نے متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور کی کہ ''محمد (ﷺ) کا کام تمام کر دیا جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے دارالندوہ کی تمام کارروائی سے رسول اللہ ﷺ کو درج ذیل آیت کے ذریعہ مطلع کیا۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ (الانفال۔۳۰)

''اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں صاحب احسن البیان لکھتے ہیں کہ

''یہ اس سازش کا تذکرہ ہے جو رؤسائے مکہ نے ایک رات دارالندوہ میں تیار کی تھی اور بالآخر یہ طے پایا تھا کہ مختلف قبیلوں کے نوجوانوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا جاوے تاکہ کسی ایک کو قتل کے

Marfat.com

بدلے قتل نہ کیا جائے بلکہ دیت دے کر جان چھوٹ جائے۔

چنانچہ اس سازش کے تحت ایک رات یہ نوجوان آپ کے گھر کے باہر اس انتظار میں کھڑے رہے کہ آپ ﷺ باہر نکلیں تو آپ کا کام تمام کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سازش سے آگاہ فرمادیا اور آپ ﷺ نے گھر سے باہر نکلتے وقت مٹی کی ایک مٹھی لی اور ان کے سروں پر ڈالتے ہوئے نکل گئے۔ کسی کو آپ ﷺ کے نکلنے کا پتہ ہی نہیں لگا۔ حتیٰ کہ آپ غار ثور میں پہنچ گئے۔ یہ کافروں کے مقابلے میں اللہ کی تدبیر تھی جس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کرسکتا۔''

(احسن البیان ص ۴۸۷)

اللہ تعالیٰ نے ملعون ابوجہل کی تجویز کہ محمد (ﷺ) کو قتل کردیا جائے ناکام بنادی۔

ابوجہل کے مظالم

ابوجہل نہ صرف آنحضرت ﷺ کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا تھا بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی جو مسلمان ہوتے تھے۔ ان کو بھی اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتا تھا۔

اسلام کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا جارہا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم اسلام قبول کرچکے تھے۔ حبش کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے ملک میں پناہ دے دی تھی اور قریش مکہ نے ان مسلمانوں کو جو حبش میں ہجرت کرگئے تھے واپس لانے کے لئے سفارت بھیجی۔ مگر یہ سفارت ناکام واپس آئی۔ اس لئے اب قریش نے یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خاندان کو محصور کرکے تباہ کردیا جائے۔ چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ مرتب کیا جس میں یہ تحریر لکھی گئی کہ

''کوئی شخص نہ خاندان بنوہاشم سے قرابت کرے گا۔ نہ ان کے ہاتھ خرید وفروخت کرے گا۔ نہ ان سے ملے گا۔ نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ جب تک وہ محمد (ﷺ) کو قتل کے لئے حوالہ نہ کردیں۔'' (سیرۃ النبی ج ا ص ۲۴۵)

یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور کعبہ میں آویزاں کردیا گیا۔

چنانچہ بنوہاشم کے سردار ابوطالب بن عبدالمطلب اپنے خاندان کے ہمراہ شعب ابوطالب میں محصور ہوگئے اور تین سال تک بنوہاشم نے شعب ابوطالب میں بسر کئے اور یہ تین سال بنوہاشم نے بڑی عسرت اور تنگی میں گزارے۔

ایک دن حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہم کے بھتیجے تھے کچھ غلہ شعب ابی طالب میں پہنچانا چاہا۔ اس بات کا ابوجہل کو پتہ چل گیا۔ اس نے مداخلت کی اور کہا کہ غلہ کسی صورت میں بھی شعب ابی طالب میں نہیں جاسکتا۔ لیکن مطعم بن عدی آڑے آئے اور انہوں نے کہا کہ اب ہم یہ ظلم برداشت نہیں کرسکتے۔ میں اس معاہدہ کو چاک کردیتا ہوں۔ چنانچہ مطعم بن عدی معاہدہ چاک کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھے تو دیکھ کہ دیمک نے پورے کاغذ کو چاٹ کر ختم کردیا ہے۔ صرف باسمك اللهم کے الفاظ باقی ہیں۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کو ایذائیں پہنچانے کے علاوہ ملعون ابوجہل دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتا تھا۔ چنانچہ اس نے آل یاسر پر بہت زیادہ ظلم کیا۔ یاسر اور ان کی بیوی سمیہ اور یاسر کے بیٹے عمار (یہ ابوجہل کے قبیلہ بنومخزوم کے غلام تھے) پر ابوجہل نے جو ظلم وستم کیے ان کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ابوجہل آل یاسر کو بری طرح زدوکوب کرتا تھا۔ ان کو گرم ریت پر لٹا کر سخت اذیتیں دیتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کا جب کبھی ان پر گزر ہوتا اور آپ ﷺ آل یاسر کو ظلم وستم کا نشانہ بنتے دیکھتے تو فرماتے۔

اصبروا آل یاسر فان موعد کم الجنۃ

''اے آل یاسر صبر کرنا تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔''

چنانچہ یاسر ابوجہل کے مظالم کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے اور ان کی بیوی حضرت سمیہ کے ساتھ بدبخت ابوجہل نے انتہا درجہ کا وحشیانہ معاملہ کیا جس کی وہ تاب نہ لا سکیں اور جاں بحق ہو گئیں۔ ان کو اسلام کی راہ میں اس طرح شہید ہو جانے میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

ابوجہل غزوہ بدر میں قتل کیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے فرمایا۔

''اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل کو قتل کر دیا۔''

ایک مرتبہ ابوجہل اور دیگر مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر کو پانی میں اس قدر غوطے دیئے کہ وہ بالکل بدحواس ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان ظالموں نے ان کی زبان سے ایک ناشائستہ کلمہ بھی کہلوایا۔ اس وقت تو انہیں مصیبت سے نجات مل گئی۔ مگر بعد میں جب ہوش آیا تو غایت ندامت وخجالت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا۔ عمار! کیا بات ہے پریشان نظر آتے ہو۔ حضرت عمار نے پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

تم اپنا دل کیسا پاتے ہو۔

کہا میرا دل تو مطمئن ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (النحل)

''جو شخص ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے۔ بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان سے برقرار ہو۔''

مولانا سید مودودی مرحوم نے تفہیم القرآن ج ۲ صفحہ ۵۷۵ اور عبدالرحمان کیلانی مرحوم نے تفسیر تیسر القرآن ج ۲ ص ۵۵۳ پر اس آیت کے شان نزول میں حضرت عمار بن یاسر ہی کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس لئے علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ

''اگر کوئی مسلمان مصیبتوں اور سختیوں سے گھبرا کر یا جان کے خطرہ کے تحت منہ سے کوئی کلمہ کفر کہہ

Marfat.com

دے۔ بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر بدستور قائم ہو تو اس بات کی رخصت ہے۔"

جنگ بدر کے بپا کرنے میں ابوجہل کا کردار:

قریش مکہ بسلسلہ تجارت دوسرے ملکوں میں جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ابوسفیان بسلسلہ تجارت شام گیا ہوا تھا۔ جب وہ قافلہ کی صورت شام سے واپس آ رہا تھا تو اس کو یہ اطلاع ملی کہ مدینہ کے مسلمان اس کے قافلہ پر حملہ کر کے تمام سامان لوٹ لیں گے۔ چنانچہ ابوسفیان نے مکہ یہ پیغام بھیجا کہ قافلہ کے بچاؤ کے لئے مناسب انتظام کیا جائے۔ چنانچہ ابوجہل مکہ سے ایک ہزار افراد کا مسلح لشکر لے کر میدان بدر کی طرف بڑھا۔

دوسری طرف ابوسفیان نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا اور سمندر کے کنارے ہوتا ہوا بخیر و عافیت مکہ پہنچ گیا۔ ابوجہل کو اس کی اطلاع مل چکی تھی کہ ابوسفیان مکہ پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ لشکر میں بعض قبائل کے سرداروں نے کہا کہ قافلہ بخیر و عافیت مکہ پہنچ گیا ہے اس لئے ہمیں واپس مکہ چلے جانا چاہیے۔ مسلمانوں سے کسی قسم کا معاملہ کرنے کی اب ہمیں ضرورت نہیں۔ لیکن بدبخت ابوجہل اس پر رضامند نہ ہوا اور اس نے اس وقت جو الفاظ کہے وہ آپ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تحریر سے ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں کہ:

> "قریش کا طاغوت اکبر ابوجہل کھڑا ہو گیا اور نہایت کبر و غرور سے بولا۔ خدا کی قسم ہم واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ بدر جا کر وہاں تین روز قیام کریں گے اور اس دوران اونٹ ذبح کریں گے۔ لوگوں کو کھانا کھلائیں گے اور شراب پلائیں گے۔ لونڈیاں ہمارے لئے گانے گائیں گی اور سارا عرب ہمارا اور ہمارے سفر و اجتماع کا حال سنے گا اور اس طرح ہمیشہ کے لئے ان پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔ لیکن ابوجہل کے علی الرغم اخنس بن شریق نے یہی مشورہ دیا کہ واپس چلے چلو۔ مگر لوگوں نے اس کی بات نہ مانی۔ وہ بنو زہرہ کے لوگوں کے ساتھ واپس ہو گیا۔ کیونکہ وہ بنو زہرہ کا حلیف اور اس لشکر میں ان کا سردار تھا۔ بنو زہرہ کی کل تعداد تین سو تھی۔ ان کا کوئی بھی آدمی جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔ بعد میں بنو زہرہ اخنس بن شریق کی رائے پر حد درجہ شاداں و فرحاں تھے اور ان کے اندر اس کی تعظیم و اطاعت ہمیشہ برقرار رہی۔
>
> بنو زہرہ کے علاوہ بنو ہاشم نے بھی چاہا کہ واپس چلے جائیں۔ لیکن ابوجہل نے بڑی سختی کی اور کہا جب تک ہم واپس نہ ہوں گے یہ گروہ ہم سے الگ نہ ہونے پائے۔"
>
> (الرحیق المختوم ص ۳۲۵۔۳۲۶)

جنگ نہ کرنے پر رؤسائے مکہ کا ابوجہل سے اختلاف

بدبخت ابوجہل اپنی فوج کا سپہ سالار تھا اور وہ ہر قیمت پر مسلمانوں سے جنگ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ لیکن اس کے لشکر میں کچھ لوگ بھی شامل تھے۔ وہ جنگ کے لئے تیار نہیں تھے اور ان کا مطمع نظر یہ تھا کہ ہم ابوسفیان کے قافلہ کی حفاظت کے لئے آئے تھے۔ قافلہ بخیر و عافیت مکہ پہنچ گیا ہے۔ اس لئے اب ہمیں مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

لیکن بد بخت ابو جہل مصر تھا کہ مسلمانوں سے جنگ ضرور ہوگی۔

قریشی لشکر کے دو سرداروں نے جنگ نہ کرنے کے سلسلہ میں ابو جہل سے بات کی اور یہ دو سردار تھے۔

حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ۔

ابو جہل نے اپنے لشکر کو جنگ پر اکسا رکھا تھا۔ اس لئے اب وہ جنگ کے لئے بیتاب تھے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

''قریش جنگ کے لئے بیتاب تھے۔ تاہم کچھ نیک دل بھی تھے۔ جن کے دل خونریزی سے لبریز تھے۔ ان میں حکیم بن حزام (جو آگے چل کر اسلام لائے) نے سردار فوج عتبہ سے جا کر کہا آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی کی ابدی یادگار رہ جائے۔ عتبہ نے کہا کیونکر۔ حکیم نے کہا۔ قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اس کا خون بہا ادا کر دیجئے۔ عتبہ نیک نفس آدمی تھا۔ اس نے نہایت خوشی سے منظور کیا۔ لیکن چونکہ ابو جہل کا اتفاق رائے ضروری تھا۔ حکیم عتبہ کا پیغام لے کر گئے۔ ابو جہل ترکش سے تیر نکال کر پھیلا رہا تھا۔ عتبہ کا پیغام سن کر بولا۔ ہاں عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا۔

عتبہ کے فرزند حضرت ابو حذیفہ اسلام لا چکے تھے اور اس معرکہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ آئے تھے۔ اس بنا پر ابو جہل نے یہ بدگمانی کی عتبہ اس لئے لڑائی سے جی چراتا ہے کہ اس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔'' (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۱۹)

عتبہ بن ربیعہ نے حکیم بن حزام کو ابو جہل کی طرف روانہ کیا اور حکیم بن حزام سے عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ ''یہ شخص (ابو جہل) معاملات کو بگاڑنے میں بہت تیز ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ یہ شخص فساد و بگاڑ ہی پیدا کرے گا۔''

اس کے بعد عتبہ نے لشکر کے سامنے یہ تقریر کی اور کہا۔

''قریش کے لوگو! تم لوگ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے لڑ کر کوئی کارنامہ انجام نہ دو گے۔ خدا کی قسم اگر تم نے انہیں مار لیا تو صرف ایسے ہی چہرے دکھائی دیں گے جنہیں دیکھنا ناپسند نہ ہو گا۔ کیونکہ آدمی نے اپنے چچیرے بھائی کو یا خالہ زاد بھائی کو یا اپنے ہی کنبے قبیلے کے کسی آدمی کو قتل کیا ہوگا۔ اس لئے واپس چلے چلو اور محمد (ﷺ) اور سارے عرب سے کنارہ کش رہو۔ اگر عرب نے انہیں مار لیا تو یہ وہی چیز ہوگی جسے تم چاہتے ہو۔ اور اگر دوسری صورت پیش آئی تو محمد (ﷺ) تمہیں اس حالت میں پائیں گے کہ تم نے جو سلوک ان سے کرنا چاہا تھا اسے کیا نہ تھا۔''

(الرحیق المختوم ص ۳۳۵)

حکیم بن حزام نے جب ابو جہل کو عتبہ کا پیغام دیا تو ابو جہل کہنے لگا۔

Marfat.com

''خدا کی قسم محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر عتبہ کا سینہ سوج آیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بخدا واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ عتبہ نے جو کچھ کہا ہے محض اس لئے کہ وہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو اونٹ خور سمجھتا ہے اور خود عتبہ کا بیٹا بھی انہیں کے درمیان ہے۔ اس لئے وہ تمہیں ان سے ڈراتا ہے۔'' (الرحیق المختوم ص ۲۳۶)

عتبہ نے جب بد بخت ابوجہل کا یہ طعنہ سنا۔ (ابوجہل نے کہا تھا کہ عتبہ کا سینہ سوج گیا ہے) تو اسے اپنی کمزوری، بزدلی اور توہین سمجھا تو وہ جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا۔

جنگ کی ابتداء اور مبارزت:

جنگ کا آغاز یوں ہوا کہ عمرو بن حضرمی جو سریہ عبداللہ بن جحش میں مقتول ہوا تھا۔ جب اس کا بھائی عامر بن حضرمی میدان میں آیا اور اس کا مقابلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا غلام مجمع آیا اور مارا گیا۔ اس کے بعد قریش کی طرف سے عتبہ اور شیبہ دونوں بھائی اور ولید بن عتبہ میدان میں آئے۔ ان کے مقابلہ میں حضرت عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نکلے۔ عتبہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ سب انصار ہیں، تو عتبہ نے کہا ہمیں تم لوگوں سے کوئی اعراض نہیں ہم تو اپنے چچیرے بھائیوں کو چاہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کا مقابلہ کے لئے عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

عتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے اور ولید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوا اور وہ دونوں مارے گئے۔ لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کے چوتھے یا پانچویں دن انتقال کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی موت کو شہادت کی موت قرار دیا۔ (سیرۃ النبی ج ا ص ۳۲۳)

جنگ بدر میں قریش کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر ہی قید ہوئے۔

ابوجہل کی اکڑ:

عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل ہونے کے بعد بھی طاغوت ابوجہل کی اکڑ میں فرق نہ آیا اور اپنے لشکریوں کو پکار پکار کر کہہ رہا تھا تم پر عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل کا ہول سوار نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ لات و عزیٰ کی قسم ہم واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ انہیں رسیوں میں جکڑ لیں۔ دیکھو تمہارا کوئی آدمی ان کے کسی آدمی کو قتل نہ کرے بلکہ انہیں پکڑو اور گرفتار کرو۔ تاکہ ہم ان کی بری حرکت کا انہیں مزہ چکھائیں۔ (الرحیق المختوم ص ۳۴۴)

ابوجہل کی ذلت آمیز اور عبرتناک موت:

آخر فریقین میں مقابلہ ہوا۔ مشرکین میں جلد ہی ناکامی اور شکست کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے اور کفار کا ایک ہزار کا لشکر تین سو نہتے مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اسی حالت میں بد بخت ابوجہل ایک گھوڑے پر سوار اپنی فوج کو یہ ہدایت دے رہا تھا کہ مسلمانوں کو قتل کرنے کی بجائے انہیں گرفتار کرو۔

Marfat.com

ابوجہل کی شرارت اور اسلام دشمنی کا عام چرچا تھا۔اس بناپر دوانصاری بھائیوں معاذ اور معوذ نے عہد کیا تھا کہ یہ شقی جہاں نظر آئے گا اس کا کام تمام کر دیں گے۔ابوجہل کے قتل کی تفصیل حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ

"میں جنگ بدر کے روز صف کے اندر تھا کہ دفعتہً دونو جوان نظر آئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ چچا جان مجھے ابوجہل دکھلا دیجئے۔میں نے کہا بھتیجے تو ابوجہل کو دیکھ کر کیا کرے گا۔اس نے جواب دیا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے۔اس کے ساتھ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا۔میں نے دونوں کواشارہ سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے۔میرا اتنا کہنا ہی تھا کہ وہ دونوں نوجوان باز کی طرح جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔اس کے بعد دونوں نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔تم میں سے کسی نے قتل کیا ہے۔دونوں نے کہا میں نے قتل کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔اپنی اپنی تلواریں پونچھ چکے ہو۔بولے نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی تلواریں دکھاؤ۔آپ ﷺ نے تلواریں دیکھیں اور فرمایا۔تم دونوں نے قتل کیا ہے۔" (سیرۃ النبی ج۱ص ۳۲۵۔الرحیق المختوم ص ۳۴۵)

ابوجہل کا آخری کلام:

جب جنگ کی شدت کم ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا۔کوئی شخص جا کر خبر لائے کہ ابوجہل کا انجام کیا ہوا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جا کر لاشوں میں دیکھا کہ زخمی پڑا دم توڑ رہا ہے۔بولے تو ابوجہل ہے اور اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور اس کی گردن کاٹنے کے لئے اس کی داڑھی پکڑی اور فرمایا او اللہ کے دشمن آخر اللہ نے تجھے رسوا کیا۔اس نے جواب دیا مجھے کا ہے کو رسوا کیا۔جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے اس سے بلند پایہ کوئی آدمی ہے یا جس کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے اس سے اوپر کوئی آدمی ہے۔پھر کہنے لگا کاش! مجھے کسانوں کی بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔اس کے بعد کہنے لگا۔مجھے بتاؤ آج فتح کس کی ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔فتح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہوئی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کی گردن پر پاؤں رکھ چکے تھے۔کہنے لگا او چرواہے کے بیٹے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مکہ میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ نے ابوجہل کا سر کاٹا اور رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔

اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدہ ونصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ

"اللہ اکبر۔سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔"

Marfat.com

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

چلو مجھے اس دشمن خدا کی لاش دکھاؤ۔ ہم نے آپ ﷺ کو لے جا کر اس ملعون کی لاش دکھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''یہ اس امت کا فرعون ہے۔''

(الرحیق المختوم ص ۳۴۷)

عقبہ بن ابی معیط :

عقبہ بن ابی معیط اموی کا شمار بھی رؤسائے مکہ میں ہوتا تھا۔ یہ رسول دشمنی میں بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا ہمسایہ تھا۔ جو لوگ آنحضرت ﷺ کو ایذائیں پہنچاتے تھے ان میں ابولہب، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبدیغوث، اُمیہ بن خلف، نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط یہ سب رؤسائے قریش تھے اور یہی سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے دشمن تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھاتے۔ نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے اور ہر طرح سے رسالت مآب ﷺ کو اذیتیں پہنچانے میں پیش پیش تھے۔

نبی ﷺ کی گردن پر اونٹ کی اوجھری رکھنا:

عقبہ بن ابی معیط آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ علامہ شبلی سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں کہ

''ایک دفعہ آپ ﷺ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ رؤسائے قریش بھی موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اٹھا لاتا کہ جب محمد (ﷺ) سجدہ میں جاتے تو ان کی گردن پر ڈال دیتا۔ عقبہ نے کہا یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ چنانچہ اوجھ اٹھا کر آپ ﷺ کی گردن پر ڈال دی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو خبر دی۔ وہ اگرچہ اس وقت صرف پانچ چھ برس کی تھیں۔ لیکن جوش محبت سے دوڑی آئیں اور اوجھ اٹھا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔'' (سیرت النبی ج ا ص ۲۵۵)

اس کے بعد آپ ﷺ نے سر سجدہ سے اٹھایا اور تین بار فرمایا

اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْش۔

''اے اللہ ان قریشیوں سے خود نبٹ لے۔''

آنحضرت ﷺ کی زبان سے یہ کلمات سن کر تمام رؤسائے قریش سہم گئے۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی بددعا رنگ لائے گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس مجمع کے درج ذیل چھ آدمیوں کے نام لے کر انہیں بددعا دی اور فرمایا۔

''اے اللہ۔ ابوجہل سے سمجھ لے اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ، ولید بن امیہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط سے سمجھ لے۔''

Marfat.com

یہ تمام لوگ جنگ بدر میں قتل ہوئے اور قلیب بدر میں پھینکے گئے۔

عقبہ بن ابی معیط کا ارادہ قتل:

عقبہ بن ابی معیط آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور یہ بدترین اور بدخصلت ہر وقت اس تاک میں رہتا تھا کہ آپ ﷺ کا گلا دبا کر آپ کا کام تمام کر دے۔

صحیح بخاری میں ہے۔

''حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جو سب سے سخت ترین بدسلوکی کی۔ آپ مجھے اس کی تفصیل بتائیے۔''

''انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آ گیا۔ اس نے آتے ہی اپنا کپڑا رسول اللہ ﷺ کی گردن میں ڈال کر نہایت سختی سے آپ ﷺ کا گلا گھونٹا اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے اس کے دونوں کندھے پکڑ کر دھکا دیا اور اسے رسول اللہ ﷺ سے دور کرتے ہوئے فرمایا۔''

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ۔

''کیا تم لوگ ایک آدمی کو اس لئے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔''

(صحیح بخاری بحوالہ الرحیق المختوم ص ۱۵۲)

مختصر سیرۃ الرسول از شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب میں ہے کہ

''حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس یہ چیخ پہنچی کہ اپنے ساتھی کو بچاؤ۔ وہ جھٹ ہمارے پاس سے نکلے۔ ان کے سر پر چار چوٹیاں تھیں۔ وہ یہ کہتے ہوئے گئے کہا تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰه (تم لوگ ایک آدمی کو محض اس لئے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔) مشرکین نبی ﷺ کو چھوڑ کر ابوبکرؓ پر پل پڑے۔ وہ واپس آئے تو یہ حالت تھی کہ ہم ان کی چوٹیوں کا جو بال بھی چھوتے تھے وہ ہماری (چٹکی) کے ساتھ چلی آتا تھا۔'' (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۱۳ بحوالہ الرحیق المختوم ص ۱۵۳)

عقبہ بن ابی معیط کی موت:

سنن ابی داؤد مع شرح عون المعبود ۳/۱۲ میں یہ حدیث درج ہے کہ عقبہ بن ابی معیط جنگ بدر میں گرفتار ہوا۔ نضر بن حارث بھی رسول دشمنی میں صف اول کے لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ بھی گرفتار ہوا۔ آنحضرت ﷺ تین دن بدر میں قیام فرما کر واپس مدینہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ مشرک قیدی بھی تھے۔ جب آپ ﷺ وادی صفرہ میں پہنچے تو حکم صادر فرمایا کہ

Marfat.com

''نضر بن حارث کو قتل کر دیا جائے۔ اس شخص نے جنگ بدر میں مشرکین کا پرچم اٹھا رکھا تھا۔''

چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ جب آپ ﷺ عراق الظبیہ پہنچے تو آپ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ تو کہنے لگے۔ اے محمد (ﷺ) بچوں کے لئے کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''آگ''۔ اس کے بعد حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن ماردی۔

(الرحیق المختوم ص ۳۵۸)

امیہ بن خلف:

دشمنان رسول ﷺ میں امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمیع بھی شامل تھا۔ اس کا شمار بھی روسائے قریش میں ہوتا تھا۔ رسول دشمنی کے لحاظ سے اس کا شمار صف اول کے دشمنوں میں ہوتا تھا۔ اس نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ کو دیکھتا تو آنکھ سے اشارے کرتا اور سخت وسست الفاظ کہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عادات کے بیان میں یہ سورۃ نازل فرمائی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ، الَّذِىْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهُ، يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ، كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ، نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ، الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ، إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ، فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ○ (الهمزة)

''بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا اور غیبت کرنے والا ہو۔ جو مال جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ ہرگز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی آگ ہوگی۔ جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی اور ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔''

امیہ بن خلف ان سات آدمیوں میں شامل تھا جن کے لئے آنحضرت ﷺ نے بد دعا کی تھی اور وہ یہ سات آدمی تھے۔

''ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف۔'' (صحیح بخاری مترجم ج ۲ ص ۳۵۱)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر امیہ کے مظالم:

حضرت بلال بن رباح (حبشی) امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اوائل اسلام میں ایمان لے آئے تھے۔ جب امیہ کو اس کا علم ہوا کہ بلال مسلمان ہو گئے ہیں تو اس نے حضرت بلال کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے کہا۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر رضامند نہ ہوئے۔ چنانچہ اس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذیتیں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

''حضرت بلالؓ یہ وہی حضرت بلالؓ ہیں جو موذن کے لقب سے مشہور ہیں۔حبشی النسل اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو امیہ ان کو جلتی بالو پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینہ پر رکھ دیتا کہ جنبش نہ کرنے پائیں۔ان سے کہتا کہ اسلام سے باز آؤ ورنہ یوں ہی گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔لیکن اس وقت بھی ان کی زبان سے اَحَد کا لفظ نکلتا۔جب یہ کسی طرح متزلزل نہ ہوئے تو گلے میں رسی باندھی اور لونڈوں کے حوالہ کیا۔وہ ان کو شہر کے اس سرے سے اس سرے تک گھسیٹتے پھرتے تھے۔لیکن اب بھی وہ رٹ تھی۔اَحَد اَحَد۔''(سیرت النبی ج۱ص ۲۲۹)

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ لکھتے ہیں کہ

''آپ ان سات السابقون الاولون میں سے تھے جنہوں نے توحید کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا۔اس ''جرم'' میں ان کا آقا امیہ بن خلف ان کو سخت ایذائیں پہنچاتا تھا۔تپتی ہوئی ریگ اور جلتے ہوئے سنگریزوں پر ان کو لٹا دیتا اور زدوکوب کرتا۔مشرکین کے لڑکے ان کے گلے میں پھندا ڈال کر اس زور سے کھینچتے کہ دم گھٹنے لگتا تھا۔مگر توحید کی شراب طہور نے ان کو جس کیف جاں نواز سے آشنا کر دیا تھا اس کا نشہ کہیں ان تکلیفوں سے کم ہو سکتا تھا۔''(غلامان اسلام ص۲۰)

آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو منہ مانگی قیمت دے کر خرید لیا اور حضرت بلالؓ کو آزاد کر دیا۔

امیہ بن خلف کی ہلاکت کی پیشین گوئی:

حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ کے قبیلہ اوس کے سردار تھے۔وہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ آئے۔امیہ بن خلف ان کا حلیف تھا۔لہٰذا اس کے ہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے قیام کیا۔قریش مکہ نے اس وقت مسلمانوں پر مکہ میں داخلہ کی پابندی لگا رکھی تھی۔بیت اللہ کا طواف یا عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہ تھی۔امیہ بن خلف کو اس پابندی کا علم تھا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ قریش کی طرف سے مسلمانوں پر بیت اللہ کا طواف کرنے پر پابندی ہے۔آپ نے امیہ بن خلف سے کہا کہ ایسا وقت دیکھئے کہ بیت اللہ میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو میں جا کر طواف کر لوں۔

چنانچہ دوپہر کے وقت بیت اللہ میں کوئی شخص موجود نہ تھا۔امیہ بن خلف حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بیت اللہ میں لے گیا۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے کہ اتفاق سے ابوجہل آ گیا اور امیہ بن خلف سے پوچھا۔ابوصفوان (امیہ بن خلف کی کنیت) یہ کون شخص ہے جو طواف کر رہا ہے۔امیہ بن خلف نے جواب دیا یہ مدینہ کے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ ہیں۔اس کے بعد ابوجہل حضرت سعد سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔اگر تمہارے ساتھ ابو صفوان نہ ہوتا تو آپ یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے تھے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے جواب میں ابوجہل سے کہا۔اگر تم میرے راستے میں حائل ہوئے تو میں تمہارا تجارتی راستہ روک کر تمہارا ناک میں دم کر دوں گا۔

امیہ بن خلف نے جب حضرت سعد بن معاذ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو حضرت سعد سے کہا یہ ہمارا

Marfat.com

سردار ہے۔

حضرت سعد نے کہا ''امیہ بن خلف'' تو ابوجہل کی طرف داری نہ کر۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو ان کے اصحاب کے ہاتھوں سے مارا جاوے گا۔

امیہ ے کہا کہ محمد (ﷺ) کے اصحاب مجھے مکہ میں ماریں گے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے جواب دیا۔ مجھے اس کا علم نہیں۔

جنگ بدر میں امیہ بن خلف کی شمولیت:

امیہ بن خلف حضرت سعد بن معاذؓ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر سراسیمہ ہو گیا اور گھر آ کر اپنی بیوی سے تمام ماجرا بیان کیا۔ کفار مکہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ محمد (ﷺ) جو بات اپنی زبان سے کہہ دیں۔ وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ اس لئے امیہ بن خلف نے اپنے دل مین یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ مکہ سے باہر نہیں نکلے گا۔ جب جنگ بدر کا معرکہ پیش آیا تو امیہ بن خلف نے اس میں شامل ہونے سے ٹال مٹول سے کام لیا۔ لیکن ابوجہل کے اصرار پر جنگ بدر میں شامل ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اس کو حضرت سعد بن معاذؓ کی بات یاد دلائی تو کہنے لگا۔

مجھے سعد بن معاذؓ کی بات یاد ہے۔ لیکن تھوڑی دور جا کر واپس آ جاؤں گا۔

لیکن قدرت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ امیہ بن خلف میدان بدر میں پہنچ گیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کی لاش کو قلیب بدر میں پھینکا گیا۔

امیہ بن خلف کی عبرتناک موت:

امیہ بن خلف کی موت بڑی عبرتناک ہے۔ جنگ بدر میں ۷۰ کے قریب قریش مکہ کے آدمی قتل ہوئے اور ۷۰ کے قریب ہی گرفتار ہوئے۔ قید ہوے والوں میں امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی بھی شامل تھا۔ ان دونوں باپ بیٹے کو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دونوں کو گرفتار کر کے حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لے جا رہے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ان پر نظر پڑ گئی۔ انہیں دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کی طرف لپکے اور پکار کر کہا۔

''اے کفر کے سر۔ آج تو مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ آج یا میں زندہ رہوں گا یا تو زندہ رہے گا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یہ میرا قیدی ہے۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نہ مانے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کو آواز دے کر بلایا اور وہی بات کہی۔

آج یا یہ زندہ رہے گا یا میں زندہ رہوں گا۔ یہ کفر کا سر ہے۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے انصار ساتھیوں نے ہم کو گھیرے میں لے لیا اور امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ امیہ بن خلف نے مرنے سے پہلے ایسی دردناک چیخ ماری جو میں نے پہلے ایسی چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ اس طرح رسول اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی پری ہوئی کہ

Marfat.com

یہ بھی اصحاب رسول (ﷺ) کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

علامہ شبلی نعمانی امیہ بن خلف کے قتل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''آنحضرت ﷺ کا شدید دشمن امیہ بن خلف تھا۔ جنگ بدر میں شریک تھا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس سے کسی زمانہ میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آئے گا تو یہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ بدر میں اس دشمن خدا سے انتقام لینے کا خوب موقع تھا۔ لیکن چونکہ عہد کی پابندی اسلام کا شعار ہے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے چاہا کہ وہ بچ کر نکل جائے۔ اس کو لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ اتفاق یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ انصار کو خبر کر دی۔ دفعۃً لوگ ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ لوگوں نے اس کو قتل کر لیا۔ لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور امیہ کی طرف بڑھے۔ انہوں نے امیہ سے کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ۔ یہ لیٹ گیا تو اس پر چھا گئے کہ لوگ اس کو مارنے نہ پائیں۔ لیکن لوگوں نے ان کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی بھی ٹانگ زخمی ہوئی اور زخم کا نشان مدتوں تک قائم رہا۔'' (سیرت النبی ج ۱ ص ۳۲۶)

اخنس بن شریق:

اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی حلیف بنی زہرہ کا شمار رؤسائے عرب میں ہوتا تھا۔ اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جس کی باتیں سنی جاتی تھیں۔ لیکن یہ شخص رسول دشمنی میں صف اول کے لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں زبان درازی اور طعن گوئی کرتا تھا۔

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ، هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ، مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ، عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ۔ (القلم ۱۰۔۱۳)

''اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ ماننا۔ جو زیادہ قسمیں کھانے والا ہو۔ بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھ جانے والا گنہگار، گردن کش اور ساتھ ہی بے نسب ہو۔''

ان آیات میں کسی لعین فرد کا نام نہیں لیا گیا۔ تاہم مکہ میں ایسی خصلتوں والا شخص موجود تھا۔ مولانا سید مودودی مرحوم لکھتے ہیں۔

ان آیات میں جس شخص کے یہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ کسی نے کہا یہ شخص ولید بن مغیرہ تھا۔ کسی نے اسود بن عبدیغوث کا نام لیا ہے۔ کسی نے اخنس بن شریق کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے اور بعض لوگوں نے کچھ دوسرے لوگوں کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں نام لئے بغیر صرف اس کے اوصاف بیان کر دیئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں وہ اپنے ان اوصاف کے لئے اتنا مشہور تھا کہ اس کا نام لینے

Marfat.com

کی ضرورت نہ تھی۔اس کی یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس طرف ہے۔(تفہیم القرآن ج ٦ ص ٦١)

نضر بن حارث:

قریش مکہ میں نضر بن حارث بن کلاہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی ایک نہایت ہی بدذات اور شریر شخص تھا۔اس نے وطیرہ اختیار کر رکھا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ قریش کے مجمع میں وعظ و نصیحت فرماتے اور پچھلی امتوں پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے جو عذاب آئے ان کا ذکر فرماتے اور جب آنحضرت ﷺ مجمع سے تشریف لے جاتے تو یہ شخص قریش کے مجمع میں بیٹھ کر رستم اور اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد (ﷺ) کی باتیں میری باتوں سے بہتر نہیں ہیں۔جیسے قصے کہانیاں محمد (ﷺ) نے لکھ رکھے ہیں۔ایسے ہی میں نے بھی لکھ رکھے ہیں۔

(سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۳۴)

نضر بن حارث کی اس لاف زنی کے متعلق مندرجہ ذیل آیات قرآنی نازل ہوئیں۔

وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا، قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ (الفرقان ٥-٦)

''اور یہ بھی کہا کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھا رکھے ہیں۔پس وہی صبح و شام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔کہہ دیجئے کہ اسے تو اللہ نے اتارا ہے جو آسمان و زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور یہ آیت بھی اس کے بارے میں نازل ہوئی۔

إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ۔ (القلم ١٥)

''جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے قصے ہیں۔''

اور یہ آیت بھی اس کے بارے میں نازل ہوئیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ، يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ (الجاثیہ ٧-٨)

''ذلیل اور افسوس ہے۔ایک جھوٹے گنہگار پر جو آیتیں اللہ کی اپنے سامنے پڑھی جاتی ہوئی سنے۔پھر بھی غرور کرتا ہوا اس طرح اڑا رہے کہ گویا سنی ہی نہیں۔تو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔''

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں نضر بن حارث بھی آ گیا اور مجلس میں بیٹھ گیا اور اس کے علاوہ اور لوگ بھی وہاں مجلس میں بیٹھے تھے۔آنحضرت ﷺ نے گفتگو شروع فرمائی۔نضر بن حارث نے دخل اندازی کرنی چاہی۔آنحضرت ﷺ نے اس کو سخت تنبیہ فرمائی اور یہ آیات پڑھیں۔

Marfat.com

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ، لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ، لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ۔

(الانبیاء۹۸۔۱۱۰)

''تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے۔تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے اور سب کے سب اسی میں رہنے والے ہیں۔وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہاں کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔''

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ عبداللہ بن زبعری سہمی اس مجلس میں آکر بیٹھ گیا اور ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم کہ اس وقت نضر بن حارث محمد (ﷺ کے سامنے نہیں ٹھہر سکا اور محمد (ﷺ نے کہا ہے کہ

تم اور تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

عبداللہ بن زبعری نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ

''اس طرح تو صرف ہمارے معبود ہی نہیں مسیح اور عزیر اور ملائکہ بھی جہنم میں جائیں گے۔کیونکہ دنیا میں ان کی بھی عبادت کی جاتی ہے۔''

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

نعم کل من رحبّ ان یعبد من دون الله فهو مع من عبده

''ہاں ہر وہ شخص جس نے پسند کیا کہ اللہ کے بجائے اس کی بندگی کی جائے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا۔جنہوں نے اس کی بندگی کی۔'' (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۳۵، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۵۷)

نضر بن حارث جنگ بدر میں شریک ہوا اور ۷۰ آدمی جو گرفتار ہوئے تھے ان میں نضر بن حارث بھی شامل تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن ماری۔(سیرۃ النبی ج ا ص ۳۱۹)

ابی بن خلف:

ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمیع امیہ بن خلف کا بھائی تھا اور رسول دشمنی میں برابر کا شریک تھا اور یہ رسول دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کی دھمکیاں دیا کرتا تھا۔ایک دفعہ آپ ﷺ سے ملاقات میں ابی بن خلف نے کہا۔

''اے محمد (ﷺ) میرے پاس عود نامی ایک گھوڑا ہے۔میں اسے روزانہ تین صاع (ساڑھے سات کلو) دانہ کھلاتا ہوں۔اسی پر بیٹھ کر تمہیں قتل کروں گا۔اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔انشاءاللہ میں تمہیں قتل کروں گا۔''

جنگ احد میں ابی بن خلف کی شرکت:

۳ ہجری میں غزوہ احد ہوا۔اس میں ابی بن خلف شریک ہوا۔سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آنحضرت ﷺ

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک گھاٹی کے قریب کھڑے تھے کہ ابی بن خلف آپ ﷺ کو آواز دیتا ہوا آیا۔

ابی بن خلف کا قتل:

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری سیرابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

''جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف لا چکے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہے۔ یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اسے آنے دو۔ وہ جب قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حارث بن صمعہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لیا اور لینے کے بعد جھٹکا دیا۔ تو اس طرح لوگ ادھر ادھر اڑ گئے جیسے اونٹ اپنی گردن کو جھٹکا دیتا ہے تو مکھیاں اڑ جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس کے مدمقابل پہنچے۔ اس کی خود اور زرہ کے درمیان حلق کے پاس تھوڑی سی جگہ کھلی دکھائی دی۔ آپ ﷺ نے اس پر ٹکا کر ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے کئی بار لڑھک لڑھک گیا۔

جب قریش کے پاس گیا۔ دراں حالیکہ گردن پر کوئی بڑی خراش نہ تھی۔ البتہ خون بند تھا۔ بہتا نہ تھا۔ تو کہنے لگا مجھے واللہ محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا خدا کی قسم تمہارا دل چلا گیا ہے۔ ورنہ تمہیں واللہ کوئی خاص چوٹ نہیں ہے۔ اس نے کہا وہ مکے میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس لئے خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتا تو بھی میری جان چلی جاتی۔ بالآخر اللہ کا یہ دشمن مکہ واپس آتے ہوئے مقام سرف پہنچ کر مر گیا۔

ابوالاسود نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ یہ بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔'' (الرحیق المختوم ص ۴۳۰۔۴۳۱)

Marfat.com

باب:6

مکی دور میں آنحضرت ﷺ
اور آپ کے رفقاء پر مصائب کا اجمالی تذکرہ

آنحضرت ﷺ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ منصب نبوت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۷ رمضان آپ ﷺ کی ولادت کے ۴۱ ویں سال مطابق ۶ اگست ۶۱۰ء آپ ﷺ کو نبوت ملی اور یہ نبوت کا پہلا دن تھا اور آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ (علق ۱-۵)

"(اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو۔ جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔"

اس کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور غار حرا میں جو واقعہ رونما ہوا اس سے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کو آگاہ کیا اور آپ ﷺ کو تسلی دی اور آپ ﷺ کو پورے یقین واعتماد سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل ورسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ کرتے ہیں۔ دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔ محتاجوں کے کام آتے ہیں۔ مہمان کی ضیافت وخاطر مدارات کرتے ہیں۔ راہ حق کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔"

(صحیح بخاری بحوالہ نبی رحمت ص ۱۴۷)

حضرت خدیجہ مزید تسکین کے لئے آپ ﷺ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توریت وانجیل کے ماہر تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا۔

"یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔

Marfat.com

کیا قوم مجھے نکال دے گی۔

ورقہ بن نوفل نے کہا۔

''ہاں! اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور آپ کی خدمت کرسکوں۔'' (رحمۃ للعالمین ۱/۴۳)

لیکن ورقہ بن نوفل زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہے اور اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد انتقال کر گئے۔

تبلیغ کا آغاز:

آنحضرت ﷺ نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ، چچازاد بھائی علی بن ابی طالب عمر ۸ سال اور زید بن حارثہ (مولیٰ) اور آپ ﷺ کے دوست حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ مسلمان ہوگئے۔ حضرب ابوبکرؓ بڑے مالدار تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ لوگوں سے ان کا بہت میل ملاپ تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ

''حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ کا قبول اسلام بھی کچھ کم اہم نہ تھا۔ اس لئے کہ ان کی دانش مندی، فہم و فراست، عالی ہمتی اور اعتدال و میانہ روی کی وجہ سے قریش میں ان کو ایک خاص درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے اسلام کا اعلان و اظہار بھی کیا۔ وہ بڑی محبوب و دلکش شخصیت اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ قریش کے انساب و تاریخ سے واقف تھے اور ایک بااخلاق و کامیاب تاجر تھے۔ چنانچہ اپنے اعتماد کے لوگوں، جاننے پہچاننے والوں اور اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں میں انہوں نے اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ سن رسیدہ و بالغ مردوں میں وہ پہلے مسلمان تھے۔'' (نبی رحمت ص ۱۵۰)

حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے قریش کے نامی گرامی سردار دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن میں حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمان بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔

ان کے بعد ابوعبیدہ بن الجراح، عبدالاسد بن بلال، عثمان بن مظعون، عامر بن فہیرہ، ابوحذیفہ اور ارقم رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کی چچی ام الفضل زوجہ حضرت عباسؓ، اسماء بنت عمیسؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ اور حضرت عمر فاروق کی بہن فاطمہ زوجہ سعید بن زید نے اسلام قبول کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں حضرت بلال، حضرت عبداللہ بن مسعود، صہیب رومی، آل یاسر (عمار بن یاسر، یاسر اور سمیعہ) بھی دین اسلام میں داخل ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نبوت کے ابتدائی تین سال لوگوں کو خاموشی سے تبلیغ کرتے رہے۔ اس تین سال میں صرف چالیس آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ تین سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اس کے بعد وحی کا آغاز ہوا اور اعلانیہ تبلیغ کا بھی ساتھ ہی حکم ہوا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

یَا أَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ، وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ، وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ۔ (المدثر ۱-۱۵)

Marfat.com

''اے کپڑا اوڑھنے والے، کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کر۔ اپنے کپڑوں میں پاک رکھا کر۔ ناپاکی کو چھوڑ دے۔''

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اعلانیہ تبلیغ کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ پہلے آپ ﷺ کو خصوصیت سے اپنے قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔ (الشعراء۔۲۱۴)

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو دوسنا دو۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں (بنی ہاشم) کو کھانے پر جمع کیا اور ان کو دعوت اسلام دی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے کوہ صفا پر سب لوگوں کو جمع کر کے ان کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا

فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ۔

''تو یہ سمجھو کہ میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈرانے اور آگاہ کرنے آیا ہوں۔ جو بالکل تمہارے ہاتھوں کے سامنے ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچانے سے فارغ ہو کر مکہ اور عرب کے لوگوں میں عام تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ جب تک آپ ﷺ مکہ میں مقیم رہے۔ دس سال مسلسل ہر حال میں ہر جگہ لوگوں کو قرآن مجید سناتے رہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ آپ ﷺ مجلسوں میں بھی وعظ و تبلیغ فرماتے۔ بر سر عام بھی، بیت اللہ میں بھی۔ ہر جگہ آپ ﷺ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے۔ جو لوگ حج یا عمرہ یا تجارت کی غرض سے مکہ آتے۔ تو آپ ﷺ ان کے پاس بھی جا کر تبلیغ فرماتے۔

آپ ﷺ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے۔

یاایھاالناس قولو الا الہ الااللّٰہ تفلحوا و تملکوا بھاالعرب و تذل لکم العجھم واذا امنتم ملوکاً فی الجنۃ

''اے لوگو! کہو لا الہ الا اللہ فلاح پاؤ گے اور اس کلمے کی بدولت عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجم تمہارا مطیع ہو جائے گا اور سب تم ایمان لے آؤ گے۔ تو جنت میں تم بادشاہ ہو گا۔''

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ ابن کثیر میں لکھتے ہیں کہ

''آنحضرت ﷺ شب و روز اور اعلانیہ دعوت دیتے رہے اور کسی کے روکے نہ رکے۔ لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں اور مجمعوں میں جاتے اور دعوت دیتے۔ میلوں اور حج کی اقامت گاہوں میں جاتے اور دعوت دیتے۔ آزاد، غلام، ضعیف، قوی، غنی، فقیر ہر طبقے کے لوگوں سے ملتے اور اللہ کی طرف بلاتے۔'' (سیرت سرورِ عالم ۲/۵۰۶)

Marfat.com

قرآن کی مخالفت اور نبی ﷺ کی دعوت وتبلیغ میں رکاوٹ ڈالنے کی تدبیریں:

آنحضرت ﷺ نے جب اسلام کی دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو سرداران قریش مخالفت پر اتر آئے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو کیسے چھوڑ دیں۔ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا اور ہم اس کا مذہب قبول کرنے کو کسی صورت میں بھی تیار نہیں۔

چنانچہ قریش کے تمام سردار آپ ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ سرداران قریش میں جو لوگ آپ ﷺ کے سخت مخالف تھے، ابن سعد نے طبقات میں ان کے نام لکھے ہیں:۔

''ابولہب، ابوجہل، اسود و بن یغوث، حارث بن قیس بن عدی، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، عاص بن وائل سہمی، نضر بن حارث، منبہ بن الحجاج، زبیر بن ابی امیہ، سائب بن صیفی بن عایدہ، اسود بن عبدالاسد، عاص بن سعید بن العاص ابوالبختری، عاص بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط حکم بن ابی العاص وغیرہم۔''

یہ سب حضرات آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں کمربستہ ہوگئے اور انہوں نے مختلف تدابیر کیں۔ جو انہوں نے اسلام کی دعوت کو روکنے کے لئے اختیار کیں۔

چنانچہ سب سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں متعدد وفود بھی بھیجے اور اس کے علاوہ خاص خاص اشخاص نے بھی مل کر آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے سامنے متعدد تجاویز رکھیں کہ کسی طرح آپ ﷺ سے مصالحت ہو جائے اور یہ کشمکش ختم ہو جائے۔ لیکن آپ ﷺ نے سرداران قریش کی تمام تجاویز کو مسترد کر دیا۔

ابوطالب کی خدمت میں قریش کا وفد:

جب سرداران قریش کی کوئی بھی تدبیر اور تجویز آنحضرت ﷺ نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو انہوں نے ایک دوسری تدبیر سوچی کہ اسلام کے دعوت کو روکنے کے لئے حضرت محمد (ﷺ) کے چچا سردار ابوطالب بن عبدالمطلب سے ملاقات کی جائے اور ان کی خدمت میں عرض کریں کہ ایک تو آپ محمد ﷺ کی حمایت کرنا چھوڑ دیں اور دوسرا محمد ﷺ پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اپنے کام (دعوت وتبلیغ اسلام) سے باز آجائیں۔

پہلا وفد:

سرداران قریش کو معلوم تھا کہ سردار ابوطالب محمد (ﷺ) کی حمایت کر رہے ہیں اور محمد (ﷺ) کو تبلیغ سے نہیں روکتے جو انہیں سخت ناگوار ہیں۔ چنانچہ قبیلہ قریش کا ایک وفد سردار ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں درج ذیل اصحاب شامل تھے۔

بنی عبدالشمس بن عبد مناف سے عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ۔ بنی امیہ سے ابوسفیان صخر بن حرب۔

بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے ابوالبختری عاص بن ہشام اور اسود ابن المطلب۔

بنی مخزوم سے ابوجہل عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ۔

Marfat.com

بنی سہم سے عاص بن وائل اور حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی لوگ تھے۔ یہ لوگ سردار ابو طالب کے پاس آئے اور کہا

''اے سردار ابو طالب یا تم اپنے بھتیجے یعنی محمد (ﷺ) کو منع کرو کہ وہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے اور ہمارے باپ دادا کو جاہل اور گمراہ نہ بتائے ورنہ ہم کو اجازت دو کہ ہم خود اس سے سمجھ لیں۔ کیونکہ اس کی مخالفت میں تم بھی ہمارے شریک ہو۔ یعنی تم بھی ہماری طرح ہی مسلمان نہیں ہوئے۔ پس تم ہمارے اور اس کے درمیان دخل نہ دینا۔''

ابو طالب نے ان کو شائستگی کے ساتھ جوابات دیئے اور خوش کر کے رخصت کر دیا اور آنحضرت ﷺ برابر دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ (سیرت ابن ہشام (اردو) ۱/۱۷۰)

دوسرا وفد:

آنحضرت ﷺ برابر اسلام کی دعوت وتبلیغ میں سرگرم رہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آپ ﷺ دعوت اسلام میں مستعد نظر آنے لگے۔ سرداران قریش آپ ﷺ کی تبلیغ سے پشیمان ہو رہے تھے۔ چنانچہ وہ دوسری بار سردار ابو طالب کی خدمت میں ایک وفد کی صورت میں حاضر ہوئے اور کہا:۔

''اے سردار ابو طالب۔ آپ سن رسیدہ بزرگ ہیں اور ہماری نگاہ میں آپ کی خاص قدر و منزلت ہے۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کر دیں۔ لیکن آپ نے اس سلسلہ میں کچھ نہ کیا۔ اب خدا کی قسم ہم اس سے زیادہ صبر نہ کریں گے۔ جتنا صبر کا ثبوت ہم نے اب تک دیا ہے۔ اب ہم اپنے آباؤ اجداد کی مذمت اور ہمیں ناسمجھ و بیوقوف ٹھہرانے اور ہمارے معبودوں کو عیب لگانے کی کوشش زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یا تو آپ ان کو اس حرکت سے باز رکھیں یا پھر ہم ان سے اور آپ سے سمجھ لیں گے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی ایک فریق ختم ہو جائے۔'' (نبی رحمت ص ۱۵۵)

ارکان وفد نے جب اپنی بات ختم کر لی تو سردار ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کو بلا لیا جب آپ ﷺ تشریف لائے تو سردار ابو طالب نے آپ ﷺ سے کہا

''میرے بھتیجے تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا ایسا کہہ رہے تھے۔ ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے میں اٹھا نہ سکوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے سردار ابو طالب کی گفتگو سن کر یہ خیال کیا کہ اب میرا چچا میری مدد نہیں کر سکتا۔ تو سردار ابو طالب کو جواب دیا کہ

''اے میرے چچا۔ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں کام چھوڑ دوں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا اور میں اپنا کام جاری رکھوں گا۔ یہاں تک

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے۔ یا میں اس راستہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا۔''

یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کے آنسو نکل آئے اور آپ ﷺ رو دیئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ اٹھے اور تشریف لے جانے لگے تو سردار ابو طالب نے آپ ﷺ کو آواز دی اور کہا

اے میرے بھائی کے لخت جگر۔

ادھر آؤ

آپ ﷺ سامنے تشریف لائے۔

تو سردار ابو طالب نے کہا

''جاؤ اور جو تمہارا دل چاہے کہو اور جس طرح چاہو تبلیغ کرو۔ خدا کی قسم میں تم کو کبھی کسی کے حوالہ نہ کروں گا۔''

(سیرت ابن ہشام (اردو) ۱/۱۷۱)

تیسرا وفد:

تیسری بار سرداران قریش کا ایک وفد سردار ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ ان کا جو جھگڑا آنحضرت ﷺ سے چل رہا تھا۔ اس کا قضیہ ختم ہو جائے۔ اس وفد کی تفصیل ابن ہشام اور دوسرے مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کی ہے۔

امام ابن جریر نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں جو واقعہ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰ نبوی میں ابو طالب بیمار ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال کی ہو چکی تھی۔ سرداران قریش نے محسوس کیا کہ اب ان کا آخری وقت قریب ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر سردار ابو طالب سے بات کرنی چاہیے کہ وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کا جھگڑا ختم کرا دیں تو اچھا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد ہم محمد (ﷺ) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں اور عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں کہ جب تک سردار ابو طالب زندہ تھا یہ لوگ اس کے بھتیجے کا لحاظ کرتے رہے اور اب سردار کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے ان کے بھتیجے محمد (ﷺ) پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اس پر سب سردار ران قریش کا اتفاق ہو گیا۔

چنانچہ ۲۵ ارکان کا ایک وفد جن میں ابو جہل، ابو سفیان امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، عقبہ بن ابی معیط عتبہ اور شیبہ اور دوسرے کئی افراد شامل تھے۔ سردار ابو طالب کے پاس پہنچے۔ ان لوگوں نے پہلے تو نبی ﷺ کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں۔ پھر سردار ابو طالب سے کہا ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس کے

Marfat.com

مذہب میں مداخلت نہیں کرتے۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق جس طرح چاہے عبادت کرے۔
لیکن ہمارے مذہب میں مداخلت نہ کریں اور نہ ہی ہمارے معبودوں اور بزرگوں پر تنقید کریں۔ وہ ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دیں اور ہم ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔
اس شرط پر ہم آپ کی ان سے صلح کرا دیں۔ چنانچہ سردار ابوطالب نے رسول اکرم ﷺ کو بلایا۔
جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو سردار ابوطالب نے کہا۔
بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر ان سے اتفاق کر لو تاکہ ان کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پھر اس کے بعد سردار ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کو وہ بات بتائی جو سرداران قریش نے ان سے کی تھی۔
آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا۔ کیا میں انہیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر وہ اسے مان لیں تو سارا عرب ان کے تابع فرمان ہو جائے اور ان پر ان کی بادشاہت قائم ہو جائے اور وہ انہیں جزیہ ادا کریں۔
یہ سن کر ابوجہل کہنے لگا۔ تمہارے باپ کی قسم ایسی ایک بات کیا دس باتیں بھی پیش کرو۔ ہم تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

تم لوگ لا الہ الا اللہ کہو اور اللہ کے سوا جن جن کو پوجتے ہو انہیں چھوڑ دو۔

آپ ﷺ کی یہ بات سن کر تمام سرداران قریش سر پیٹ کر رہ گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے ''سارے خداؤں کی جگہ بس ایک خدا ہی خدا۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔'' اور ایک دوسرے کو یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ڈٹ جاؤ۔
اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورہ ص کی ابتدائی سات آیات نازل فرمائیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۔ ص۔ قرآن کی قسم جو سراسر نصیحت ہے۔
۲۔ بلکہ یہ کافر ہی تکبر اور مخالفت میں بڑھے ہوئے ہیں۔
۳۔ ان سے پہلے ہم کئی قومیں ہلاک کر چکے ہیں۔ (عذاب کے وقت) انہوں نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ حالانکہ تب مخلصی کا وقت نہ رہا۔
۴۔ کافر اس بات پر معتوب ہیں کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔
۵۔ اس نے تو سب خداؤں کو ایک الہ بنا ڈالا۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔
۶۔ اور ان کے سردار چل کھڑے ہوئے۔ (اور کہنے لگے کہ) چلو اور اپنے خداؤں کی عبادت پر ڈٹے رہو۔ یہ بات تو

Marfat.com

کسی اور ہی ارادہ سے کہی جا رہی ہے۔

۷۔ اور جو ہم نے زمانہ قریب کے دین میں کبھی نہیں سنی یہ تو بس ایک من گھڑت سی بات ہے۔

(سیرت سرور عالم ۱/۷۲۴/تیسر القرآن ۳/۷۲۶)

چوتھا وفد:

امام ابن جریر، ابن سعد اور حافظ ابن کثیر نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ سرداران قریش نے جب دیکھا کہ سردار ابو طالب کسی طرح بھی اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کی حمایت سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں وہ اپنی تمام قوم کی عداوت مول لینے کو تیار ہیں تو سرداران قریش ولید بن مغیرہ کے بیٹے عمارہ بن ولید کو سردار ابو طالب کے پاس لے گئے اور ان سے کہا۔

اے سردار۔ یہ عمارہ بن ولید قریش کا نہایت نامور بہادر اور خوبصورت جوان ہے۔ اس کو لے کر اپنا بیٹا بنا لو اور اس کے بدلے اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہمارے حوالے کر دو۔ جس نے تمہارے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی اور تمہاری قوم میں پھوٹ ڈال دی اور ہم سب کو احمق قرار دیا۔ ہم آپ کو ایک آدمی دے کر آپ کے بھتیجے کو لے لیتے ہیں تا کہ اس کو قتل کر ڈالیں۔

سردار ابو طالب نے ان سے کہا۔

خدا کی قسم۔ تم نے مجھ سے بدترین سودا کیا۔ اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو تا کہ میں اس کی پرورش کروں اور میرا بیٹا مجھ سے مانگتے ہو تا کہ تم اس کو قتل کر ڈالو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سرداران قریش کا وفد ناکام و نامراد واپس آیا۔ (سیرت سرور عالم ۱/۵۲۵)

رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی:

جب سرداران قریش کی تمام تدابیر ابو طالب اور رسول اللہ ﷺ نے مسترد کر دیں تو انہوں نے آپ ﷺ کو مختلف طریقوں سے مصائب و آلام میں مبتلا کرنے کا منصوبہ بنایا اور آپ ﷺ کو اس قدر پریشان کرنے کا پروگرام بنایا کہ آپ ﷺ مجبور ہو کر تبلیغ اسلام سے دستبردار ہو جائیں۔ سرداران قریش میں بیشتر سردار آپ ﷺ کے ہمسایہ تھے۔ یعنی ابولہب، ابوجہل، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، منبہ بن حجاج، عقبہ بن ابی معیط اور حکم بن ابی العاص وغیرہم۔

یہ سب رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھاتے۔ نماز پڑھتے تو ہنسی اڑاتے۔ سجدہ میں جاتے تو گردن پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دیتے۔ کبھی گردن میں کپڑا ڈال کر اس زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک پر بدھیاں پڑ جاتیں۔ کبھی آپ کو جادوگر، کاہن، مجنوں اور شاعر کہتے۔ کبھی اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیتے۔

جب آپ ﷺ کسی مجلس یا مجمع میں واعظ فرماتے تو ابولہب اور کئی دوسرے رؤسائے قریش آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے اور آپ ﷺ پر بے جا قسم کی تنقید کرتے۔

Marfat.com

ایک دن سرداران مکہ حجر میں جمع تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور طواف کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے۔ تو ان لوگوں نے آپ ﷺ پر فقرہ بازی کی اور آپ ﷺ کا مذاق اڑایا۔ آخر آپ ﷺ رک گئے اور فرمایا۔

''قریش کے لوگو کیا تم سنتے ہو، قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے لئے ہلاکت لے کر آیا ہوں۔''

آپ ﷺ کے ان الفاظ سے سب اس طرح خاموش ہو گئے کہ گویا ان سب کو سانپ نے سونگھ لیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے ملاطفت اور تعلق کی باتیں کرنی شروع کر دیں۔

دوسرے روز بھی یہی قصہ پیش آیا۔ لوگ جمع تھے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان لوگوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اور بدسلوکی کی اور چاروں طرف سے گھیر لیا اور ایک شخص نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر اس طرح گھسیٹی کہ گلوئے مبارک کو اذیت پہنچی۔ اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ آ گئے اور آپ ﷺ کو ان لوگوں سے آزادی دلائی اور کہا کہ

''اس شخص کو قتل کرتے ہو، جو صرف یہ کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔''

(صحیح بخاری بحوالہ سیرۃ النبی ۱/۲۵۶)

کوئی دن ایسا نہ گزرتا کہ آپ ﷺ کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا جاتا اور آپ ﷺ کی تکذیب کی جاتی اور اس کے ساتھ پریشان کیا جاتا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ صحیح بخاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے تو آپ ﷺ کو دن بھر سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی ایسا شخص (آزاد یا غلام) نہ ملا جس نے آپ ﷺ کی تکذیب نہ کی ہو اور آپ ﷺ کو کسی نہ کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی ہو۔ جب آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے تو تکلیف کے اثر سے چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کو یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّر کہہ کر خطاب کیا گیا۔'' (نبی رحمت ص ۱۶۱)

مسلمانوں پر ظلم و ستم:

سرداران قریش نے ایک طرف آنحضرت ﷺ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کیا تھا۔ دوسری طرف آپ ان لوگوں کو جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان پر بھی ظلم و ستم کرتے تھے اور سخت ایذائیں اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔

مولانا سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ

''قریش کے سرداروں نے باہم طے کیا کہ ان کے بیٹوں، بھائیوں اور قبیلہ کے لوگوں میں سے جس جس نے محمد (ﷺ) کی پیروی قبول کی ہے اس پر جبر و ظلم کر کے اسے زبردستی اس دین سے پھیرنے کی کوشش کریں۔''

اس کے بعد مکہ میں حضور ﷺ کے پیرووں پر ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا۔ (سیرت سرور عالم ۱/۵۴۳)

Marfat.com

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بنوتمیم کے معزز آدمی تھے۔ ایک دن تبلیغ کی نیت سے ایک مجلس میں کھڑے ہوئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت دینی شروع کی۔ تو مشرکین غیظ وغضب کے عالم میں ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو بہت زیادہ زدوکوب کیا اور چہرہ پر اس قدر ضربیں لگائیں کہ ان کے چہرے کے خدوخال پہچانے نہ جاتے تھے۔

۲۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کا چچا حکم کھجور کی صف میں باندھ کر نیچے سے دھواں دیا کرتا تھا۔

۳۔ حضرت زبیر بن عوام جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو ان کا چچا ایک چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیتا اور نیچے سے دھواں دیتا۔

۴۔ حضرت مصعب بن عمیر اسلام لائے تو ان کے چچازاد بھائی عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ) سخت ایذائیں دیتے تھے۔

۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کے بھائی عامر کو ان کے اسلام لانے پر ان کی والدہ نے بہت زیادہ تنگ کیا۔

۶۔ حضرت خالد بن سعید ایمان لائے تو ان کے والد ان کو مارتے تھے کہ مارنے والی لکڑی ٹوٹ جاتی تھی۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ جسمانی سزا دی جاتی تھی۔

۸۔ حضرت بلال بن رباح امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ امیہ بن خلف کو جب پتہ چلا کہ بلال مسلمان ہو گئے ہیں تو ان کو اس نے گوناگوں عذاب میں مبتلا کیا۔

۹۔ عمار اور ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیعہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ابوجہل نے ان کو بہت زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں دیں۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا اور ابوجہل ان سب کو مصائب و آلام میں مبتلا کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اصبرو آل یاسر فان موعد کم الجنۃ۔ (آل یاسر صبر کرو۔ تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے)۔ بدبخت ابوجہل نے سمیعہ کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

۱۰۔ حضرت خباب بن الارت کا تعلق عراق سے تھا اور قبیلہ ربیعہ نے ان کو پکڑ کر اپنا غلام بنالیا تھا۔ لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔ جب اسلام قبول کیا تو مشرکین ان کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیتے تھے۔

۱۱۔ حضرت بلال کی والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ان کو بھی راہ خدا میں عذاب دیا جاتا تھا۔

۱۲۔ عامر بن فہیرہ حضرت عائشہؓ کے ماں جائے بھائی طفیل بن حارث کے غلام تھے۔ ان کو بھی اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا۔

۱۳۔ ابوفکیہہ جن کا نام افلح تھا۔ امیہ بن خلف ان کو سخت سزا دیتا تھا اور پاؤں میں رسی باندھ کر زمین پر گھسیٹتا تھا۔

۱۴۔ لبینہ، زنیرہ، نہدیہ اور ام عبیس لونڈیاں تھیں۔ ان کے سنگدل آقا ان کو ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

لبینہ کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب (اسلام لانے سے قبل) ان کو بہت زیادہ مارتے

Marfat.com

تھے اور جب مارتے مارتے تھک جاتے تھے تو کہتے کہ میں نے تھک جانے کی وجہ سے تجھے چھوڑا ہے۔ ذرا آرام کر لوں تو پھر تمہاری خبر لیتا ہوں۔

زنیرہ۔ بنومخزوم کی لونڈی تھیں۔ ابوجہل اس کو اس قدر تکلیف دیتا تھا یہاں تک کہ اس کی بینائی جاتی رہی۔

ام عبیس۔ یہ بنوزہرہ کی لونڈی تھیں۔ اسود بن عبد یغوث ان پر ظلم ڈھاتا تھا۔

۱۵۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب (اسلام لانے سے قبل) ان کو رسیوں سے باندھ کر مارا کرتے تھے۔

۱۶۔ حضرت صہیب رومی کو ایک عرب خرید کر مکہ لایا۔ عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ عمار بن یاسر کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ قریش ان کو اس قدر سزا دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔

۱۷۔ حضرت عمر بن خطاب جب مسلمان ہوئے تو مشرکین مکہ نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عمرؓ کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ آخر عاص بن وائل سہمی نے جو آپ کے قبیلہ کا حلیف تھا حضرت عمرؓ کو اپنی پناہ میں لے کر ہجوم کو منتشر کیا۔

(سیرت سرور عالم ۱/ ۵۴۷، رحمۃ للعالمین ۱/ ۵۰، سیر النبی ۱/ ۲۳۰، صحیح بخاری کتاب المناقب عمر بن خطاب)

Marfat.com

باب:7

نبی ﷺ پر قاتلانہ حملے اور سازشیں

آنحضرت ﷺ کا زمانہ نبوت ۲۳ سال ہے۔ اس میں ۱۳ سال مکی دور ہے اور ۱۰ سال مدنی دور ہے۔ اس ۲۳ سالہ دور میں آپ ﷺ پر ۱۸ بار حملے ہوئے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

مشرکین مکہ نے مکہ میں دس بار آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے یا قتل کی سازش کی۔

''تین بار یہود مدینہ نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی۔

تین بار بدوی قبائل نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

ایک بار مدینہ کے منافقین نے قتل کی سازش کی۔''

ایک بار خسرو پرویز شاہ ایران نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے دو آدمی مدینہ بھیجے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تمام حملوں سے محفوظ و مامون رکھا۔ آپ ﷺ کو ۲۳ سال (زمانہ رسالت) مصائب و آلام کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن کفار و مشرکین آپ ﷺ کو جان سے ختم نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ اس لئے کفار و مشرکین اور یہود مدینہ اور منافقین آپ کو تکالیف و ایذائیں دیتے رہے اور آپ ﷺ تمام تکالیف برداشت کرتے رہے۔ لیکن آپ ﷺ کو جانی نقصان نہ پہنچا سکے۔ آپ ﷺ کے دشمن آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیتا تھا۔ جس سے آپ ﷺ کے دشمنوں کے تمام عزائم ناکام ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ خود لیا اور اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔ (المائدہ۔۶۷)

''اے رسول جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں کہ

''یہ حفاظت اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طریقہ پر بھی فرمائی اور دنیاوی اسباب کے تحت بھی۔ دنیاوی اسباب کے تحت اس آیت کے نزول سے بہت قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے دل میں آپ کی طبعی محبت ڈال دی اور وہ آپ کی حفاظت کرتے رہے۔ ان کا کفر پر قائم رہنا شاید انہی ارباب کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو شاید سرداران قریش کے دل میں ان کی وہ ہیبت اور عظمت نہ رہتی جو ان کے ہم مذہب ہونے کی وجہ سے آخر وقت تک رہی۔ پھر ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض سرداران قریش کے ذریعہ پھر انصار مدینہ کے ذریعے سے آپ ﷺ کا تحفظ فرمایا۔

پھر یہ آیت نازل ہوگئی۔ تو آپ ﷺ نے تحفظ کے ظاہری اسباب (پہرے وغیرہ) اٹھوا دیئے۔ اس کے بعد بارہا سنگین خطرے پیش آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ چنانچہ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً یہودیوں کے مکر و کید سے مطلع فرما کر خاص فطرت کے مواقع پر بچایا اور گھمسان کی جنگوں میں کفار کے انتہائی غیر فطری حملوں سے آپ ﷺ کو بچایا۔''

(احسن البیان ۳۱۶)

آنحضرت ﷺ پر ۱۸ حملے ہوئے۔ ان کی تفصیل زمانی ترتیب سے درج ذیل ہے۔

۱۔ آنحضرت ﷺ پر پہلا حملہ:

تین سال تک آنحضرت ﷺ خفیہ اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ہوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (الحجر۔۹۴)

''پس آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنا دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔''

اور اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہوا۔

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ۔ (الشعراء۔۲۱۴)

''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے۔''

آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل کو دعوت دی۔ تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا۔

''اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔''

مگر ان لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بیت اللہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا۔ یہ اعلان مشرکین مکہ کے لئے حیران کن تھا اور اس اعلان کو وہ اپنی توہین سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اعلان سے ہر طرف ہنگامہ بپا ہو گیا۔ ہر طرف لوگ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ جب آپ ﷺ کے ربیب حارث بن ابی طلحہ

Marfat.com

(حضرت خدیجہ کے پہلے خاوند کے بیٹے) کو اطلاع ملی تو وہ فوراً بیت اللہ پہنچے اور آپ ﷺ کو بچانا چاہا۔ مشرکین نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا اور حارث بن ابی طلحہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان پر تلواروں سے حملہ کر دیا اور وہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا جس سے زمین رنگین ہوئی۔ (سیرۃ النبی ۱/۲۱۱)

۲۔ ابوجہل کا ارادہ قتل:

ابوجہل عمرو بن ہشام اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو ایذائیں اور تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ایک دن اس بدبخت نے قریش کے سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ محمد (ﷺ) ہمارے معبودوں کی بہت زیادہ تذلیل کرتے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتے ہیں۔ اس لئے اب میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ میں ایک بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا۔ جب محمد (ﷺ) سجدہ کی حالت میں ہوں گے تو اس پتھر سے ان کا سر کچل دوں گا اور اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ میری مدد اور حفاظت کر و یا مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دو۔

سرداران قریش نے کہا ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن بدبخت ابوجہل ایک بھاری پتھر لے کر آنحضرت ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ جب بیت اللہ میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ سرداران قریش بھی پہلے پہنچ چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھنی شروع کی۔ جب آپ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابوجہل پتھر لے کر آگے بڑھا اور جب قریب پہنچا تو بدحواس ہو کر واپس بھاگا اور اس کا رنگ فق ہو گیا اور بمشکل پتھر پھینک کر بہت دور چلا گیا۔

سرداران قریش نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کے قریب گئے اور کہنے لگے۔

ابوالحکم۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

جواب دیا کہ جب میں محمد (ﷺ) کے قریب گیا تو مجھے ایک ڈراؤنی شکل کا اونٹ نظر آیا۔ خدا کی قسم میں نے اس سے قبل ایسا مہیب اور بدشکل اونٹ نہیں دیکھا اور وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا اور میں نے بڑی مشکل سے اس سے اپنے آپ کو بچایا۔ (الرحیق المختوم ص ۱۵۰)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''یہ جبریل علیہ السلام تھے۔ اگر ابوجہل قریب آتا تو وہ اس کی تکا بوٹی کر دیتے۔''

۳۔ عقبہ بن ابی معیط کا ارادہ قتل:

عقبہ بن ابی معیط کا شمار سرداران قریش میں ہوتا تھا۔ دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں اس کا کردار بھی گھناؤنا ہے۔ اس بدبخت نے بھی ایک دفعہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جس کی تفصیل صحیح بخاری میں اس طرح ہے۔

Marfat.com

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جب سے سخت ترین بدسلوکی کی اس کی تفصیل بتائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں حطیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آ گیا۔ اس نے آتے ہی اپنی چادر نبی ﷺ کی گردن میں ڈالی اور اس کو بل دینے شروع کر دیئے جس سے آپ ﷺ کا گلا گھٹنا شروع ہو گیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے دھکا دے کر عقبہ بن ابی معیط کو پیچھے کیا اور کہا

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ۔

''تم لوگ ایک آدمی کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔''

عقبہ بن ابی معیط اور دوسرے مشرکین نے آنحضرت ﷺ کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پل پڑے اور آپ کو بہت زیادہ مارا پیٹا۔ (الرحیق المختوم ص ۱۵۲)

۴۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کا اسلام لانے سے قبل ارادہ قتل:

حضرت عمر بن خطاب جب ۲۷ سال کی عمر کو پہنچے کہ آفتاب رسالت ﷺ طلوع ہوا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ آپ کی دعوت پر حضرت عمر کے گھرانے میں آپ کے بہنوئی حضرت سعید بن زید جو آپ کے چچا زاد بھائی بھی تھے مسلمان ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ بنت خطاب جو حضرت سعید کے نکاح میں تھیں انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

ایک دن مشرکین مکہ خانہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اس شخص نے ہمیں مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ ہمارے معبودوں کی تذلیل بھی کرتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بھی ٹھہراتا ہے۔ حضرت عمرؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ کہنے لگے میں ابھی جا کر محمد (ﷺ) کا کام تمام کئے دیتا ہوں تا کہ روز روز کی تکرار ختم ہو جائے۔ چنانچہ تلوار میان سے نکالی اور ننگی تلوار لئے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے دار ارقم کی طرف جہاں رسول اکرم ﷺ فروکش تھے روانہ ہوئے۔ راستہ میں انہیں ان کے ایک رشتہ دار نعیم بن عبداللہ جو مسلمان ہو چکے تھے ملے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو ننگی تلوار لئے آتے دیکھا۔ جب قریب آئے تو پوچھا

عمر خیریت تو ہے۔ ننگی تلوار اٹھائے آ رہے ہو۔ کیا معاملہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

محمد (ﷺ) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ہمارے معبودوں کی تذلیل کرتا ہے اور ہمارے آباواجداد کو گمراہ ٹھہراتا ہے۔

نعیم بن عبداللہ نے کہا۔

''پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہ اور تمہارے بہنوئی سعید بن زید تو مسلمان ہو

Marfat.com

چکے ہیں۔"

حضرت عمرنعیم بن عبداللہ کے منہ سے یہ بات سن کر سیدھے اپنے بہنوئی کے گھر روانہ ہوئے۔ جب مکان پر پہنچے تو دروازہ بند تھا اور اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت خباب بن ارت سورۃ طہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی دروازہ پر آواز سن کر حضرت خبابؓ چھپ گئے اور قرآن مجید کے اوراق چھپا دیئے۔ حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

اور اپنی بہن اور بہنوئی سے مخاطب ہو کر کہا

میں نے سنا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو چکے ہو۔

اس کے بعد حضرت سعید پر پل پڑے اور ان کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ فاطمہ نے آگے بڑھ کر چھڑانا چاہا تو اس کو بھی لہولہان کر دیا۔ فاطمہ نے کہا

"عمر تمہارا جو جی چاہے کرو۔ اب ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اب اس دین کو چھوڑ نہیں سکتے۔"

بہن فاطمہ کو زخمی حالت میں دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا اور بہت ندامت محسوس ہوئی۔ کہنے لگے جو تم پڑھ رہے ہو وہ مجھے دکھاؤ۔

فاطمہ نے جواب دیا:

"تم ناپاک ہو۔ اس کو صرف وہی ہاتھ لگا سکتا ہے جو پاک ہو۔ اس لئے پہلے غسل کرو۔ پھر آپ کو ہاتھ لگانے کی اجازت ہوگی۔"

چنانچہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا۔ اس کے بعد قرآن مجید کے اجزاء آپ کے سامنے لائے گئے۔ جب قرآن کی آیات سنیں تو دل مرعوب ہو گیا اور اپنے بہنوئی سعید بن زید سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو۔ چنانچہ حضرت عمر ہاتھ میں ننگی تلوار لئے دار ارقم میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دروازہ بند تھا۔ مسلمانوں نے دراڑ سے دیکھا کہ عمر ننگی تلوار لئے دروازہ پر کھڑا ہے تو سہم گئے۔ حضرت حمزہؓ نے کہا:

"دروازہ کھول دو۔ اگر عمر کسی برے ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔"

چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر دامن کھینچ کر پوچھا

عمر۔ کس ارادے سے آئے ہو۔

حضرت عمر نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

"اسلام لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا۔ جس پر سب مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضرت عمرؓ کا ارادہ قتل ان کے اسلام لانے کا سبب بن گیا۔ (سیرۃ النبی ۱/۲۲۳، الرحیق المختوم ص ۱۵۹)

Marfat.com

۵۔مقاطعہ شعب ابی طالب:

اس معاشرتی بائیکاٹ کا اصل محرک ابوجہل تھا اور اس نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ محمد (ﷺ) جو دعوت ہمیں دے رہے ہیں ان سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ان کی اس دعوت سے ہماری سرداری عرب میں ختم ہو جائے گی اور دوسری طرف ہم کو یہ منظور نہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہمارے آباؤ اجداد مدتوں سے کرتے چلے آ رہے تھے۔اس لئے ابوجہل نے کہا کہ

محمد (ﷺ) اور ان کے خاندان بنو ہاشم اور بنو عبدمناف کا مقاطعہ کیا جائے اور ان سے کسی قسم کا لین دین نہ کیا جائے۔اس مقاطعہ کا اصل سبب ان کے نزدیک یہ تھا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو ختم کر دیا جائے۔چنانچہ بنو ہاشم اور بنو عبدمناف ابوطالب کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ یہ ۷ھ بعد بعثت کا واقعہ ہے۔ تین سال تک آنحضرت ﷺ شعب ابی طالب میں محصور رہے اور تین سال کے صبر آزما اور پر مشقت دور کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی تدبیر کو ناکام بنا دیا۔ (نبی رحمت ص ۱۸۰)

۶۔آنحضرت ﷺ کے قتل کی ابوطالب سے سودابازی:

سرداران قریش آنحضرت ﷺ کی دعوت وتبلیغ سے سرگردان و پریشان تھے اور یہ منصوبے سوچتے رہتے تھے کہ کسی طرح محمد (ﷺ) اپنی دعوت وتبلیغ سے باز آ جائیں۔لیکن انہیں اس میں کامیابی نظر نہیں آ رہی تھی۔آخر ایک دن سرداران قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ ابوطالب کے پاس جایا جائے اور ان سے کہا جائے کہ آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کی تذلیل شروع کی ہوئی ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کی توہین کر رہا ہے۔اس کو باز کیا جائے۔ چنانچہ سرداران قریش کا ایک وفد سردار ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابوطالب سے کہا۔

"اے سردار ابوطالب آپ ہمارے اندر سن وشرف اور اعزاز کے مالک ہیں۔آپ سے گزارش ہے کہ اپنے بھتیجے کو روکیے۔لیکن آپ نے ہماری بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دی جائیں اور ان کا مذاق اڑایا جائے۔ہمیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو بیوقوف کہا جائے۔ یہ ہم کیسے برداشت کریں۔اس لئے آپ انہیں منع کریں ورنہ ایسا آپ کے لئے اچھا ثابت نہ ہوگا۔"

سردار ابوطالب نے برداران قریش کی بات سنی اور اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو ابوطالب نے آپ ﷺ کو مخاطب ہو کر کہا

"تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسی باتیں کہہ گئے ہیں۔آپ مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور اس معاملے میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میں برداشت نہ کر سکوں۔"

ابوطالب کی زبان سے یہ الفاظ سن کر رسول اکرم ﷺ نے سمجھا کہ اب میرے چچا بھی میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔تو آپ ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا

Marfat.com

''خدا کی قسم۔ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی دعوت توحید سے باز آ جاؤں تو بھی میں باز نہیں آؤں گا۔ یہاں تک کہ اللہ مجھے ان پر غالب کردے۔ یا اس راہ میں فنا ہو جاؤں۔''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ ابو طالب کے پاس سے واپس جانے لگے تو سردار ابو طالب نے کہا۔

''خدا کی قسم جاؤ جو چاہو کرو، جو چاہو کہو۔ میں تمہیں کبھی بھی کسی بھی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا۔''

اس کے بعد یہ اشعار کہے (ترجمہ)

''بخدا وہ لوگ تمہارے پاس اپنی جمعیت سمیت بھی ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔ تم اپنی بات کھلم کھلا کہو۔ تم پر کوئی قدغن نہیں۔ تم خوش ہو جاؤ اور تمہاری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو جائیں۔''

پھر کچھ دیر بعد سرداران قریش دوبارہ سردار ابو طالب کی خدمت میں ایک نئی تجویز لے کر حاضر ہوئے۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ابو طالب کسی صورت میں بھی محمد (ﷺ) کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ سرداران قریش ولید بن مغیرہ کے بیٹے عمارہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عمارہ بہت خوبصورت نوجوان تھا۔ سرداران قریش نے ابو طالب سے کہا۔

''آپ عمارہ بن ولید کو اپنے پاس رکھیں۔ اس کی دیت اور نصرت کے آپ حق دار ہوں گے اور اس کی بجائے اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالہ کر دیں تاکہ ہم اس کو قتل کر دیں۔ اس نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔

ابو طالب نے کہا۔ افسوس ہے تم پر۔ تم کتنا برا سودا کر رہے ہو۔ تم اپنا بیٹا مجھے دے رہے ہو اور میں اس کو کھلاؤں پلاؤں اور میرا بیٹا مجھ سے طلب کر رہے ہو کہ تم اس کو قتل کر دو۔ خدا کی قسم میں کبھی بھی ایسا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔''

ابو طالب کا یہ جواب سن کر مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بولا۔

خدا کی قسم اے ابو طالب تم سے تمہاری قوم نے انصاف کی بات کہی ہے

اور تم نے ان کی بات کو پس پشت ڈال دیا ہے

سردار ابو طالب نے مطعم بن عدی سے کہا۔

تم نے بھی مجھ سے انصاف کی بات نہیں کی اور میری بجائے میرے مخالف لوگوں کی حمایت میں بات کر رہے ہو۔ تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ مجھے تمہاری بھی پرواہ نہیں۔

سردار ابو طالب کا یہ جواب سن کر تمام سرداران قریش ناکام و نامراد واپس چلے گئے۔ (الرحیق المختوم ص ۱۷۴۔۱۷۸)

Marfat.com

۷۔ نبی ﷺ کے قتل پر مشرکین مکہ کی ظالمانہ قرارداد پر اتفاق

سرداران قریش آنحضرت ﷺ کی دعوت وتبلیغ سے اس قدر بدحواس ہو چکے تھے کہ انہوں نے آپس میں یہ صلاح مشورہ کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان جو کھینچا تانی کا سلسلہ شروع ہے یہ ختم ہونا چاہیے اور اس کے لئے لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ سرداران قریش کا ایک اجلاس دارالندوہ میں ہوا جس میں درج ذیل قریش کے درج ذیل قبائل کے نمائندوں نے شرکت کی۔

۱۔ قبیلہ بنی مخزوم سے	ابو جہل عمرو بن ہشام
۲۔ بنی نوفل بن عبد مناف سے	جبیر بن مطعم، طلیحہ بن عدی اور حارث بن عامر
۳۔ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے	شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب
۴۔ بنی عبدالدار سے	نضر بن حارث
۵۔ بنی اسد بن عبدالعزی سے	ابوالبختر ی بن ہشام، ربیعہ بن اسود اور حکیم بن حزام
۶۔ بنی سہم سے	منیبہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج
۷۔ بنی جمح سے	امیہ بن خلف

جب یہ لوگ دارالندوہ میں پہنچے تو ابلیس شیخ نجدی کی صورت میں دروازے پر آن کھڑا ہوا۔ لوگوں نے اس کے بارے میں دریافت کیا یہ کون شخص ہے۔

ابلیس نے کہا۔ یہ شیخ نجدی ہے۔ آپ لوگوں کی باتیں سننا چاہتا ہے ممکن ہے آپ کو کوئی مفید مشورہ دے۔ چنانچہ ابلیس کو بھی اجلاس میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی۔ اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو سب سے پہلے ابوالاسود نے یہ تجویز پیش کی کہ اس شخص کو مکہ سے نکال دینا چاہیے اور پھر اس کا ہم سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا اور ہمارا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔

شیخ نجدی نے کہا مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی زبان میں مٹھاس ہے اور لوگ اس کی بات دھیان سے سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں اور دن بدن اس کے ماننے والوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر تم نے جلاوطن کر دیا تو وہ اپنے پیرووں کی ایک جماعت لے کر تم پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے یہ تجویز مناسب نہیں ہے۔ کوئی دوسری تجویز پر غور کرو۔

اس کے بعد قبیلہ اسد بن عبدالعزٰی کا نمائندہ ابوالبختر ی بن ہشام نے یہ تجویز پیش کی کہ اس دشمن کو لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر ایک کمرہ میں بند کر دو اور پھر اس کے انجام (موت) کا انتظار کرو۔

شیخ نجدی نے بھی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور کہا۔ اگر تم نے قید کر دیا تو اس کے پیرو اکٹھے ہو کر حملہ کر دیں گے اور اس کو چھڑا کر لے جائیں گے اور اپنی تعداد بڑھا کر تم کو مغلوب کر دیں گے۔ لہذا کسی اور تجویز پر غور کرو۔

اب ابوجہل بن ہشام نے ایک تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی لیا جائے اور سارے

Marfat.com

اکٹھے ہو کر تلواروں سے اس پر حملہ کر کے اس کو ختم کر دیں اور پتہ نہیں چلے گا کہ وہ کس کی تلوار سے ختم ہوا ہے اور تمام قبائل سے اس کے خاندان کے لوگ بدلہ نہیں لے سکیں گے۔ آخر معاملہ دیت پر ختم ہوگا جو ہم سب مل کر ادا کر دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ تجویز معقول ہے۔ چنانچہ یہ تجویز بالاتفاق منظور کر لی گئی۔ جب سرداران قریش نے تجویز منظور کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو مطلع کر دیا اور اس کے ساتھ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ دوسری طرف سرداران قریش نے دارالندوہ میں بیٹھ کر ایک کمیٹی تشکیل دی جنہوں نے آپ ﷺ کے مکان کا گھیراؤ کرنا تھا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ پر حملہ کرنا تھا۔

ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔	ابوجہل عمرو بن ہشام	۲۔	حکم بن عاص
۳۔	عقبہ بن ابی معیط	۴۔	نضر بن حارث
۵۔	امیہ بن خلف	۶۔	زمعہ بن الاسود
۷۔	طعیمہ بن عدی	۸۔	ابولہب
۹۔	ابی بن خلف	۱۰۔	نبیہ بن حجاج
۱۱۔	منبہ بن حجاج		

(زادالمعاد ابن قیم ۵۲/۲)

ان لوگوں نے رات کو آپ ﷺ کے مکان کا گھیراؤ کیا۔ لیکن آپ ﷺ ان کی آنکھوں میں مٹی ڈالتے ہوئے صحیح وسلامت نکل گئے اور ان لوگوں کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ (الرحیق المختوم ۲۵۴)

۸۔ ہجرت کے بعد نبی ﷺ کی گرفتاری یا قتل پر سو اونٹ انعام:

سرداران قریش کا جب منصوبہ ناکام ہو گیا تو ان پر جنون طاری ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا غصہ حضرت علی بن ابی طالب پر اتارا۔ اس کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ

"جو شخص محمد (ﷺ) اور ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔"

چنانچہ کچھ لوگ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو تلاش کرتے ہوئے غار ثور تک پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان سے محفوظ و مامون رکھا۔ تیسرے دن آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم نے بھی قریش کے انعام کا سنا تو وہ انعام کی امید میں گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے تعاقب میں نکلا اور گھوڑا اڑاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ تین بار اس نے آپ ﷺ کے قریب آنے کی کوشش کی اور تین بار ہی اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔

Marfat.com

سراقہ سمجھ گیا کہ بہتری اسی میں ہے کہ ان کے قریب نہ جایا جائے۔ چنانچہ اس نے آپ سے امان طلب کی۔ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ اس کو امان لکھ دو۔ چنانچہ عامر بن فہیرہ نے فرمان لکھ دیا اور سراقہ بن جعشم ناکام واپس چلا گیا۔ (صحیح بخاری، بحوالہ سیرۃ النبی ۱/۲۷۳۔۲۷۴)

۹۔ عمیر بن وہب کی نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش:

جنگ بدر میں مشرکین مکہ شکست کھا کر بہت پیچ پا ہوئے تھے اور مسلمانوں پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ عمیر بن وہب قریش میں اسلام کا سخت دشمن تھا۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو ایذائیں پہنچانے میں پیش پیش رہتا تھا۔ جنگ بدر میں اس کا بیٹا وہب بن عمیر گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں تھا۔ اس وجہ سے اب عمیر بن وہب پہلے سے زیادہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی مخالفت میں کردار ادا کر رہا تھا۔ ایک دن صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب خانہ کعبہ میں حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے جنگ بدر پر تبصرہ کر رہے تھے۔

صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب سے کہا۔ اب جینے کا مزہ نہیں رہا۔ عمیر نے کہا تم نے صحیح کہا ہے۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں مدینہ جا کر محمد (ﷺ) کا کام تمام کر دیتا۔ صفوان نے کہا۔

''تم اپنے قرض اور بچوں کا خیال نہ کرو۔ میں یہ ساری ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ تم مدینہ جا کر محمد (ﷺ) کا کام تمام کر دو۔''

چنانچہ عمیر بن وہب سوار ہو کر مدینہ گیا اور مسجد نبوی میں پہنچا اور تلوار گلے میں حمائل تھی۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ عمیر بن وہب آپ سے ملنے آیا ہے اور گلے میں تلوار لٹکائی ہوئے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ شک گزرا اور اس کی تلوار کے پرتلے کو اس کے گلے کے پاس سے پکڑ لیا۔

جب عمیر آنحضرت ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے پوچھا عمیر تم کس ارادہ سے آئے ہو۔

جواب دیا۔ میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے اس کی رہائی کے لئے آیا ہوں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تلوار کیوں حمائل کی ہے۔

عمیر نے کہا۔ آخر تلواریں بدر میں کس کام آئیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ تم نے اور صفوان نے حطیم میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش کی ہے۔

عمیر آپ ﷺ کی زبان سے یہ سن کر سناٹے میں آ گیا اور بولا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ خدا کی قسم میرے اور صفوان کے سوا اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی۔

ادھر صفوان بن امیہ لوگوں سے کہتا رہا کہ بہت جلد تم ایک خوشخبری سنو گے۔ ایک ایسا واقعہ رونما ہونے والا ہے جو بدر کے تمام مصائب بھلا دے گا۔ لیکن جب قریش مکہ نے عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر سنی تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

Marfat.com

حضرت عمیرؓ مسلمان ہو کر مکہ آئے جہاں کا ہر ذرہ اس وقت مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔ ان کو اسلام کے دوستوں سے جس شدت سے دشمنی تھی۔ اسی شدت سے وہ اب دشمنان اسلام کے دشمن تھے۔ مکہ میں انہوں نے اسلام کی دعوت کو خوب پھیلایا اور ایک مجمع کثیر کو اس روشنی سے منور کر دیا۔ (سیرۃ النبی ۱/۳۳۵)

۱۰۔ یہود کا منصوبہ قتل:

بیر معونہ میں ستر صحابہ کرام جو حفاظ قرآن تھے۔ دھوکے سے شہید کر دیئے گئے تھے۔ جن میں صرف ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ہی زندہ بچ کر واپس آئے تھے۔ انہوں نے واپسی پر راستہ میں دو آدمیوں کو غلطی سے قتل کر دیا تھا جن کا خون بہا اب تک واجب الادا تھا اور معاہدہ کی رو سے یہود کو بھی خون بہا میں اپنا حصہ ادا کرنا تھا۔ اس خون بہا کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ مع اپنے چند صحابہ کرام کے یہود بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے خون بہا دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن در پردہ وہ آپ ﷺ کے خلاف ایک سازش میں مصروف تھے۔

آپ ﷺ ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ادھر یہود نے یہ سازش کی تھی کہ ایک شخص مکان کی چھت پر چڑھ کر نبی ﷺ پر چکی کا پاٹ گرا دے۔ عمرو بن نجاش ایک یہودی نے یہ ڈیوٹی اپنے ذمہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی یہود کی اس سازش سے مطلع کر دیا۔ آپ ﷺ فوراً واپس مدینہ آ گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہی واقعہ ان سے جنگ کرنے کا سبب بنا۔ آنحضرت ﷺ نے یہود بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ چھ دن تک جاری رہا۔ آخر یہود نے خود آپ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے اور ان کو جان کی امان دے دی جائے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کی اور یہود خیبر اور شام کی طرف چلے گئے۔

(سیرت ابن ہشام بحوالہ نبی رحمت ص ۳۲۰)

۱۱۔ ثمامہ بن اثال کا ارادہ قتل

محرم ۶ ھ میں آنحضرت ﷺ نے ۳۰ آدمیوں پر مشتمل ایک فوجی دستہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کی سرکردگی میں یمنی قبائل کی سیاسی صورتحال کی تحقیق کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ ثمامہ بن اثال کو مسلیمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اپنی کتاب الرحیق المختوم میں علامہ ابن برہان الدین کی کتاب ''السیرۃ الحلبیہ'' سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ

> ثمامہ بن اثال کو مدینہ لا کر مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ نبی ﷺ تشریف لائے تو دریافت فرمایا۔
>
> ثمامہ تمہارے نزدیک کیا ہے۔
>
> انہوں نے کہا محمد (ﷺ) میرے نزدیک خیر ہے۔ اگر تم قتل کرو تو ایک خون والے کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک قدردان پر احسان کرو گے اور اگر مال چاہتے ہو تو جو چاہو مانگ لو۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اسی حال میں چھوڑ دیا۔ پھر آپ ﷺ دوبارہ گزرے تو پھر وہی سوال کیا اور ثمامہ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ تیسری بار گزرے تو پھر وہی سوال جواب ہوا۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ثمامہ بن اثال کو رہا کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ثمامہ کو آزاد کر دیا۔

ثمامہ مسجد نبوی کے قریب ایک باغ میں گئے۔ وہاں غسل کیا اور دوبارہ مسجد میں آ کر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

''خدا کی قسم۔ روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن آپ ﷺ کا چہرہ دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی دین میرے نزدیک آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ مگر اب آپ ﷺ کا دین دوسرے تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور آپ ﷺ کے سواروں نے مجھے اس حالت میں گرفتار کیا تھا کہ میں عمرہ کا ارادہ کر رہا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور حکم دیا کہ عمرہ کر لیں۔ جب ثمامہ مکہ معظمہ پہنچے تو قریش نے کہا کہ ثمامہ تم بے دین ہو گئے ہو۔

ثمامہ نے کہا۔

نہیں۔ بلکہ میں حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہوں۔

''اور سنو۔ خدا کی قسم تمہارے پاس گیہوں کا ایک دانہ نہیں آ سکتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت نہ دیں۔''

یمامہ اہل مکہ کے لئے کھیت کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت ثمامہ بن اثالؓ نے وطن واپس جا کر مکہ کے لئے غلہ کی ترسیل روک دی۔ (الرحیق المختوم ص ۵۰۶)

غلہ کی ترسیل رک جانے سے قریش مکہ سخت مشکلات میں پڑ گئے۔ چنانچہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنی قرابت کا واسطہ دیتے ہوئے کہا کہ

''ثمامہ بن اثال نے ہمارا غلہ روک دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم سخت مشکلات میں پڑ گئے ہیں۔ آپ ثمامہ بن اثال کو لکھیں کہ وہ غلہ کی ترسیل بند نہ کریں۔''

آنحضرت ﷺ نے ثمامہ بن اثال کو لکھا کہ قریش مکہ کے لئے غلہ کی ترسیل جاری کر دی جائے۔ ثمامہ بن اثال نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی اور قریش مکہ کو غلہ بھیجنا شروع کر دیا۔ (زاد المعاد ۲/ ۱۱۹)

۱۲۔ زہر آلود بکری کے گوشت سے نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش:

خیبر کی فتح کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو چکے تو سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بھنی ہوئی بکری کا تحفہ بھیجا۔ پہلے آپ ﷺ سے دریافت کر لیا گیا تھا کہ آپ کو گوشت کا کونسا

Marfat.com

حصہ زیادہ پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دستی۔ چنانچہ دستی کے حصہ میں زیادہ زہر ملایا گیا۔

جب آپ ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا چبایا تو آپ کو بذریعہ وحی اطلاع کر دی گئی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے لقمہ اگل دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہودیوں کو جمع کیا اور ان سے کہا یہ کیا تم نے حرکت کی ہے کہ گوشت میں زہر ملا دیا ہے۔

یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم نے یہ حرکت اس لئے کی ہے کہ آپ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔ تو آپ سے چھٹی مل جائے گی اور اگر آپ واقعی نبی ہیں تو زہر آپ پر اثر نہ کرے گا۔ اس کے بعد زینب بنت حارث کو طلب کیا گیا۔ اس نے بھی اعتراف جرم کر لیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک صحابی بشر بن براء بن معرور شریک دعوت تھے۔ انہوں نے بھی ایک لقمہ نگل لیا تھا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بدلے میں زینب بنت حارث کو قتل کر دیا گیا۔

(زاد المعاد ۲/ ۱۳۹، ۱۴۰)

(بحوالہ الرحیق المختوم ص ۵۹۸، نبی رحمت ص ۴۱۵)

۱۳۔ خسرو پرویز شاہ ایران کا ارادہ قتل:

صلح حدیبیہ اور جنگ خیبر کے بعد آپ ﷺ کو کچھ اطمینان ہوا تو آپ ﷺ نے شاہان عجم کے نام دعوتی خطوط لکھے۔ ان میں آپ ﷺ نے ایک خط کسریٰ شاہ ایران خسرو پرویز کے نام بھی تھا لکھا تھا۔ یہ خط عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ذریعہ بحرین کے حاکم منذر بن ساوی لے کر گئے تھے۔ بحرین اس وقت شاہ ایران کے ماتحت تھا۔ بحرین کے حاکم نے یہ خط کسریٰ شاہ ایران کو بھیج دیا۔ کسریٰ شاہ ایران جس کا نام پرویز تھا ہرمز کا بیٹا اور خسرو اول معروف بہ نوشیرواں عادل کا پوتا تھا۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ خسرو پرویز ایران کا سب سے عظیم الشان اور شان و شوکت رکھنے والا بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت بہت زیادہ وسیع تھی۔ ہندوستان کی شمال مغربی ریاستوں تک اس کا سکہ رواں تھا۔

خسرو پرویز سب سے زیادہ سخت ہو گیا۔ سب سے زیادہ قوت فیصلہ اور دوررس نگاہ رکھنے والا تھا۔ شجاعت و بہادری اور فتح و ظفر کے کارناموں، دولت کی فراوانی اور تقدیر کی مہربانی اور زمانہ کی مساعدت کے اسباب جتنے اس کے لئے مہیا تھے کسی اور بادشاہ کے لئے نہ تھے۔ اس کا لقب پرویز تھا۔ جس کے عربی زبان میں معنی مظفر یعنی فاتح و اقبال مند ہوتے ہیں۔ اس کا عہد حکومت ۳۷ سال ہے۔

کسریٰ پرویز کو جب آنحضرت ﷺ کا خط پہنچا تو اس نے نامہ مبارک چاک کر ڈالا اور بولا۔

میرا غلام ہو کر مجھ کو خط لکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی کہ کسریٰ پرویز نے میرا خط چاک کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

کسریٰ پرویز نے یمن کے حاکم باذان کو حکم دیا کہ جس شخص نے مدینہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ باذان نے دو آدمی مدینہ منورہ روانہ کئے۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے

Marfat.com

ملاقات کی اور آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ

''شہنشاہ کسریٰ نے تم کو بلایا ہے۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کرو گے تو وہ تمہیں اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کر دے گا۔''

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا۔ تم کل میرے پاس آنا۔ اور دوسرے دن وہ دونوں شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

تمہارے شہنشاہ کو آج رات اس کے بیٹے نے قتل کر ڈالا ہے۔ تم واپس چلے جاؤ اور نئے بادشاہ سے کہہ دینا کہ اسلام کی حکومت ایران کے پایہ تخت تک جا پہنچے گی۔

جب یہ دونوں شخص یمن پہنچے تو ان کے پہنچنے سے پہلے خسرو پرویز کے قتل کی خبر پہنچ چکی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر دونوں شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (نبی رحمت ۳۸۴/۳۹۳)

۱۴۔ جادو کے ذریعہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کی یہود کی سازش

یہود کی اس سازش کے بارے میں مولانا سید مودودی مرحوم لکھتے ہیں کہ

''صلح حدیبیہ کے بعد جب نبی ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو محرم ۷ھ میں خیبر سے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور ایک مشہور جادوگر بسید بن اعصم سے ملا جو انصار کے قبیلہ بنی زریق سے تعلق رکھتا تھا۔ ان لوگوں نے اس سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے۔ وہ تمہیں معلوم ہے۔ ہم نے ان پر بہت جادو کرنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب ہم تمہارے پاس آئے ہیں کیونکہ تم ہم سے بڑھ کر جادوگر ہو۔ تو یہ تین اشرفیاں حاضر ہیں انہیں قبول کرو اور محمد (ﷺ) پر ایک زور کا جادو کر دو۔ اس زمانے میں حضور ﷺ کے ہاں ایک یہودی لڑکا خدمت گار تھا۔ اس سے ساز باز کر کے ان لوگوں نے حضور ﷺ کی کنگھی کا ایک ٹکڑا حاصل کر لیا۔ جس میں آپ ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ انہی بالوں اور کنگھی کے دندانوں پر جادو کیا گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ لبید بن اعصم نے خود جادو کیا تھا اور بعض میں یہ ہے کہ اس کی بہنیں اس سے زیادہ جادوگرنیاں تھیں۔ ان سے اس نے جادو کروایا تھا۔ بہر حال ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی ہو اس جادو کو ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر لبید نے بنی زریق کے کنویں زروان یا ذی اروان نامی کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس جادو کا اثر نبی ﷺ پر ہوتے ہوتے پورا ایک سال لگا۔ دوسری ششماہی کچھ تغیر مزاج ہونا شروع ہوا۔ آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن سخت گزرے۔ مگر اس کا زیادہ سے زیادہ اثر جو حضور ﷺ پر ہوا وہ بس یہ تھا کہ آپ ﷺ گھلتے جا رہے تھے۔ کسی کام کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ وہ کر لیا ہے۔ مگر نہیں کیا ہوتا تھا۔ اپنی ازواج کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ آپ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے اور بعض اوقات آپ کو اپنی نظر میں بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا۔ یہ تمام اثرات آپ کی ذات پر محدود رہے۔ حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہو سکا کہ آپ پر کیا گزر رہی ہے۔

Marfat.com

رہی آپ کے نبی ہونے کی حیثیت تو اس میں آپ کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا۔ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں آپ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہیں یا کوئی آیت آپ نے غلط پڑھ ڈالی ہو یا اپنی صحبتوں میں اور اپنے وعظوں میں اور خطبوں میں آپ کی تعلیمات کے اندر کوئی فرق واقع ہو گیا ہو۔ یا کوئی ایسا کلام آپ نے وحی کی حیثیت سے پیش کیا ہو جو فی الواقع آپ پر نازل نہ ہوا ہو یا نماز آپ سے چھوٹ گئی ہو کہ اس کے متعلق کبھی آپ نے سمجھ لیا ہو کہ پڑھ لی ہے۔ مگر نہ پڑھی ہو۔ ایسی کوئی بات معاذ اللہ پیش آ جاتی تو دھوم مچ جاتی اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہو جاتا کہ جس نبی کو کوئی طاقت چت نہ کر سکی تھی اسے ایک جادوگر کے جادو نے چت کر دیا۔ لیکن آپ کی حیثیت نبوت اس سے بالکل غیر متاثر رہی اور صرف اپنی ذاتی زندگی میں آپ اپنی جگہ اسے محسوس کر کے پریشان ہوتے رہے۔" (تفہیم القرآن ۶/۵۵۴)

آخر آپ ﷺ نے اپنی اس سکینت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ جواب میں آپ ﷺ کو ساری صورت حال سے مطلع کر دیا گیا۔ آپ چند صحابہ کرام کے ساتھ کنویں پر تشریف لے گئے۔ پانی نکالا گیا اور غلاف برآمد کر لیا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ ﷺ معوذتین (سورۃ فلق وناس) پڑھیں۔ یہ دونوں سورتیں آپ ﷺ کے پڑھنے سے جادو کا اثر ختم ہو گیا۔

بسید بن اعصم کو بلایا گیا۔ اس نے اعتراف جرم کیا۔ مگر آپ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔ کیونکہ اپنی ذات کے لئے آپ ﷺ کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا دی ہے۔ اب میں نہیں چاہتا کہ کسی کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کروں۔

۱۵۔ ایک بدوی کا ارادہ قتل:

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور آپ ﷺ ایک درخت کے سایہ میں محو استراحت ہو گئے اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی۔ اتنے میں ایک بدوی مشرک نے آ کر رسول اللہ ﷺ پر تلوار سونت لی۔ آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہو گئے۔

بدوی نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے محمد (ﷺ) تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔

آپ ﷺ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ۔

آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کا لفظ سنتے ہی اس بدو مشرک پر کپکپی طاری ہو گئی اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔

پھر وہ تلوار رسول اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور بدو سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اب تم کو مجھ سے کوئی بچا سکتا ہے۔

Marfat.com

بدو نے جواب دیا۔ مجھے معاف کر دیجئے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔

(صحیح بخاری بحوالہ الرحیق المختوم ص ۶۰۴)

۱۶۔فضالہ بن عمیر کا ارادہ قتل:

فضالہ بن عمیر جنگ بدر میں گرفتار ہو گیا تھا۔اس کا باپ عمیر بن وہب اس کو ملنے اور اس رہا کرانے کی آڑ میں درپردہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے مدینہ پہنچا تھا۔آنحضرت ﷺ نے اس کو بتا دیا کہ تم کس ارادہ سے مدینہ آئے ہو۔تو عمیر بن وہب نے اسلام قبول کر لیا۔فضالہ بن عمیر رہا ہو کر مکہ واپس آ گیا۔یہ شخص بڑا اجری اور بہادر تھا لیکن ابھی مشرک ہی تھا۔

فتح مکہ پر رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔فضالہ قتل کی نیت سے آپ ﷺ کے قریب آیا۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو بتا دیا کہ تم کس ارادہ سے میرے قریب آئے ہو۔چنانچہ فضالہ نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ (صحیح بخاری بحوالہ الرحیق المختوم ص ۶۴۸)

۱۷۔منافقین کی رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش:

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ۱۵ منافقین نے یہ سازش تیار کی کہ آنحضرت ﷺ کو اس راستے سے لایا جائے جو دشوار گزار ہے اور جب آپ اس راستہ سے گزریں تو آپ کو سواری سے اٹھا کر نیچے گھاٹی میں پھینک دیا جائے تاکہ آپ ہلاک ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس سازش سے آپ ﷺ کو مطلع کر دیا۔چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ کوئی شخص گھاٹی والا راستہ اختیار نہ کرے اور بطن وادی والا راستہ سے جائے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار تھامے آگے چل رہے تھے اور حضرت عمار بن یاسرؓ اونٹنی کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔آپ ﷺ کے اعلان سے مجاہدین اسلام نے بطن وادی کا راستہ اختیار کر لیا۔مگر منافقین آپ ﷺ کے حکم کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے ناپاک ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے درپے تھے کہ اچانک چار منافق اپنے چہروں کو چھپائے آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گئے۔آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کی سواریوں کے چہروں پر کاری ضربیں لگاؤ۔چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال سے ان کی سواریوں پر زوردار حملے کئے اور اس کے ساتھ ان سے کہتے جاتے تھے۔

''اللہ کے دشمنو دور ہو جاؤ۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پکار سے منافق سمجھ گئے کہ ان کی سازش کا علم رسول اللہ ﷺ کو ہو گیا ہے۔لہٰذا یہ لوگ جلدی سے مسلمانوں کے لشکر سے جا ملے۔رسول اللہ ﷺ نے ان منافقوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام بتا دیئے تھے

Marfat.com

اور ساتھ ہی یہ بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اس راز کو افشاء نہ کرنا۔ اسی لئے تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو ''راز دان رسول'' کہا جاتا ہے۔ یہ ۱۵ منافق جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اہل عقبہ (گھاٹی والے) مشہور ہوئے۔ (تیسر القرآن ۲/۲۳۶۔۲۳۷)

(۱۸) عامر بن طفیل اور ارید کی سازش قتل:

۱۰ھ میں عرب بھر سے مدینہ میں جو وفود آئے ان میں ایک وفد بنی عامر بن صعصعہ کا بھی تھا۔ یہ وفد رشد و ہدایت کی غرض سے مدینہ نہیں آیا تھا بلکہ در پردہ رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کے ناپاک ارادہ سے آیا تھا۔ اس وفد میں ایک شخص عامر بن طفیل تھا۔ یہ بد بخت شخص وہی ہے جس نے فریب کاری سے بیر معونہ میں ۷۰ جلیل القدر صحابہ کرام کو شہید کرا دیا تھا۔

عامر بن طفیل کے ساتھ تین آدمی اور تھے۔ ارید بن قیس۔ خالد بن جعفر۔ حبار بن اسلم۔ یہ سب کے سب شیطان صفت انسان تھے۔ ان لوگوں نے جو پروگرام بنایا اس کو مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے الرحیق المختوم میں اس طرح بیان کیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ

''ان لوگوں نے جب مدینہ آنے کا ارادہ کیا تو عامر اور ارید نے باہم سازش کی کہ نبی ﷺ کو دھوکا دے کر اچانک قتل کر دیں گے۔ چنانچہ جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو عامر نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کی اور ارید گھوم کر آپ ﷺ کے پیچھے پہنچا اور ایک بالشت تلوار میان سے باہر نکالی۔ لیکن اس کے بعد اللہ نے اس کا ہاتھ روک لیا اور وہ تلوار بے نیام نہ کر سکا اور اللہ نے اپنے نبی کو محفوظ رکھا۔''

نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے لئے بددعا کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واپسی پر اللہ نے ارید اور اس کے اونٹ پر بجلی گرا دی جس سے ارید جل مرا اور ادھر عامر ایک سلولیہ عورت کے ہاں اترا اور اسی دوران اس کی گردن میں ایک گلٹی نکل آئی۔ اس کے بعد وہ یہ کہتا ہوا مر گیا کہ

آہ! اونٹ کی گلٹی جیسی گلٹی اور ایک سلولیہ عورت کے گھر میں موت۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ عامر نے نبی ﷺ کے پاس آکر کہا

میں آپ کو تین باتوں کا اختیار دیتا ہوں

۱۔ آپ کے لئے وادی کے باشندے اور میرے لئے آبادی کے باشندے۔

۲۔ یا میں آپ کے بعد خلیفہ ہوں۔

۳۔ ورنہ میں غطفان کو ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ سمیت آپ پر چڑھائی کر دوں گا۔

اس کے بعد ایک عورت کے گھر میں طاعون کا شکار ہوگا۔ جس پر اس نے فرط غم سے کہا:

کیا اونٹ کی گلٹی جیسی گلٹی اور وہ بھی بنی فلاں کی ایک عورت کے گھر میں۔

Marfat.com

میرے پاس میرا گھوڑا لاؤ۔ پھر وہی سوار ہوا اور اپنے گھوڑے پر ہی موت کی وادی میں چلا گیا۔

(الرحیق المختوم ص۷۱۵۔۷۱۶)

یہ ہے مختصر داستان جس میں رسالت مآب ﷺ کو آپ کے دشمنوں نے ختم کرنے کے منصوبے بنائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا ذمہ اور وعدہ پورا کر دیا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

Marfat.com

باب:8

مدنی دور میں رسول اللہ ﷺ کی دشمن اقوام

آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ میں ۱۳ سال تک اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لئے سرگرم رہے اور سرداران قریش آپ ﷺ کو متواتر ۱۳ سال تک پشیمان کرتے رہے اور مصائب وآلام میں مبتلا کرتے رہے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو دشمنان اسلام نے وہاں بھی آپ ﷺ کو آرام سے بیٹھنے نہ دیا اور مدینہ میں مکہ کی بجائے مسلمانوں کے دشمنوں میں اضافہ ہوا۔ مکہ میں تو صرف ایک سرداران قریش آپ کے دشمن تھے۔ لیکن مدینہ میں آپ ﷺ کے دشمن ایک سے زیادہ تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ قریش مکہ۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ہجرت کرنے کے بعد بھی آپ ﷺ کو تنگ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

۲۔ یہود مدینہ۔

۳۔ منافقین۔

۴۔ اعراب یا بدوی قبائل۔

اس باب میں ان چاروں گروہوں کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا کہ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ (عبدالرشید عراقی)

قریش مکہ:

آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ پوری تندہی سے انجام دیتے رہے اور لوگ دن بدن دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے تو سرداران قریش نے متفقہ فیصلہ کیا کہ محمد (ﷺ) کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے دارالندوہ میں ایک میٹنگ کی۔ جس میں انہوں نے متفقہ قرارداد پاس کر لی کہ آپ ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ سرداران قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا وقت آدھی رات کو بنایا۔ اس لئے ان لوگوں نے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور وقت مقررہ کے منتظر تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے۔ اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جسے وہ بچانا چاہے کوئی اس کا بال بیکا نہیں کرسکتا

Marfat.com

اور جسے پکڑنا چاہتا ہے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا۔ چنانچہ سرداران قریش کے منصوبے سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرمایا۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ (الانفال۔۳۰)

''وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف مکر کر رہے تھے۔ تاکہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر کریں اور وہ لوگ داؤ چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤ چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر داؤ والا ہے۔''

ہجرت:

آنحضرت ﷺ رات کے وقت اپنے گھر سے نکلے۔ مشرکین مکہ کا محاصرہ توڑا اور ان کے سروں پر مٹی ڈالی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے۔ آپ ﷺ اس وقت یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔ (یٰسین۔۹)

''ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کر دی۔ پس ہم نے اسے ڈھانک لیا ہے اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔''

چنانچہ آپ ﷺ اپنے گھر سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ آپ ﷺ مکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ تین دن تک آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار ثور میں مقیم رہے۔ چنانچہ قریش کے آدمی آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تعاقب کرتے ہوئے غار ثور کے دھانے تک پہنچ گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار کی نظروں سے محفوظ رکھا اور کفار کے آدمی ناکام و نامراد واپس مکہ چلے گئے۔

اس کے بعد سرداران قریش نے ایک ہنگامی اجلاس کر کے یہ طے کیا کہ جو کوئی شخص ان دونوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حاضر کرے گا۔ اسے ہر ایک کے بدلہ سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔
لوگ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ لیکن ان میں کوئی ایک بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ صرف ایک شخص سراقہ بن مالک بن جعشم آپ ﷺ کے تعاقب میں آپ تک پہنچ گیا۔ سراقہ بن مالک بن جعشم بیان کرتے ہیں کہ قریش نے اشتہار دیا تھا کہ

''جو شخص محمد (ﷺ) یا ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔''

سراقہ بیان کرتے ہیں کہ

''میں گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور جلد ہی میں دونوں (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ) کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور اس کے بعد میں نے ترکش سے

Marfat.com

فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ جواب ''نہیں'' نکلا۔ لیکن سو اونٹوں کے لالچ میں میں دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ وہ مجھے لے کر دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بہت قریب پہنچ گیا۔ تو پھر میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ پھر فال نکالی تو پہلے سے جواب ملا۔ جو پہلے تھا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں۔ تو میں نے آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے پروانہ امن لکھ دیں۔ آپ ﷺ نے فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر میرے حوالہ کر دیا۔'' (صحیح بخاری بحوالہ سیرۃ النبی ۱/۲۷۳)

تعاقب کے بعد قریش مکہ کے اقدامات:

سرداران قریش کو آپ ﷺ کے تعاقب میں سوائے ذلت، ناکامی، نامرادی اور حسرت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ تو بخیریت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تو سرداران قریش نے اس کے بعد درج ذیل اقدامات کئے۔

۱۔ جو مسلمان ہجرت کے مکہ سے مدینہ پہنچ گئے ان کے مکانوں اور زمینوں اور مال دولت سب کچھ قبضہ کر لیا۔

۲۔ جن مسلمانوں کے اہل وعیال مکہ میں رہ گئے تھے ان کو مصائب وآلام میں مبتلا کیا۔

۳۔ قریش مکہ خانہ کعبہ کے متولی تھے اور اس لحاظ سے مکہ کے باہر اور مدینہ کے گرد ونواح میں ان کو کعبہ کا متولی ہونے کی حیثیت سے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے تمام مشرک قبائل کو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء کے خلاف بھڑکایا اور ان لوگوں نے سرداران قریش کے بہانے پر مدینہ منورہ کی تجارتی ناکہ بندی کر دی۔

۴۔ سرداران قریش نے مسلمانوں کے لئے بیت اللہ میں داخلہ پر پابندی لگا دی۔

۵۔ قریش مکہ نے یہ بھی قدم اٹھایا کہ بدوی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر مسلمانوں کے لئے جنگ کا ایک نیا محاذ کھول دیا۔

۶۔ قریش مکہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی جو ابھی مشرک تھا اور آنحضرت ﷺ کے رفقاء سے عداوت وبغض رکھتا تھا۔ اس کو مجبور کیا کہ وہ آپ ﷺ اور آپ کے رفقاء کے خلاف کوئی عملی اقدام کریں اور ان کو مدینہ منورہ سے نکال باہر کریں۔ ورنہ یورش کر کے ہم تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے۔

چنانچہ قریش نے عبداللہ بن ابی کو خط لکھا جس کے الفاظ یہ تھے۔

''تم نے ہماری آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ ان کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کر دیں گے۔ تم کو فنا کر دے کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے۔'' (سنن ابی داؤد بحوالہ سیرت النبی ۱/۲۰۵)

قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں بھی سکون سے نہ رہنے دیا۔ آپ ﷺ کو جب قریش کے خط بنام

Marfat.com

عبداللہ بن ابی کی اطلاع ملی تھی کہ قریش مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو آپ ﷺ راتوں کو جاگ کر بسر کرتے تھے۔ سنن نسائی میں ہے۔

کان رسول اللّٰہ ﷺ اوّل ماقدم المدینۃ یسھر فی الیل۔

''آنحضرت ﷺ اول جب مدینہ آئے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔''

اور صحابہ کرامؓ بھی رات کو ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں مستدرک حکم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

''آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام جب مدینہ آئے اور انصار نے ان کو پناہ دی تو تمام عرب ایک ساتھ ان سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ صحابہ صبح تک ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔''

(سیرۃ النبی ۱/۳۰۸)

قریش مکہ کی آنحضرت ﷺ سے جنگیں:

سرداران قریش جب سے آنحضرت ﷺ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے خلاف طرح طرح کی ریشہ دوانیاں کر رہے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ صبر و سکون کے ساتھ ان کا مقابلہ کر رہے تھے اور قریش ایسے حالات پیدا کر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کو لڑنے پر مجبور کر رہے تھے۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲ صفر ۲ھ کو مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی اور اس کی سند میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے۔

اولیٰ ایتہ فی الاذن بالقتال اِذِنَ لِلَّذِینَ یُقَاتِلُونَ بِاَنَّھُمْ ظُلِموا واِنّ اللّٰہَ علیٰ انصِر ھم لَقَدِیر۔

''پہلی آیت جو قتال کی اجازت میں نازل ہوئی۔ وہ یہ ہے اُذِنَ لِلَّذِینَ الخ یعنی جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) ان کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا جا رہا ہے اور خدا ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔''

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ قتال کے متعلق سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

وَقَاتِلُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ الَّذِینَ یُقَاتِلُونَکُمْ۔ (بقرہ۔۱۹۰)

''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔''

غزوات و سرایا کی تفصیل:

آنحضرت ﷺ کا مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد فتح مکہ (رمضان ۸ھ) تک کفار سے جو سرایا اور غزوات ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

غزوہ اس کو کہا جاتا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے بہ نفس نفیس شرکت کی ہے۔ سریہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ نے خود شرکت نہیں کی۔ بلکہ کسی دوسرے آدمی کے زیر کمان فوج روانہ کی۔

Marfat.com

۱۔	سریہ عبیدہ بن الحارث	شوال ۱ ہجری
۲۔	سریہ حضرت حمزہ	شوال ۱ ہجری
۳۔	سریہ سعد بن ابی وقاص	ذی قعدہ ۱ ہجری
۴	غزوۃ الابواء	صفر ۲ ہجری
۵۔	غزوہ بواط	ربیع الاول ۲ ہجری
۶۔	غزوہ صفوان	ربیع الاول ۲ ہجری
۷۔	غزوہ ذوالعشیرہ	جمادی الاخریٰ ۲ ہجری
۸۔	سریہ عبداللہ بن جحش	رجب ۲ ہجری
۹۔	غزوہ بدر	رمضان ۲ ہجری
۱۰۔	سریہ عمیر بن عدی	آخر رمضان یا ابتدا شوال ۲ ہجری
۱۱۔	سریہ سالم بن عمیر	شوال ۲ ہجری
۱۲۔	غزوہ بنی قینقاع	نصف شوال ۲ ہجری
۱۳۔	غزوہ السویق	ذوالحجہ ۲ ہجری
۱۴۔	غزوہ قرقرۃ الکدر	محرم ۳ ہجری
۱۵۔	سریہ قتل کعب بن اشرف	ربیع الاول ۳ ہجری
۱۶۔	غزوہ غطفان	ربیع الاول ۳ ہجری
۱۷۔	غزوہ بنی سلیم	جمادی الاول ۳ ہجری
۱۸۔	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الاخریٰ ۳ ہجری
۱۹۔	غزوہ احد	شوال ۳ ہجری
۲۰۔	غزوہ حمراء الاسد	شوال ۳ ہجری
۲۱۔	سریہ ابی سلمہ بن عبدالاسد	محرم کی چاندرات ۳ ہجری
۲۲۔	سریہ عبداللہ بن انیس	محرم کی چاندرات ۳ ہجری
۲۳۔	سریہ المنذر بن عمرو	محرم ۴ ہجری
۲۴۔	سریہ مرثد بن ابی مرثد	صفر ۴ ہجری
۲۵۔	غزوہ بنی نضیر	ربیع الاول ۴ ہجری

Marfat.com

۲۶۔	غزوہ بدرالموعود	ذی قعدہ ۴ ہجری
۲۷۔	غزوہ ذات الرقاع	محرم ۴ ہجری
۲۸۔	غزوہ دومتہ الجندل	ربیع الاول ۴ ہجری
۲۹۔	سریہ محمد بن مسلمہ	محرم ۵ ہجری
۳۰۔	غزوہ المریسیع	شعبان ۵ ہجری
۳۱۔	غزوہ خندق	ذی قعدہ ۵ ہجری
۳۲۔	غزوہ بنی قریظہ	ذی قعدہ ۵ ہجری
۳۳۔	غزہ بنی لحیان	ربیع الاوّل ۶ ہجری
۳۴۔	غزوہ الغابہ	ربیع الاوّل ۶ ہجری
۳۵۔	سریہ عکاشہ بن محصن	ربیع الاوّل ۶ ہجری
۳۶۔	سریہ ذوی القدر	ربیع الاوّل ۶ ہجری
۳۷۔	سریہ ابوعبیدہ	ربیع الاخر ۶ ہجری
۳۸۔	سریہ زید بن حارثہ (بجانب العیص)	جمادی الاوّل ۶ ہجری
۳۹۔	سریہ زید بن حارثہ (بجانب الطرف)	جمادی الاخری ۶ ہجری
۴۰۔	سریہ زید بن حارثہ (بجانب بنوسہم)	ربیع الاخر ۶ ہجری
۴۱۔	سریہ زید بن حارثہ (بجانب حسمیٰ)	جمادی الاخریٰ ۶ ہجری
۴۲۔	سریہ زید بن حارثہ (بجانب وادی القریٰ)	رجب ۶ ہجری
۴۳۔	سریہ عبدالرحمٰن بن عوف	شعبان ۶ ہجری
۴۴۔	سریہ علی بن ابی طالب	شعبان ۶ ہجری
۴۵	سریہ زید بن حارثہ (بجانب ام قرطہ)	رمضان ۶ ہجری
۴۶۔	سریہ عبداللہ بن عتیک	رمضان ۶ ہجری
۴۷	سریہ عبداللہ بن رواحہ	شوال ۶ ہجری
۴۸۔	سریہ کرز بن جابر	شوال ۶ ہجری
۴۹۔	سریہ عمرو بن امیہ ضمری	شوال ۶ ہجری
۵۰۔	غزوہ حدیبیہ	ذی قعدہ ۶ ہجری

Marfat.com

۵۱۔	غزوہ خیبر	جمادی الاول ۷ہجری
۵۲۔	سریہ عمر بن خطابؓ	شعبان ۷ہجری
۵۳۔	سریہ ابوبکر صدیقؓ	شعبان ۷ہجری
۵۴۔	سریہ بشیر بن سعد انصاری	شعبان ۷ہجری
۵۵۔	سریہ غالب بن عبداللہ	رمضان ۷ہجری
۵۶۔	سریہ بشر بن سعد (بجانب یمن)	شوال ۷ہجری
۵۷۔	عمرۃ القضا	ذی قعدہ ۷ہجری
۵۸۔	سریہ ابن ابی العوجا	ذی الحجہ ۷ہجری
۵۹۔	سریہ غالب بن عبداللہ (بجانب بنی ملوح)	صفر ۸ہجری
۶۰۔	سریہ غالب بن عبداللہ (بشر بن سعد کے انتقام میں)	صفر ۸ہجری
۶۱۔	سریہ شجاع بن وہب	ربیع الاول ۸ہجری
۶۲۔	سریہ کعب بن عمیر	ربیع الاول ۸ہجری
۶۳۔	سریہ موتہ	جماعی الاول ۸ہجری
۶۴۔	سریہ عمرو بن العاصؓ	جمادی الاخریٰ ۸ہجری
۶۵۔	سریہ الخیط	رجب ۸ہجری
۶۶۔	سریہ ابوقتادہ (بجانب قبیلہ محارب)	شعبان ۸ہجری
۶۷۔	سریہ ابوقتادہ (بجانب بطن اضحم)	رمضان ۸ہجری
۶۸۔	فتح مکہ	رمضان ۸ہجری

(تاریخ الاحکام ص۸۹۔۲۸۸)

کفار اور مسلمانوں کے درمیان جنگیں کیوں:

رجب ۲ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو ۱۲ آدمیوں کے ساتھ بطن نخلہ کی جانب روانہ کیا۔ یہ مقام مکہ اور طائف کے بیچ میں ایک شبانہ روز کی مسافت پر ہے۔ روانگی سے قبل آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ کو ایک خط دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ دو دن کی مسافت کے بعد اس خط کو کھولنا۔ اس خط میں یہ تحریر تھا کہ

مقام نخلہ میں قیام کرو اور قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ اور اطلاع دو۔

اتفاق سے قریش کے چند آدمی جو شام سے تجارت کے لئے آئے تھے سامنے سے نکلے۔ حضرت عبداللہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص واقد بن عبداللہ تمیمی کے تیر سے ہلاک ہو گیا۔ جس کا نام عمرو بن الحضرمی تھا۔ دو

Marfat.com

شخص گرفتار ہوئے اور مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ مقتول عمرو بن عبداللہ الحضرمی قریش کا معزز آدمی تھا۔ حرب بن امیہ (امیر معاویہ کا دادا) کا حلیف تھا۔ حرب قریش کا رئیس اعظم تھا۔ سردار عبدالمطلب کے بعد ریاست عام اسی کو حاصل ہوئی تھی۔

گرفتار ہونے والے دونوں مغیرہ کے پوتے تھے۔ مغیرہ ولید کا باپ اور حضرت خالدؓ کا دادا تھا اور اس کا شمار بھی رؤسائے قریش میں ہوتا تھا۔ اس واقعہ نے تمام قریش کو مشتعل کر دیا تھا اور اس سے انتقام خون کی بنیاد قائم ہوگئی۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

''واقعہ یہ ہے کہ حضرمی کے قتل نے تمام مکہ کو جوش انتقام سے لبریز کر دیا تھا اور اس سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی پیش آگئیں۔ دونوں فریق ایک دوسرے سے پرضد ہوگئے۔'' (سیرۃ النبی ۲۴۳/۱)

''حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ انہوں نے بھی تصریح کی ہے کہ غزوہ بدر اور تمام لڑائیاں جو قریش سے پیش آئیں سب کا سبب حضرمی کا قتل ہے۔''

(سیرۃ النبی ۲۱۴/۱)

مورخ طبری نے بھی لکھا ہے کہ

''جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا اور تمام لڑائیاں چھیڑ دیں۔ جو آنحضرت ﷺ اور مشرکین قریش میں پیش آئیں سب کا سبب یہی تھا کہ واقد بن عبداللہ نے حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔''

(تاریخ طبری بحوالہ سیرت النبی ۳۱۴/۱)

غزوہ بدر:

رمضان ۲ھ میں بدر کے میدان میں وہ فیصلہ کن اور تاریخ ساز جنگ ہوئی جس میں امت اسلامیہ کی تقدیر اور دعوت حق کے مستقبل کا فیصلہ ہوا۔ جس پر پوری نسل انسانی کی قسمت کا انحصار تھا۔

اس جنگ میں کفار کی تعداد ایک ہزار سے اوپر تھی اور مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ سامان جنگ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مجاہدین اسلام کے پاس دو گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے۔ بڑے معرکے کی جنگ ہوئی۔ اس میں قریش کے نامی گرامی سردار مارے گئے۔ ان میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج اور کل تعداد ۷۰ آدمی قتل ہوئے اور ۷۰ ہی گرفتار ہوئے۔

یہ جنگ مسلمانوں کی فتح مبین اور مشرکین و کفار کی ذلت آمیز شکست پر ختم ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اکبر

الحمد للہ الذی صدق وعدہ نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

''اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور تنہا ساری ٹولیوں اور گروہوں کو شکست دی۔''

قرآن مجید نے اس کیفیت کی ترجمانی اس آیت سے کی ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (آل عمران۔۱۲۳)

''اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی تھی۔ اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے۔ پس خدا سے ڈرو (اوران احسانوں کو یاد کرو) تا کہ شکر کرو۔''

غزوہ احد:

عرب میں یہ دستور تھا کہ ایک آدمی قتل ہو جاتا تھا تو اس کے انتقام کے سلسلہ میں برسوں ایک دوسرے کے خلاف جنگ کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جنگ بدر میں قریش کے ۷۰ آدمی قتل ہوئے اوران میں بیشتر رؤسائے قریش تھے۔ اس لئے تمام مکہ جوش انتقام سے لبریز تھا۔

شوال ۳ھ میں مکی لشکر ابوسفیان بن حرب کی زیر قیادت مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکی فوج کی تعداد تین ہزار تھی۔ ۱۵ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں۔ تین ہزار اونٹ اور دوسو گھوڑے تھے۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور احد کے میدان کی طرف اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ لیکن اسلامی لشکر ابھی میدان احد میں نہیں پہنچا تھا کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو آدمی لے کر واپس مدینہ چلا گیا اوراس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرے مشورہ کو قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ اسلامی لشکر کی تعداد ایک ہزار سے کم ہو کر سات سو رہ گئی۔

یہ جنگ بڑے معرکہ کی ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم جیسے جری اور بہادر شہادت سے سرفراز ہوئے اور خود رسالتمآب ﷺ زخمی ہوئے اور خود کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں کھب گئیں۔ اسی دوران آپ کے دو دانت بھی شہید ہوئے۔ جب آپ ﷺ زخمی ہوئے اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِي فَانَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

''اے اللہ میری قوم کو معاف کردے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔''

اس جنگ میں قریش کے سربرآوردہ سرداران میں ابی بن خلف قتل ہوا۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا۔ علاوہ ازیں اس کے ہشام بن مغیرہ، ولید بن عاص بن ہشام، ابوالحکم بن اخنس بن شریق وغیرہ بھی قتل ہوئے۔ قریش کے مقتولین کی تعداد مورخین نے ۳۰ بتائی ہے۔ (محسن انسانیت۔ ص ۳۸۹)

اسلامی لشکر کے ۷۰ مجاہد شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان شہداء میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، انس بن نضر، حنظلہ بن ابی عامر وغیرہ شامل تھے۔ (سیرت ابن ہشام (اردو) ۲/۱۲۵)

فتح مکہ:

فتح مکہ کے پس منظر کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ

''جب دین حق اور مسلمانوں کی دینی تربیت کی بنیادیں خدا کے حکم سے اچھی طرح مستحکم ہو گئیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمالیا اور ان کے دلوں اور نیتوں کا پورا امتحان کر لیا۔ قریش کے ظلم و سرکشی، قبول حق سے انکار، راہ حق میں رکاوٹیں کھڑی کرنے اور مسلمانوں کو مسلسل ایذا پہنچانے اور طرح طرح کے الزامات لگانے اور ستانے کا جام لبریز ہو گیا بلکہ چھلکنے لگا تو مشیت الٰہی کا فیصلہ ہوا کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مکہ میں فاتح بن کر داخل ہوں۔ کعبہ کو بتوں کی آلائش اور فحش کلامی کی گندگی و ناپاکی سے پاک و صاف کریں۔ مکہ کو اس کی پرانی حیثیت اور مرتبہ پر واپس لائیں۔ بیت اللہ کو پوری انسانیت عامہ کے لئے سرچشمہ ہدایت و برکت بنائیں اور اس کے فیضان رحمت کو دنیا کے تمام انسانوں کے لئے عام کر دیں۔'' (نبی رحمت ص ۴۲۹)

اللہ تعالیٰ نے اس فتح کے لئے خاص اسباب پیدا فرمائے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی۔

''جو کوئی محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے، داخل ہوسکتا ہے اور جو کوئی قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہوسکتا ہے اور جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا اس فریق کا ایک حصہ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ایسا کوئی قبیلہ اگر کسی حملہ یا زیادتی کا شکار ہوگا۔ یہ خود اس پر حملہ اور زیادتی تصور کی جائے گی۔'' (الرحیق المختوم ص ۶۲۷)

چنانچہ اس شرط کے پیش نظر قبیلہ خزاعہ آنحضرت ﷺ کے حلیف ہو گئے اور ان کے حریف بنو بکر نے قریش سے عہد و پیمان کر لیا۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ میں پرانی دشمنی چلی آرہی تھی اور ان دونوں کے درمیان انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اسلام نے آکر ان دونوں کے درمیان دیوار کھڑی کر دی اور اس سلسلہ کے سوا کسی اور چیز پر غور کرنے کی فرصت لوگوں کے پاس نہ ہوئی۔ جب یہ صلح ہوئی اور یہ دونوں قبیلے دو مخالف کیمپوں میں تقسیم ہو گئے۔

اب بنو بکر نے یہ سمجھا کہ اب انتقام کا وقت آگیا ہے۔ انہوں نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور رؤسائے قریش نے ان کی اعلانیہ مدد کی۔

طبری اور ابن سعد کے مطابق عکرمہ بن ابوجہل صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ نے راتوں کو صورتیں بدل کر بنو بکر کے ساتھ تلواریں چلائیں۔ بنو خزاعہ نے مجبور ہو کر بیت اللہ میں پناہ لی۔ بنو بکر اس پر رک گئے کہ حرم کا احترام ضروری ہے۔ لیکن ان کے رئیس نوفل نے کہا۔

''آج بدلہ چکا لو۔ پھر کبھی ایسا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ چنانچہ بنو بکر نے بیت اللہ کا بھی احترام نہ کیا اور حدود حرم میں بنو خزاعہ کا خون بہایا گیا۔''

(زاد المعاد ۱/ ۴۱۹، بحوالہ نبی رحمت ص ۴۳۱)

اس کے بعد عمرو بن سالم الخزاعی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔

Marfat.com

عمرو بن سالم نے کہا:۔

اے خدا میں محمد (ﷺ) کو وہ معاہدہ یاد دلاؤں گا جو ہمارے اور ان کے قدیم خاندان میں ہوا ہے۔

اے پیغمبر خدا! ہماری اعانت کر اور خدا کے بندوں کو بلا۔ سب اعانت کے لئے حاضر ہوں گے۔

(سیرۃ النبی ا/۵۱۰)

آنحضرت ﷺ سے واقعات سنے۔ تو آپ ﷺ کو بہت زیادہ رنج ہوا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک آدمی قریش کے پاس مکہ بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط منظور کی جائے۔

ا۔ بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا قاصد مکہ پہنچا اور قریش کے سامنے مذکورہ بالا تینوں شرطیں پیش کیں تو قرطہ بن عمر نے قریش کی زبان سے کہا

صرف تیسری شرط منظور ہے۔

لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی کہ ہم نے اچھا نہیں کیا۔ چنانچہ قریش نے ابوسفیان بن حرب کو مدینہ بھیجا کہ وہ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرالائیں۔ چنانچہ ابوسفیان مکہ سے مدینہ آیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں درخواست کی۔ لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم سے بھی ملا۔ لیکن سب نے اس کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر ابوسفیان نے حضرت علی بن ابی طالب کے ایما سے مسجد نبوی میں جا کر اعلان کر دیا کہ:۔

''میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔'' (سیرۃ النبی ا/۵۱۱)

ابوسفیان نے مکہ جا کر لوگوں کو صورت حال سے آگاہ کیا تو سب نے کہا

یہ نہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ نہ جنگ کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔

چنانچہ رمضان ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ لشکر اسلام نے ''مرالظہران'' پر پہنچ کر قیام کیا۔ قریش مکہ کو خبر ملی کہ اسلامی افواج ان کے سر پر آن پہنچی ہے تو ابوسفیان (جو اس وقت قریش مکہ کا سردار تھا) اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ اس خبر کی تحقیق کے لئے مکہ سے روانہ ہوا۔ اسلامی افواج کو ''مرالظہران'' کے مقام پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ مع اہل و عیال مسلمان اور مہاجر ہو کر مدینہ کی طرف آتے ہوئے ملے۔ آپ کی آنحضرت صلی اللہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو مدینہ بھجوا دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیا۔

لشکر اسلام نے رات کو آگ روشن کی۔ جس سے مرالظہران کا میدان جگمگا اٹھا۔ ابوسفیان جب مرالظران

Marfat.com

پہنچا تو اس کی نظر حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر پڑ گئی۔ وہ اس کے رفیق تھے۔ اس کی جان بچانے کے لئے اسے لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو راستہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا۔ آپ تیزی سے دونوں عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے قریب پہنچ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ

یارسول اللہ ﷺ یہ کافر بلاشرط قابو میں آ گیا ہے۔ حکم دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ کہ میں ابوسفیان کو امان دے چکا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اجازت چاہی تو عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

عمر! اگر تمہارے خاندان کا کوئی شخص ہوتا تو تم کو اس کے قتل میں اتنا اصرار نہ ہوتا اور اتنی بے صبری نہ کرتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اے عباس۔ مجھ کو تمہارے مسلمان ہونے پر اس قدر خوشی حاصل ہے کہ اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ تمہارے مسلمان ہونے کے خواہاں تھے۔ ان دونوں حضرات میں اس قسم کی باتیں ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اچھا ابوسفیان کو ایک دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو تم اپنے خیمہ میں رکھو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رات بھر ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں رکھا۔ صبح کو ابوسفیان نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی الرقم الحدیث ۴۲۸۰) (تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۱/۲۵۳)

اس کے بعد اسلامی افواج کا سیلاب مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ اسلامی افواج الٰہی کا نظارہ دکھلانے کے لئے ابوسفیان کو ایک بلند مقام پر بھیج دیا اور تمام قبائل کے پرچم یکے بعد دیگرے گزرتے ہوئے دیکھے اور سب سے آخر میں آنحضرت ﷺ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سرزمین مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

قریش مکہ کو دس ہزار اسلامی افواج سے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے۔ اسی اثناء میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) ایک جاہ پسند آدمی ہے۔ آپ ﷺ اس کو خاص عزت بخشیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

(۱) جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا۔ اس کو امان دی جائے گی۔

(۲) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امان دی جائے گی۔

(۳) جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے گا وہ بھی امان میں رہے گا۔

Marfat.com

(۴) جو شخص بغیر ہتھیار لگائے راہ میں ملے گا۔اس سے بھی کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

(سیرت ابن ہشام ۲/۲۳۵۔تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی ۱/۷۰)

اس کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔آپ کے ساتھ مہاجرین وانصار کا ایک جم غفیر تھا۔ پہلے حجر اسود کو چوما۔اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اور بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر ۳۶۰ بت تھے۔آپ ﷺ ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا o

''حق آ گیا باطل چلا گیا۔ باطل جانے والی چیز ہے۔''(بنی اسرائیل ۸۱)

جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ o

''حق آ گیا اور باطل کی چلت پھرت ختم ہوگئی۔''(سبا۔۴۹)

آپ ﷺ کی ٹھوکر سے بت چہروں کے بل گرتے جاتے تھے۔(الرحیق المختوم۔ص ۵۵۰)

بتوں کو گرانے کے بعد آپ ﷺ حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔نماز شکرانہ ادا فرمائی۔اس کے بعد سرداران قریش کے سامنے توحید ورسالت پر حسب ذیل ارشاد فرمایا جس کا خطاب نہ صرف عرب بلکہ سارے عالم سے تھا۔

ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کا کوئی شریک نہیں۔اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔اس نے اپنے عاجز بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا چھوڑ دیا۔آج تمام تفاخر سارے انتقامات وخون بہائے قدیم سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔

اے قوم قریش اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔تمام انسان آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔(الحجرات۔۱۳)

''لوگو!میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان لو۔لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔اللہ تعالیٰ جاننے والا اور واقف کار ہے۔''

خطبہ کے بعد آنحضرت ﷺ سرداران قریش سے مخاطب ہوئے اور فرمایا

''کچھ معلوم ہے میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔''

اگرچہ یہ سرکش تھے۔گمراہ تھے۔اسلام کے دشمن تھے۔لیکن مزاج شناس تھے۔کہنے لگے

Marfat.com

اخ کریم وابن اخ کریم ○

''تو شریف بھائی اور شریف برادرزادہ ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

لَاتَثْرِیْبَ عَلیکم الیوم اِذْهَبُوا فَانتُم طُلَقَاءُ○

''تم پر کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔'' (سیرت ابن ہشام ۲/۲۴۲)

اس کے بعد بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ قابل ذکر لوگوں میں اسلام قبول کرنے والے یہ لوگ تھے۔

ابوسفیان بن حرب، معاویہ بن ابوسفیان، ابوقحافہ عثمان بن عامر (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد محترم) اور ابوسفیان بن الحارث۔ مکہ میں آپ ﷺ ۱۹ دن رہے۔ اس دوران آپ شعاہر اسلام کی تجدید کرتے رہے اور لوگوں کو ہدایت وتقویٰ کی تلقین فرماتے رہے۔ (الرحیق المختوم ص ۵۵۷)

فتح مکہ کے اثرات:

فتح مکہ کا اصل مقصد اشاعت توحید اور اعلائے کلمۃ اللہ تھا۔ کعبہ میں سینکڑوں بت تھے اور ان میں بت پرستوں کا خدائے اعظم ہبل بھی تھا۔ اس کی شکل انسان کی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو ہبل کو دوسرے بتوں کے ساتھ پاش پاش کر دیا گیا۔

فتح مکہ ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ اور اطراف کے قبائل کی طرف پارٹیاں بھیجیں تاکہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے کر شرک کا قلع قمع کریں۔ آنحضرت ﷺ نے جہاں خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف کیا وہاں آپ ﷺ نے اعلان عام فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اپنے گھروں میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑ دیں۔ چنانچہ لوگوں نے آناً فاناً سارے بت توڑ کر گلیوں میں پھینک دیئے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوریؒ لکھتے ہیں۔

> ''غزوہ فتح مکہ ہی وہ فیصلہ کن معرکہ اور فتح عظیم ہے جس نے بت پرستی کی قوت مکمل طور پر توڑ کر رکھ دی اور اس کا کام اس طرح تمام کر دیا کہ جزیرۃ العرب میں اس کے باقی رہنے کی کوئی گنجائش اور کوئی وجہ جواز نہ رہ گئی۔ کیونکہ عام قبائل منتظر تھے کہ مسلمانوں اور بت پرستوں میں جو معرکہ آرائی چل رہی ہے دیکھیں اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ان قبائل کو یہ بات بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ حرم پر وہی مسلط ہوسکتا ہے جو حق پر ہو۔ ان کے اس یقین کامل میں مزید حد درجہ پختگی نصف صدی پہلے اصحاب فیل ابرہہ اور اس کے ساتھیوں کے واقعہ سے آگئی تھی۔ کیونکہ اہل عرب نے دیکھ لیا تھا کہ ابرہہ اور اس کے ساتھیوں نے بیت اللہ کا رخ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر کے بھس بنا دیا۔''

(الرحیق المختوم ص ۵۵۹)

Marfat.com

یہود مدینہ:

آپ ﷺ کے دشمنوں میں یہود مدینہ تھے۔ یہ دراصل شام وفلسطین کے باشندے تھے جو حجاز میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ فلسطین میں یہود کی آبادی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اوراس کی ساتھ ان کے معاش کا مسئلہ بھی مشکل ہو گیا تھا۔اس لئے انہوں نے عرب اور عراق کا رخ کیا۔ مدینہ میں یہود کے جو تین قبائل آباد ہوئے وہ تھے بنو قریظہ، بنونضیر اور بنوقیقاع۔

ان تینوں قبائل نے مدینہ منورہ (جواس وقت یثرب کہلاتا تھا) میں آکر توراۃ کی تعلیم کے لئے متعدد درسگاہیں قائم کیں جن کو یہ بیت المدارس کہتے تھے۔قلعہ خیبر کی تمام آبادی یہودی تھی۔(سیرت النبی ا/۱۲۳)

یہود کی باہمی عداوت:

یہود بنیادی طور پر گھٹیا کردار کے مالک تھے۔ یہ تینوں قبائل آپس میں ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں اس کے مدینہ کے قبائل (اوس وخزرج) کو بھی آپس میں لڑانے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔بنوقیقاع قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور دوسرے دونوں قبائل (بنوقریظہ اور بنونضیر) قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔یہود کا یہ مشغلہ تھا کہ وہ ان دونوں قبائل میں پھوٹ ڈالتے اور جھوٹی افواہیں پھیلا کر دونوں قبائل کوایک دوسرے کے خلاف باتیں کرتے تھے جس سے مدینہ کی فضا مکدر ہو جاتی۔

میثاق مدینہ:

آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود مدینہ سے ایک معاہدہ کیا۔اس معاہدہ کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ میں امن وامان کی فضا کو برقرار رکھا جاسکے۔ یہود مدینہ کے علاوہ اس میں مدینہ کے دونوں قبائل اوس وخزرج کو بھی شامل کیا گیا۔ یہ معاہدہ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے۔خلاصہ یہ ہے۔

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا۔اب بھی قائم رہے گا۔

(۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اوران کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۴) یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی۔تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

(۵) کوئی فریق قریش کوامان نہ دے گا۔

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق یک دگر ہوں گے۔

(۷) کسی شخص سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

(سیرت النبی ا/۲۲۹)

اس معاہدے کے طے ہو جانے سے مدینہ اوراس کے اطراف ایک وفاقی حکومت بن گئے۔جس کا دارالحکومت مدینہ تھا اور جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے اور جس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی۔اس طرح مدینہ واقعتہً اسلام

Marfat.com

کا دارالحکومت بن گیا۔ (الرحیق المختوم ص ۲۶۴)

یہود کی دینی واخلاقی حالت:

یہود دینی واخلاقی اعتبار سے بہت ہی گھٹیا کردار کے مالک تھے۔ان میں جو اخلاقی، دینی، معاشی اور معاشرتی برائیاں تھیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) یہود کے تین قبائل مدینہ میں آباد تھے۔بنو قینقاع، بنونضیر، بنوقریظہ۔ان تینوں قبائل کا مدینہ کے دونوں قبائل (اوس وخزرج) اور انصار کو آپس میں لڑانا مشغلہ تھا۔

(۲) یہود ایک مال دار قوم تھی۔ان کی زیادہ تر پیشہ تجارت تھا۔علاوہ ازیں اس کے یہ سنار بھی تھے۔آہن گری کا سامان بھی تیار کرتے تھے۔اوس وخزرج کو آپس میں لڑائے رکھنے سے ان کا سامان فروخت ہوتا تھا جس کی وجہ سے ان کی مالی پوزیشن مضبوط ہوتی تھی۔

(۳) یہود سود خور تھے۔اور ناجائز طریقہ سے مالِ ہڑپ کرنے میں کچھ قباعت نہیں سمجھتے تھے۔

(۴) ان میں ایک اور بڑی خصلت تھی۔کہ فوراً ایک بات کہہ کر موقع ہی پر پھر جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام قبول کرنا:

حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے ممتاز عالم دین تھے۔اور ان کا تعلق قبیلہ بنو قینقاع سے تھا۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام (حق کا اصل نام معین تھا) کو خبر ہوئی۔تو آپ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور آپ ﷺ سے فرمایا:

میں آپ سے تین سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جن کا جواب سوائے انبیائے کرام کو کسی کو معلوم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے سوال کیے۔

آپ ﷺ نے ان کے تینوں سوالوں کے جواب دیا۔

تو فوراً بول اُٹھے۔

اشھدان لاالہ الااللّٰہ واشھدانک رسول اللّٰہ۔

اسی کے بعد عبداللہ بن سلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔کہ

''یہود افترا پرواز قوم ہے۔میں عالم دین ہوں اور رئیس ابن رئیس ہوں۔آپ یہود کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے۔لیکن میرے مسلمان ہونے کی خبر نہ دیجئے۔''

آنحضرت ﷺ نے یہود کو بلا کر فرمایا:

مجھے بتاؤ کہ تم میں عبداللہ بن سلام کون شخص ہیں۔

یہود کہنے لگے۔

Marfat.com

ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

وہ مسلمان ہوسکتے ہیں۔

جواب ملا کبھی ایسا نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام ایک کونے میں چھپے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو آواز دی وہ کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے۔ اور یہودیوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تم جانتے ہو۔ کہ اللہ کے رسول ہیں اور حق کے ساتھ آئے ہیں۔ اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے۔''

اسی موقع پر یہود کہنے لگے۔

تم جھوٹے ہو اور ہماری جماعت میں بدترین شخص ہو۔

حضرت عبداللہ بھی سلام نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ مجھ کو اسی کا خوف تھا۔ اور آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو باہر نکلوا دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب عبداللہ بن سلام بحوالہ اہل کتاب صحابہ وتابعین ص ۷۰)

یہودیوں کی اسلام دشمنی کی وجوہ:

(۱) یہود گھٹیا کردار کے مالک ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ایک برتر مخلوق سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی بدکرداریوں کا پوری طرح پردہ چاک کیا ہے۔

(۲) یہود سود کا کاروبار کرتے تھے اور لوگوں کی املاک رہن رکھتے تھے۔ سود ادا نہ کرنے پر لوگوں کی املاک ضبط کر لیتے تھے اور اس طرح اپنی دولت میں دن بدن اضافہ کر رہے تھے۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور اسے اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔ یہود یہ سمجھتے تھے کہ

''اگر ہم نے اسلام قبول کرلیا تو اس صورت میں انہیں ایسے امور سے دستبردار ہونا پڑے گا۔''

غزوہ بنو قینقاع:

یہود عہد شکنی کے عادی تھے اور بری خصلت ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ شوال ۲ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے ان کے خلاف لشکر تیار کیا۔ یہود فوراً قلعہ بند ہوگئے۔ ۱۵ دن تک اسلامی افواج نے محاصرہ رکھا لیکن یہود مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور اعلان فرمایا۔

''ہمارے جان و مال اور اولاد کے بارے میں حضرت ابوالقاسم (ﷺ) جو فیصلہ فرمائیں گے ہم اسے تسلیم کریں گے۔ آپ ﷺ نے باندھنے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی (جو یہود کا حلیف تھا) کی سفارش کی وجہ سے ان کی جاں بخشی ہوگئی اور انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ ان کی تعداد سات سو (۷۰۰) تھی۔''

Marfat.com

کعب بن اشرف یہودی کا قتل:

کعب بن اشرف آنحضرت ﷺ کا جانی دشمن تھا۔شاعر تھا اور اپنے شعروں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا اور اس کے علاوہ مسلمان عورتوں کو بھی بدنام کرتا تھا۔آخر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

کون ہے جو کعب بن اشرف کی خبر لے۔

چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اس کو جہنم رسید کر دیا۔

غزوہ بنونضیر:

ربیع الاول ۴ ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بنونضیر کے سرداروں کو پیغام بھیجا کہ

''اب تم ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔لہٰذا دس دن کے اندر اندر مدینہ سے نکل جاؤ۔جو سامان وغیرہ ساتھ لے جاسکتے ہو اس کی تم کو اجازت ہے۔دس دن کے بعد جو شخص یہاں نظر آیا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔''

لیکن عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے انہیں پیغام بھیجا کہ

''دبنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔میرے پاس دو ہزار مسلح آدمی ہیں جو آپ کی ہر ممکن مدد کریں گے۔''

عبداللہ بن ابی کے اس پیغام پر یہودی سردار حی بن اخطب نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیج دیا کہ

''ہم مدینہ سے نہیں نکلیں گے۔تم سے جو کچھ بن پڑتا ہے کر لو۔''

جب یہ پیغام آنحضرت ﷺ کو ملا تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو بنونضیر کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔درختوں کو کٹوا دیا اور ان پر حملہ کرنے کی راہ ہموار کر لی۔بنونضیر کی مدد کو کوئی بھی نہ پہنچا۔نہ رئیس المنافقین اور نہ اس کے دو ہزار مردان جنگجو۔اللہ تعالیٰ نے اس صورتحال کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

''کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ضرور بالضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو بخدا ہم تمہاری مدد کریں گے۔لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں۔(۱۱) اگر وہ جلاوطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ جائیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد (بھی) نہ کریں گے اور اگر (بالفرض) مدد پر آ بھی گئے تو پیٹھ پھیر کر (بھاگ کھڑے) ہوں گے۔پھر مدد نہ کئے جائیں گے۔(۱۲) (مسلمانو!) یقین مانو کہ تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی ہیبت کے بہت زیادہ ہے۔یہ اس لئے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔'' (۱۳) (الحشر ۱۱ تا ۱۳)

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی عہد شکنی نے یہودیوں کے حوصلے پست کر دیئے۔۱۵ دن بھی نہ گزرنے پائے

Marfat.com

کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو پیغام بھیجا کہ

''ہم آپ کی شرط کے مطابق جلاوطن ہونے کو تیار ہیں۔''

آپ ﷺ نے ان کی بات کو منظور فرمایا اور جو سامان وغیرہ ساتھ لے جانا چاہتے تھے اس میں بھی آپ ﷺ نے کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ ان کے سردار حی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق دونوں خیبر چلے گئے۔

غزوہ احزاب (جنگ خندق):

یہود کا قبیلہ (بنونضیر) مدینہ منورہ سے نکل کر خیبر پہنچا۔ وہاں انہوں نے ایک نہایت بڑی عظیم سازش کا منصوبہ بنایا۔ یہ خطرناک منصوبہ یہودی سرداروں حی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع نے تیار کیا۔ اس سلسلہ میں یہ تینوں سردار مکہ مکرمہ قریش کے پاس پہنچے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف آمادہ جنگ کرتے ہوئے اپنی مدد کا یقین دلایا۔ قریش نے حامی بھر لی کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے بعد یہ یہودی سردار قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو لالچ دیا کہ خیبر کا نصف محاصل ان کو ہمیشہ دیا کریں گے کہ وہ ہمارے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے میں شریک ہوں۔

چنانچہ انہوں نے جنگ میں شمولیت کی حامی بھر لی۔ ان کے علاوہ اس یہودی وفد نے بقیہ قبائل عرب کو گھوم کر گھوم کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی اور ان قبائل میں بہت سے افراد جنگ میں شرکت کے لئے تیار ہو گئے۔ غرض ان یہودی سیاستکاروں نے پوری کامیابی کے ساتھ کفر کے تمام بڑے بڑے گروہوں اور جتھوں کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کر لیا۔

چنانچہ ان تمام قبائل نے مدینہ کا رخ کیا اور تین سرداروں کا انتخاب ہوا۔ جن کی زیر کمان کفار کی فوج مدینہ کی جانب روانہ ہوئی۔

۱۔ عینیہ بن حصن فزاری

۲۔ طلیحہ اسدی

۳۔ ابوسفیان بن حرب (کمانڈر انچیف)

آنحضرت ﷺ کو کفار کی ساری خبریں پہنچ رہی تھیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا محکمہ خبر رسانی (Intelligence) کفار کی نسبت بہت زیادہ فعال اور متحرک تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کفار کی نقل و حرکت کا پوری طرح پتہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ دفاع کی کیا صورت اختیار کی جائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایرانی النسل ہونے کی وجہ سے خندق کے طریقہ سے واقف تھے۔ انہوں نے رائے دی کہ

''کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مصلحت نہیں۔ ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کیا جائے اور گرد خندق کھودلی جائے۔''

تمام لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کئے گئے۔ چنانچہ کفار کے لشکر کو مدینہ پہنچنے سے پہلے

Marfat.com

خندق کھد کر تیار ہو چکی تھی۔ یہ خندق پانچ گز گہری کھودی گئی اور تین ہزار مجاہدین اسلام نے ۲۰ دنوں میں تیار کی۔ رسول اللہ ﷺ بھی خندق کھودنے میں شریک تھے۔

کفار کا لشکر جب مدینہ کے قریب پہنچا تو انہیں سامنے خندق نظر آئی اور انہوں نے خندق عبور کرنے کی کوشش کی لیکن اسلامی افواج نے اس کا پوری طرح دفاع کیا۔ لیکن دست بدست اور خون ریز جنگ کی نوبت نہ آسکی۔ صرف تیر اندازی ہوتی رہی۔ اسی تیراندازی میں فریقین کے چند افراد مارے گئے۔ تیراندازی میں انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی۔ اسی غزوہ میں کفار کا نامی گرامی پہلوان عمرو بن عبدود (جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا) اس نے خندق پار کرنے کی کوشش کی۔ وہ مقابلہ پر آیا۔ اس کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا۔ مقابلہ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جہنم رسید کر دیا۔

یہود کے ایک قبیلہ بنوقریظہ کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ جو مدینہ میں قیام پذیر تھا اور وہ اس جنگ میں کنارہ کش رہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کی جانب سے کسی حملہ کا اندیشہ نہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنے والے بنونضیر کے جلاوطن یہودی تھے۔ اب یہودی سردار حی بن اخطب نے یہ چال چلی کہ اس نے رات کی تاریکیوں میں بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد سے ملاقات کی اور اس نے کعب بن اسد کو کئی سبز باغ دکھا کر مسلمانوں سے عہد شکنی پر آمادہ کر لیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے۔

''حی بن اخطب نے کعب بن اسد سے کہا کہ اگر قریش محمد (ﷺ) کا خاتمہ کئے بغیر واپس چلے گئے تو میں بھی تمہارے ساتھ قلعہ میں داخل ہو جاؤں گا۔ پھر جو انجام تمہارا ہوگا وہی میرا ہوگا۔''

اس شرط پر کعب بن اسد کفار کے ساتھ شامل ہو گیا۔ (بحوالہ الرحیق المختوم ص ۴۱۸)

جب آنحضرت ﷺ کو بنوقریظہ کی اس بدعہدی کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے انصار کے چند سرداروں سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کو تحقیق کے لئے ان کی بستی میں بھیجا اور یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اگر معاملہ واقعی نقض عہد کا ہو تو واپس آ کر اشاروں میں بتا دینا۔ تاکہ لشکر کے مورال (Moral) پر اثر نہ پڑے۔ یہ لوگ کعب بن اسد قریظی کے پاس پہنچے تو جتنا سن رکھا تھا اس سے زیادہ مخالفت پر پایا۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ یاد دلایا تو کہنے لگا ''میں کسی محمد (ﷺ) کو نہیں جانتا اور ان کے ساتھ کسی معاہدہ کو۔'' جب ان لوگوں نے واپس آ کر آنحضرت ﷺ کو بتلایا کہ خبر درست ہے تو آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔ اس جنگ میں بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

بنوقریظہ کی عہد شکنی کا انجام:

تقریباً ایک ماہ محاصرہ کے بعد جب کفار کی فوج واپس چلی گئی تو بنوقریظہ کی عہد شکنی کی سزا دینے کا وقت آ گیا۔ جنگ خندق سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں غسل فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ سے کہا کہ

Marfat.com

آپ نے ہتھیار اتار دیئے۔لیکن فرشتوں نے ابھی نہیں اتارے۔

رسول اللہ ﷺ نے منادی کرادی کہ

''مجاہدین عصر کی نماز بنوقریظہ کے ہاں جا کرادا کریں۔''

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

مجاہدین بنوقریظہ کے علاقہ میں پہنچ گئے اوران کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔مجاہدین کی تعداد تین ہزار تھی۔جب مجاہدین کا محاصرہ سخت ہوگیا تو یہود کے سردار کعب بن اسد نے ان کے سامنے تین تجاویز رکھیں اوروہ تجاویز یہ تھیں۔

(۱) اسلام قبول کرو اور محمد (ﷺ) کے دین میں داخل ہو جاؤ۔اس صورت میں تمہارا مال و جان سب محفوظ رہے گا اور تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ محمد (ﷺ) واقعی نبی اور رسول ہیں اور وہی نبی ہیں جنہیں تم اپنی کتاب میں پڑھتے ہو۔

(۲) یا اپنے بیوی بچوں کو فوراً اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں۔پھر تلوار سونت کر محمد (ﷺ) کی طرف نکل پڑیں اور پوری قوت سے ٹکرا جائیں۔اس کے بعد یا تو فتح پائیں یا سب مارے جائیں۔

(۳) یا پھر مکر وفریب کی راہ اختیار کریں۔اسلامی افواج پر ہفتہ کے دن حملہ کر دیں کیونکہ انہیں اطمینان ہوگا کہ آج جنگ نہیں ہوگی۔

مگر بنوقریظہ نے اپنے سردار کی ایک تجویز نہ مانی۔بس ایک ہی راستہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔بلاشبہ بنوقریظہ کی بدعہدی اور عہد شکنی نے ان کو بزدل بنا دیا تھا۔چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم تسلیم کرلیا کہ وہ جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہوگا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ خندق میں ایک تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے۔اس لئے وہ اس وقت مجاہدین کے ساتھ شامل نہ تھے۔ان کو ایک گدھے پر سوار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

بنوقریظہ نے آپ کو حکم تسلیم کیا ہے۔آپ فیصلہ فرمائیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ

(۱) مردوں کو قتل کیا جائے۔

(۲) عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے۔

(۳) ان کے اموال مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا۔اے سعد! تم نے جو فیصلہ کیا ہے۔جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی، الرحیق المختوم ص ۴۲۹)

Marfat.com

سلام بن ابی الحقیق کا قتل:

اس یہودی سردار کی کنیت ابورافع تھی۔ یہ بڑا خبیث، شاطر، بدکردار شخص تھا جس نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ اور دوسرے قبائل کو ورغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور مال اور رسد سے ان کی امداد کی تھی۔(فتح الباری ۷/۳۴۳) اس کے علاوہ یہ بدکردار شخص رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ خزرج کے ایک شخص عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت رسول اللہ ﷺ سے طلب کی۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن عتیک ؓ نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جا کر اس خبیث شخص کو واصل جہنم کردیا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل ابورافع۔الرحیق المختوم ص ۴۳۵)

غزوہ خیبر:

خیبر مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ایک بڑا شہر تھا۔عرب میں یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہودی قبیلہ جب مدینہ سے جلاوطن ہوا تو اس نے خیبر کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں جا کر ان فتنہ پرور یہودیوں نے تمام عرب کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کردیا۔اس کا پہلا مظہر معرکہ احزاب (خندق) تھا۔خیبر اسلام کا سب سے بڑا حریف اور اسلام کے لئے سب سے زیادہ خطرناک تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان کے صبر وتحمل اور حلم وتدبر کا یہ انعام فرمایا تھا کہ سورۃ الفتح میں ان سے یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ عنقریب اان کو شاندار فتح سے ہمکنار کرے گا۔جس سے بکثرت مال غنیمت بھی حاصل ہوگا۔اس فتح کی نوبت حدیبیہ کے دو ماہ بعد آئی اور یہ خیبر کی فتح تھی۔

رسول اللہ ﷺ محرم ۷ھ کے اوائل میں خیبر کے لئے روانہ ہوئے تو اعلان فرمایا کہ

''آپ ﷺ کے ساتھ صرف وہی آدمی روانہ ہوسکتا ہے جسے واقعتہ جہاد کی رغبت اور خواہش ہے۔

اس اعلان کے نتیجہ میں آپ ﷺ کے ساتھ صرف وہی لوگ جاسکیں گے۔جنہوں نے حدیبیہ میں بیت رضوان کی تھی اور ان کی تعداد صرف ۱۴۰۰ تھی۔'' (الرحیق المختوم ۴۹۷)

لشکر اسلام عصر کے قریب مقام صہبا (خیبر کے قریب) پہنچا۔تو رسول اللہ ﷺ نے یہاں ٹھہر کر نماز عصر ادا کی۔پھر کھانا طلب فرمایا۔کھانے میں صرف ستو تھے۔جو آپ ﷺ نے پانی میں گھول کر نوش فرمائے۔

خیبر میں صرف آٹھ قلعے تھے۔سب سے پہلے قلعہ ناہم پر حملہ ہوا۔کیونکہ یہ قلعہ اپنے محل وقوع سے پہلی دفاعی لائن کی حیثیت رکھتا تھا۔یہ قلعہ مشہور یہودی شہ زور مرحب کا تھا جو ایک ہزار مردوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے مرحب کا مقابلہ ہوا۔

مرحب جب حضرت علیؓ کے سامنے آیا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ)

Marfat.com

''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار۔ جب جنگ و پیکار کا شعلہ زن ہو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ)

''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک۔ میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پر پورا کروں گا۔''

اس کے بعد مرحب کے سر پر پوری قوت سے ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ باقی سب قلعے ۲۵ دن میں فتح ہو گئے تو پورا خیبر فتح ہو گیا۔

''کنانہ ابن الحقیق نے اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعہ میں جو فوج ہے اس کی جان بخشی کی جائے اور وہ اپنے بال بچوں سمیت خیبر کی سرزمین سے نکل جائیں گے۔ وہ اپنے اموال یعنی باغات زمین، سونا چاندی، گھوڑے، زرہیں سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کر دیں گے۔ صرف وہ کپڑے لے جائیں گے جو پہنے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ شرط منظور فرمائی۔''

(محمد رسول اللہ ﷺ صبر و ثبات کے پیکر اعظم ص ۱۵۱)

فتح کے بعد زمین مفتوعہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضے میں رہنے دی جائے۔ ہم پیداوار کا نصف حصہ ادا کریں گے۔ یہ درخواست بھی منظور ہوئی۔ بٹائی کا وقت آتا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے۔ وہ غلہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے تھے کہ اس میں جو حصہ چاہو لے لو۔ یہود اس عدل پر متحیر ہو کر کہتے تھے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔

(فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷) (تاریخ طبری ص ۱۵۸۹) (سیرۃ النبی ۱/ ۴۸۹۔۴۹۰)

آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہود کا نامقبول رویہ اور یہود کی ریشہ دوانیاں:

آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو منہ مانگی مراعات دیں لیکن وہ اپنی خبیثانہ حرکات سے باز نہیں آتے تھے اور آئے دن رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے اور آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں نے سازش کی کہ کسی طرح حضرت محمد (ﷺ) کو زہر دے کر ہلاک کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک یہودن عورت جس کا نام زینب تھا اور یہودی سردار مرحب کی بیٹی تھی اس نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت کا پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کون سے عضو کا گوشت پسند فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے دستی کا گوشت زیادہ پسند ہے۔'' چنانچہ زینب نے دستی کا گوشت تیار کیا اور اس میں زہر ملا دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پہلا لقمہ ڈالتے ہوئے زہر کا اثر معلوم کر لیا اور کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ لیکن آپ ﷺ کے ہمراہ جانے والے صحابی حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ نے کچھ لقمے زیادہ کھا لئے اور زہر کے اثر سے شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے زینب کو بلا

Marfat.com

کر پوچھا۔ تو اس نے اقبال جرم کرلیا اور آپ ﷺ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف زینب کی حرکت نہیں بلکہ اس میں سارے یہودی شریک ہیں۔

''ہم نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ آپ پیغمبر ہیں تو آپ کو اطلاع ہو جائے گی اور آپ پر زہر اثر بھی نہیں کرے گا۔ اگر آپ پیغمبر نہیں ہیں تو ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔'' (بخاری کتاب الطب)

آپ ﷺ نے زینب اور دوسرے یہودیوں کو معاف کر دیا۔ لیکن بشیر بن براءؓ تین دن بعد زہر کے اثر سے وفات پا گئے تو آپ ﷺ نے قصاص کے طور پر صرف زینب کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اس کے بعد ایک دوسرا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت عبداللہ بن سہلؓ اور حضرت محیصہؓ خیبر گئے تو یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو دھوکے سے قتل کر کے ان کی نعش ایک نہر میں پھینک دی۔ حضرت محیصہؓ نے خیبر سے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے یہ ماجرا بیان کیا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت محیصہ سے فرمایا کہ

کیا تم قسم اٹھا سکتے ہو کہ عبداللہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے۔

''حضرت محیصہؓ نے کہا کہ اگرچہ حالات ایسے ہیں کہ یہود کے علاوہ کوئی اور قاتل نہیں ہو سکتا اور میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اس لئے قسم اٹھانا میرے لئے مشکل ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''اگر یہود کے پچاس آدمی قسمیں دے دیں کہ انہوں نے قتل نہیں کیا تو تمہارا دعویٰ خارج ہو جائے گا۔''

حضرت محیصہؓ نے جواب دیا۔

یہود جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ کیونکہ وہ کافر ہیں۔

چنانچہ قتل کی تحقیق نہ ہو سکی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس سے حضرت عبداللہ بن سہیل کی دیت ادا کر دی۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب الموادعۃ والصالحۃ)

آنحضرت ﷺ کی وصیت:

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں پیش آیا اور آپ ﷺ نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہودیوں سے کتنا ہی اچھا سلوک کیا جائے۔ لیکن یہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ طے کر لیا کہ

یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا ہی بہتر ہے۔

کیونکہ خیبر کے بعد انہیں جو امان دی گئی تھی وہ مشروط تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ ہم مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہودیوں کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم ان کے بیت المدارس میں پہنچے۔ آپ ﷺ نے یہود سے فرمایا۔ دیکھو مسلمان

Marfat.com

ہو جاؤ۔ تمہارا جان و مال سب کچھ محفوظ ہو جائے گا اور یہ سمجھ لو کہ زمین تو اللہ کی اور اس کے رسول کی ہے اور میرا ارادہ یہ ہے کہ تمہیں اس ملک سے نکال دوں۔ پھر تم میں سے اگر کسی کی جائیداد کی قیمت آئے تو اسے بیچ سکتا ہے۔ ورنہ زمین تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔''

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب اخراج الیہود جزیرۃ العرب)

اس الٹی میٹم کے بعد جلد ہی آپ ﷺ رحلت فرما گئے اور آپ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ یہود کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس وصیت پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ کیونکہ آپ کی خلافت کا زمانہ سوا دو سال تھا اور ہنگامی دور تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وصیت نبوی ﷺ پر عملدرآمد ہوا اور یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب اخراج الیہود جزیرۃ العرب)

منافقین......مدینہ میں منافقین موجود تھے:

منافقین کا طبقہ مسلمانوں کے مدینہ جانے کے بعد ہی وجود میں آیا۔ جنگ بدر کے بعد یہ لوگ دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مگر ان کی تمام تر ہمدردیاں کفار و مشرکین کے ساتھ وابستہ رہیں۔ اس لحاظ سے ان کا وجود مسلمانوں کے حق میں تکلیف دہ ثابت ہوا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول:

عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار تھا اور اس کا تعلق مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ خزرج کے علاوہ دوسرا قبیلہ اوس کے نام سے مشہور تھا۔ یہ دونوں قبائل قبل از اسلام مشرک تھے۔ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے تشریف لانے سے قبل دونوں قبائل متفقہ طور پر اس کو بادشاہ تسلیم کرنے پر راضی ہو گئے تھے اور اس کے لئے سنہری تاج بھی تیار کر لیا تھا اور اس کی عنقریب تاجپوشی ہونے والی تھی۔ جب آپ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری ہو گئی تو عبداللہ بن ابی کا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ اس طرح منافقین کا گروہ وجود میں آ گیا اور یہ ظاہراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ورنہ باطنی طور پر یہ لوگ مسلمانوں سے کدورت رکھتے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے بیشتر مواقع پر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ بے رخی کا مظاہرہ کیا۔ جنگ احد میں اس نے غداری کی۔ اس نے اس جنگ میں رائے دی تھی کہ مدینہ میں رہ کر کفار کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن مجاہدین اسلام کی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں کفار سے جنگ کی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے مجاہدین اسلام کی رائے کا احترام کرتے ہوئے کھلے میدان میں جنگ لڑنے کا فیصلہ صادر فرمایا اور ایک ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر جس میں تین سو منافقین بھی شامل تھے، مدینہ سے نکل کر احد کی وادی کی طرف کوچ کرنے لگا۔ جب یہ لشکر وہاں پہنچ گیا تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ واپس آ گیا اور الزام لگایا کہ میری رائے کو کچھ وقعت نہیں دی گئی۔ اس کے علاوہ غزوہ بنو مصطلق اور واقعہ افک میں بھی اس کا گھناؤنا کردار تھا۔ غزوہ خیبر (محرم ۷ھ اور غزوہ تبوک ۹ھ) میں بھی منافقین نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو زک پہنچانے میں اپنی کوئی کسر باقی نہ

Marfat.com

چھوڑی۔ علاوہ ازیں اس کے منافقین نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی بھی سازش کی۔

عبداللہ بن ابی کا انتقال اور آنحضرت ﷺ کا نماز جنازہ پڑھانے کے وجوہ:

غزوہ تبوک سے مجاہدین اسلام کی واپسی کے بعد جلد ہی عبداللہ بن ابی کی وفات ہوگئی تو اس کا بیٹا جس کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ سچے مسلمان تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھایئے اور اپنی قمیض مبارک بھی عطا کیجئے تا کہ اس کو کفن میں شامل کرلوں۔''

آپ ﷺ نے اپنی قمیض بھی عطا کر دی اور اس کی نماز جنازہ پڑھانے پر بھی رضا مند ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دامن پکڑ لیا اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

''اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے روکا ہے۔ آپ کیوں اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے (روکا نہیں ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اگر تو ۷۰ بار بھی ان کے لئے استغفار کرے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں فرمائے گا۔ تو میں ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آئندہ کے لئے منافقین کے حق میں دعائے مغفرت اور نماز جنازہ کی قطعی مخالفت فرما دی۔ (صحیح بخاری الرقم الحدیث ۴۶۷۰) (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۷۷۴)

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ۔ (التوبہ ۸۴)

''(اور اے نبی) ان میں سے جو مر جائے آپ اس کی نماز (جنازہ) ہرگز نہ پڑھیں اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ حالت فسق میں مرے۔''

یہ آیت مبارکہ واضح کرتی ہے کہ منافقین کی بخشش کی کوئی صورت نہیں۔ یقیناً ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ایک دوسری آیت۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (النساء۔ ۱۴۵)

''بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے۔''

اعراب یا بدوی قبائل:

رسول دشمنی میں بدوی قبائل بھی شامل تھے۔ ان کا مذہب عوامی مذہب تھا۔ چونکہ اہل عرب کی اکثریت مشرک تھی لہذا یہ بھی مشرک ہی تھے۔ جہالت اور اجڈپن نے ان میں ایک اور خصلت پیدا کر دی تھی کہ وہ اپنے مذہب یعنی شرک

Marfat.com

پر اس قدر سختی سے پابند تھے کہ وہ کوئی ہدایت کی بات سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ ان کی اس خصلت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ (التوبہ)

''دیہاتی کفر اور منافقت میں زیادہ سخت ہیں اور اس امر کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ ان احکام کو نہ جان پائیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کئے۔''

مفسر قرآن فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''کچھ منافقین وہ بھی تھے جو بادیہ نشین تھے۔ یعنی مدینہ سے باہر دیہاتوں میں رہتے تھے۔ دیہات کے ان باشندوں کو اعراب کہا جاتا ہے۔ جو اعرابی کی جمع ہے۔ شہریوں کے اخلاق و کردار کے مقابلے میں جس طرح ان کے اخلاق و کردار میں درشتی اور کھردرا پن پایا جاتا ہے اس طرح ان میں جو کافر و منافق تھے وہ کفر و نفاق میں بھی شہریوں سے زیادہ سخت اور احکام شریعت سے زیادہ بے خبر تھے۔ اس آیت میں انہی کا تذکرہ اور ان کے اسی کردار کی وضاحت ہے۔ بعض احادیث سے بھی ان کے کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً ایک موقع پر کچھ اعرابی رسول اللہ e کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا۔''

اتقبلون صبیانکم o

''کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں۔ انہوں نے کہا۔

واللہ ہم انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا۔

''اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے رحم و شفقت کا جذبہ نکال دیا تو میرا اس میں کیا اختیار ہے۔''

(صحیح بخاری الرقم الحدیث ۵۹۹۸) (صحیح مسلم الرقم الحدیث ۲۳۱۷) (احسن البیان طبع جدید ص ۳۴۳)

قبائل سے معاہدہ:

آنحضرت ﷺ مدینہ میں ایک باقاعدہ حکومت کی تشکیل میں مصروف عمل تھے اور مدینہ یعنی شہریوں کی زندگی کے اصول وغیرہ قبائل کے اصول زندگی سے مختلف تھے۔ لہٰذا اگر ایک طرف مدینہ کے اردگرد کے قبائل کو اس حکومت سے خطرہ تھا تو دوسری طرف اسلامی ریاست بھی ان قبائل کے حملوں سے محفوظ و مامون نہ تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے جن شرائط پر یہود سے معاہدہ کیا تھا انہی شرائط پر قبائل کو معاہدہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ بعض قبائل نے آپ ﷺ سے عدم جنگ کا معاہدہ کیا۔ مثلاً بنومدلج اور بنوصخرہ وغیرہ۔

بعض قبائل کی مسلمانوں کے خلاف یورشیں:

درج ذیل قبائل مسلمانوں کے خلاف آئے دن یورشیں کرتے رہتے تھے۔ کبھی اکیلے اور کبھی یہود کے ساتھ مل

Marfat.com

کر فتنہ پردازیاں کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ ایسے قبائل کی سرکوبی کے لئے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے بھیجتے رہے۔ایسی مہمات میں سے چند قابل ذکر واقعات بہ ترتیب زمانی درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) بنو اسد

سریہ ابی سلمہ (محرم ۴ ہجری)

(۲) بنو ہذیل

خالد بن سفیان ہذلی کی یورش (محرم ۴ ہجری)

(۳) عضل او قارہ

واقعہ رجیع (صفر ۴ ہجری)

(۴) بنو لحیان

ربیع الاول ۶ ہجری

اس قبیلہ کی گوشمالی کے لئے آپ ﷺ دوسو مجاہدین اسلام کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

(۵) بنو رعل اور بنو ذکوان

صفر ۴ ہجری

بیر معونہ کا المیہ

(۶) بنو مصطلق

ہجری

اس سریہ میں منافقین کافی تعداد میں شامل ہو گئے تھے۔

(۷) بنو غطفان

۵ ہجری

(۸) غزوہ خیبر

محرم ۷ ہجری۔

(۹) عکل اور عرینہ

(۱۰) فزارہ

(۱۱) غسان

(۱۲) ہوازن اور ثقیف

Marfat.com

(۱۳) جنگ موتہ

جمادی الاول ۸ ہجری

(۱۴) غزوہ حنین

شوال ۸ ہجری

(۱۵) محاصرہ طائف

(۱۶) بنو حنیفہ

واقعہ ثمامہ بن اثال:

مسلمانوں نے بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لیا۔ ثمامہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ اسے مدینہ لایا گیا اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ آپ نے اس کے پاس جا کر پوچھا ثمامہ کیا حال ہے۔

اس نے کہا۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو خونریزی کی وجہ سے اس کا مستحق ہے اور اگر چھوڑ دیں تو میں احسان ماننے والوں میں سے ہوں اور اگر مال درکار ہے تو جتنا چاہیں طلب فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا اور واپس چلے گئے۔ دوسرے دن بھی یہ سوال و جواب ہوا۔ تیسرے دن بھی ثمامہ نے یہی جواب دیا۔ آخر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو۔ وہ مسجد سے تو نکل گیا۔ مگر اب اس کی دنیا بدل چکی تھی۔ واپس آ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ) (مسلم کتاب الجہاد باب ربط الاسیر)

مسلیمہ کذاب کی داستان

مسلیمہ کذاب کا تعلق بنو حنیفہ قبیلہ سے تھا۔ ۹ ہجری میں بنو حنیفہ کا وفد مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں مسلیمہ بھی شامل تھا۔ اس وفد نے اسلام قبول کیا مگر مسلیمہ نے جو اس وفد کا سردار تھا اسلام قبول نہ کیا۔ اس نے اپنے غرور اور تکبر کی وجہ سے کہا کہ

''اگر محمد ﷺ کاروبار حکومت اپنے بعد مجھے دینے کا وعدہ کریں تو میں ان کی پیروی کروں گا۔''

رسول اللہ ﷺ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ ثابت بن قیس خطیب انصار کے ہمراہ مسلیمہ کے سر پر جا کھڑے ہوئے۔ مسلیمہ نے اپنی بات دہرائی جو وہ پہلے کہہ چکا تھا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اگر تم مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگو تو میں نہیں دوں گا۔ یاد رکھو۔ تم اللہ کے فیصلے سے آگے نہیں جا سکتے۔ اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالیٰ تمہیں توڑ کے رکھ دے گا۔ اور اللہ کی قسم!

Marfat.com

میں تجھے وہی آدمی سمجھتا ہوں جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ مسیلمہ کو سمجھانے کا معاملہ حضرت ثابت بن قیسؓ کے سپرد کر کے خود واپس تشریف لے آئے۔''

(صحیح بخاری کتاب الوفود باب وفد بنو حنیفہ)

مسیلمہ واپس اپنے شہر چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے اپنی نبوت کاذبہ کا دعویٰ کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت بھی دیتا رہا۔ اس کذاب کو یمامہ کا رحمان بھی کہا جانے لگا۔ پھر اس کذاب نے آنحضرت ﷺ کو ایک خط لکھا کہ

''مجھے آپ کے ساتھ امور سلطنت میں شریک کر دیا گیا ہے۔ آدھی حکومت ہمارے لئے اور آدھی قریش کے لئے۔''

آپ ﷺ نے اس کذاب کو جواب میں لکھا۔

''زمین اللہ کے لئے ہے۔ جسے چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور انجام متقین کے لئے ہے۔''

مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ کی طرف قاصد بھی بھیجے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

دونوں قاصدوں نے جواب دیا کہ

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر قاصد کا قتل جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔''

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

مسیلمہ کذاب پر عہد نبوی میں لشکر کشی نہ ہو سکی۔ خلافت صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مسیلمہ کی فوج ۴۰ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مسیلمہ کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور اس کی کثیر تعداد واصل جہنم ہوئی۔ خود مسیلمہ وحشی بن حرب کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ گیا اور اسلامی فوج کے بھی بہت سے قاری اس جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی ۱/۱۲۵ مطبوعہ لاہور)

رسول اللہ ﷺ نے مسیلمہ سے فرمایا۔

Marfat.com

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تو وہی کاذب ہے جس کے متعلق مجھے خواب میں پہلے ہی خبر دی جا چکی ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں۔
آپ ﷺ کو اس کا بہت فکر ہوا۔ پھر خواب ہی میں آپ کو حکم دیا گیا کہ ان پر پھونک ماریں۔
آپ ﷺ نے پھونک ماری تو دونوں کنگن اڑ گئے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میرے بعد عرب میں دو جھوٹے نبی بھی پیدا ہوں گے۔ چنانچہ ایک اسود عنسی تھا اور دوسرا مسیلمہ۔'' (صحیح مسلم) (تاریخ ملت ۱/ ۵۷)

Marfat.com

باب:9

مرزا غلام احمد قادیانی

فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ایسے اشخاص میں سے تھے جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مسیحیت اور مہدویت اور نبوت و رسالت کے جھوٹے دعوے کر کے اپنے دجل وفریب سے امت مسلمہ کے ایک اچھے خاصے طبقے کو نہایت ہی سخت قسم کی ضلالت و گمراہی اور کفر والحاد میں مبتلا کر دیا۔

مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ قصبہ قادیان ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں ۱۲۵۵ھ یا ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء پیدا ہوئے۔ بچپن میں انہیں چڑیاں پھنسانے کا شوق تھا۔ دیگر کھیل کود سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ ضدی مزاج تھے۔ سات سال کی عمر میں تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور تین سال میں کچھ دین اسلام سے متعلق ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مگر ان کی طبیعت میں آوارگی تھی۔ ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کو انگریزی حکومت سے سات سو روپے سالانہ پنشن ملتی تھی جس سے خاندان کے بسر اوقات کی اطمینان بخش صورت پیدا ہوگئی تھی۔ ان کے والد نے انہیں پنشن کی رقم لینے کے لئے متعلقہ محکمہ میں بھیج دیا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنے چچیرے بھائی امام الدین کے ہمراہ جا کر پنشن کی رقم وصول کی اور دونوں نے خوب گل چھرے اڑائے۔ جب رقم ختم ہوگئی تو امام الدین ساتھ چھوڑ کر چلا گیا اور مرزا صاحب اکیلے رہ گئے۔ یہ ۱۸۵۴ء کا واقعہ ہے۔

اب مرزا صاحب قادیان سے بھاگ کر سیالکوٹ آگئے اور پندرہ روپے ماہوار سیالکوٹ کچہری میں ملازمت اختیار کر لی۔ چار سال بعد ۱۸۶۸ء میں مختاری کے امتحان میں بیٹھے لیکن فیل ہو گئے اور اس کے بعد ملازمت سے استعفیٰ دے کر قادیان واپس آگئے اور یہاں پہلے زمینداری کی اور رشتہ داروں سے کئی مقدمات میں وقت گزارا۔ مرزا صاحب نے حریف کو پچھاڑنے کے لئے قانونی اور روحانی دونوں حربوں کو خوب خوب استعمال کیا۔ آپ ابتدا ہی سے الد الخصام تھے۔ اس لئے مقدمہ بازی کا مشغلہ آپ کو خوب راس آیا۔

۱۸۷۷ء میں مذہبی اسٹیج پر نمودار ہوئے اور ایک مناظر اسلام کے روپ میں اسلام کی پرزور اور جذباتی وکالت کر کے عام مسلمانوں کو بہت جلد اپنی طرف مائل کر لیا۔ اسی دوران آپ نے تصوف کا روپ دھار کر مختلف حکمتوں اور تدبیروں سے خلق خدا پر اپنی بزرگی اور خدا رسیدی کا سکہ بٹھانا شروع کیا۔ پنجاب کی زمین اس مقصد کے لئے بڑی زرخیز ثابت ہوئی۔ چنانچہ چند برسوں میں آپ کا ایک وسیع حلقہ ارادت تیار ہو گیا۔

۱۸۸۴ء میں اپنے آپ کو مامور من اللہ مجدد وقت اور خدا کا الہام یافتہ قرار دیا۔

Marfat.com

۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔

۱۸۹۳ء میں مہدی موعود ہونے کا بھی با قاعدہ اعلان کر دیا۔

۱۹۰۱ء میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کر دیا جس میں مرتے دم تک (۱۹۰۸ء) قائم رہے۔

(فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری)

مختلف اوقات میں مختلف خدائی صفات کے دعوے:

مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کے بعد مختلف اوقات میں خدائی صفات کے بھی دعوے کئے۔

کبھی دعویٰ کیا کہ مجھے مارنے اور جلانے کی قدرت دی گئی ہے۔

کبھی کہا کہ میں زمین و آسمان کا خالق ہوں۔

کبھی ارشاد ہوا کہ میں تقدیر کا لکھنے والا ہوں۔

کبھی دوٹوک الفاظ میں کہا کہ میں بعینہٖ خدا ہوں۔

اور کبھی یہ دعویٰ کیا کہ

''مجھ پر دو سال تک نسوانی کیفیت یعنی صفت مزیمیت طاری رہی۔ اس دوران مجھے حیض بھی آیا۔ پردے میں نشو ونما ہوئی۔ خدا سے ایک نہانی تعلق قائم ہوا۔ یعنی خدا نے آپ کے ساتھ رجولیت کی۔ اس تصرف سے مجھے حمل ٹھہر گیا۔ پھر اپنے ہی حمل سے میں پیدا ہوا اور میں ابن مریم ہو گیا۔''

مرزا قادیانی کی بیماریاں:

مرزا غلام احمد نبی کاذب تھے۔ آپ کو جو بیماریاں لاحق ہوئیں ان کی تعداد ۱۷ ہے اور ان بیماریوں کا ذکر قادیانی مصنفین نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

(۱) ہسٹریا۔ (۲) مراق۔ (۳) مالیخولیا۔ (۴) حافظہ کی کمزوری۔ (۵) ضعف دماغ کے دورے۔
(۶) دوران سر۔ (۷) ذیابیطس۔ (۸) درد سر۔ (۹) کم خوابی۔ (۱۰) تشنج۔ (۱۱) بدہضمی۔
(۱۲) اسہال۔ (۱۳) دق۔ (۱۴) سل۔ (۱۵) قولنج۔ (۱۶) دائم المریض۔ (۱۷) جسم بیکار)

مولانا صفی الرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں کہ

یہ ہیں مرزا صاحب کی بیماریاں۔ جن کی فہرست پر نظر سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ گنجینہ امراض خبیثہ تھے اور انہیں امراض خصوصاً مراق کی شدت نے آپ کو مسیحیت و مہدویت اور نبوت و رسالت کے مراتب پر فائز رکھا۔ (قادیانیت اپنے آئینے میں ص ۳۵)

قادیانیت برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا تھا:

برطانوی سامراج کا ایک خود کاشتہ پودا مرزائیت، قادیانیت یا غلام احمدیت کے نام سے موسوم ہے۔ اس نے اسلام اور اس کے بنیادی اصول و احکام کو مٹانے کے لئے مسلمانوں ہی سے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو چنا اور اس کو

Marfat.com

یہ پٹی پڑھائی کہ ایک ایسے مذہب کی اساس رکھو جس کا مقصد انگریز اور اس کی حکومت کی اطاعت ہو اور جو مسلمانوں کی مذہبی وقومی روایات کا خاتمہ کردے تاکہ انڈیا کی برٹش گورنمنٹ اہل اسلام کی طرف سے مطمئن ہو جائے اور وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچاسکیں اور ہر معاملہ میں اس کے آگے سر جھکائیں۔

چنانچہ مرزائے قادیاں نے انگریز کی گٹھ جوڑ سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی۔ پہلے تو اس نے مسلمانوں کو جل دینے کے لئے ''تبلیغ اسلام'' کا ڈھونگ رچایا اور براہین احمدیہ حصہ اول شائع کر کے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کیں۔ ان سے اپنی علمیت اور ''خدمت دین'' کی داد چاہی۔ پھر مجددیت اور مہدیت کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد نبوت کا ذبہ کی کرسی سنبھالی۔ بعد ازاں خود کو اس مقام پر پہنچا ہوا ظاہر کیا جس کے تصور سے انبیائے علیہ اسلام بھی خشیت الٰہی سے لرزتے اور کپکپاتے رہے۔

مرزا قادیانی نے جہاد کو منسوخ کردیا:

مرزا صاحب نے برطانوی سامراج کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ کے معروف تصور کی نہایت سختی سے تردید کی ہے اور اسے منسوخ قرار دے دیا۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ

> ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کا تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی کے بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب ص ۱۵)

مرزا صاحب نے جہاد کی منسوخی کا فتویٰ دے دیا۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور مسیح کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد مسئلہ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

Marfat.com

لوگوں کو یہ بتایئے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۶)

خرافات مرزا قادیانی:

مرزا قادیانی نے بے شمار پیشینگوئیاں کیں۔ انبیائے کرام، صحابہ کرام، ائمہ کرام، علمائے اسلام اور اکابرین اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی۔ اگر ان خرافات کا تفصیل سے ذکر کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ایک اچھے انسان کی پہچان یہ ہے کہ اس کا اخلاق اچھا ہو۔ زبان پاکیزہ ہو۔ فواحش، لغویات اور بہتان تراشی سے مبرا ہو۔ لیکن مرزا قادیانی میں ایک بھی اچھی خصلت نہیں تھی۔ ذیل میں ان کی چند ایک گستاخیوں اور خرافات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں۔ نیز ابراہیم ہوں۔ نسلیں ہیں میری بے شمار۔

(۲) میں زندہ علی ہوں۔

(۳) میں اس زمانے کا حسن و حسین ہوں۔

(۴) نبی کریم ﷺ سے تین ہزار معجزات ظہور میں آئے لیکن اس خدا نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کیا کہ خدا نے مجھے دس لاکھ معجزات عطا کئے۔

مرزا صاحب کا اپنے بارے میں ایک شعر ہے۔

کرم خاکی ہوں نہ آدم زاد میرے پیارے
ہوں بشر کے جائے نفرت اور انسانوں کی عار

محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی:

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ تھا۔ مالی اعتبار سے ایک غریب آدمی تھا۔ وہ کسی سلسلہ میں مرزا صاحب سے مدد کا طالب ہوا۔ مرزا صاحب نے اس سے کہا کہ تم اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح مجھ سے کر دو تو میں آپ سے مکمل تعاون کروں گا۔ لیکن مرزا احمد بیگ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی نے کئی دھمکیاں اور وعیدیں مرزا احمد بیگ اور محمدی بیگم کو دیں۔ لیکن دونوں باپ بیٹی مرزا صاحب کی دھمکیوں سے مرعوب نہ ہوئے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا۔ مرزا احمد بیگ نے محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کر دیا۔ وہاں ان کی اولاد بھی ہوئی اور سکھ چین سے زندگی بسر کرتی رہیں اور مرزا صاحب نکاح کی حسرت لئے ہوئے اس دنیا سے کوچ کر گئے اور جہنم کے مہمان ہوئے۔

کوئی بھی کام مرزا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

Marfat.com

مرزا قادیانی کا اپنا کردار:

مرزا قادیانی اعلیٰ قسم کی شراب پیتے تھے۔ لاہور کی مشہور دوکان ای پلومر (E-PLOMER) سے ٹانک وائن شراب منگواتے تھے۔ افیون کے رسیا تھے اور جو دوائیں استعمال کرتے تھے ان میں افیون شامل کرتے تھے۔ زندگی بھر روزے نہیں رکھے اور ایام رمضان میں کھلم کھلا کھاتے پیتے تھے۔ فریب کاری، دغا بازی ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ نامحرم عورتوں سے ان کا خاص تعلق تھا۔ شہوت پرست تھے۔ علامہ اقبالؒ کے استاد (عربی و فارسی) مولانا سید میر حسن سیالکوٹی کا بیان ہے کہ

"مرزا صاحب کے لئے تلاوت کا جو قرآن مجید تھا اس میں مرزا صاحب نے خاتمہ قرآن پر یعنی سورۃ الناس کے اختتام پر قوت باہ کا نسخہ لکھ رکھا تھا۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے دل میں قرآن مجید کی کیا وقعت تھی اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل و عیال سے الگ تھلگ رہتے ہوئے موصوف کو قوت باہ کے نسخے کی ضرورت کیوں تھی۔" (قادیانیت اپنے آئینے میں ص ۱۷)

مرزا صاحب کی وفات:

مرزا قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا تھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ

"میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہ دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے۔ مفسد ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں کسی وبائی بیماری (طاعون و ہیضہ وغیرہ) سے ہلاک ہو جائے۔"

اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کی دعا قبول فرمالی اور اپنے خط کے ایک سال ایک ماہ اور ۱۲ دن بعد احمدیہ بلڈنگ برانڈرتھ روڈ لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ سے وفات پا گئے۔ (اور شیخ الاسلام مولانا امرتسری رحمۃ اللہ نے ۴۰ سال بعد ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء بمقام سرگودھا وفات فرمائی)۔

مرزا قادیانی کی نعش کو بذریعہ ٹرین لاہور سے قادیاں لے جانا تھا۔ اس لئے زندہ دلان لاہور نے مرزا قادیانی کا بڑا شاندار استقبال کیا۔ احمدیہ بلڈنگ برانڈرتھ روڈ تا لاہور ریلوے اسٹیشن مرزا قادیانی کی نعش پر غلاظت پھینکی گئی جس سے بدقت مرزا کی نعش اسٹیشن تک پہنچ سکی۔ نعش کو بذریعہ ٹرین قادیان پہنچانا تھا اور اس کے لئے ایک علیحدہ بوگی کی ضرورت تھی۔ بوگی کس طرح ملی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ

اس وقت لاہور کا اسٹیشن ماسٹر ایک انگریز تھا اور بوگی الاٹ کرنے کی ذمہ داری ملک سراج الدین عراقی کے سپرد تھی۔ ملک سراج الدین عراقی مرحوم برصغیر پاک و ہند کے نامور طبیب پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم کے سگے ماموں اور راقم (عبدالرشید عراقی) کے رشتہ میں تایا تھے۔

Marfat.com

اسٹیشن ماسٹر نے ملک سراج الدین عراقی کو اپنے دفتر میں طلب کیا اور کہا۔ مرزا قادیانی کی نعش قادیان لے جانے کے لئے مرزا صاحب کے لواحقین کو ایک بوگی الاٹ کر دو۔

ملک سراج الدین عراقی نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ میرے پاس اس وقت کوئی بوگی نہیں ہے۔ میں کہاں سے بوگی ان کو دے دوں۔ اسٹیشن ماسٹر نے قدرے سختی سے کہا کہ ضرور کسی نہ کسی طرح ان کو بوگی ملنی چاہیے۔ ملک سراج الدین عراقی نے بھی سختی سے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی بوگی نہیں ہے جو میں ان کو دے دوں۔ ہاں ایک بوگی موجود ہے جو کوڑا کرکٹ اور غلاظت سے بھری پڑی ہے وہ بوگی یہ لوگ اپنے طور پر صاف کرالیں اور نعش قادیان لے جائیں۔

اسٹیشن ماسٹر نے جواب میں کہا۔ وہی بوگی ان کو دے دو۔ چنانچہ وہ گندی بوگی مرزا صاحب کے لواحقین نے پہلے صاف کرائی اس کے بعد اس گندی بوگی میں مرزا صاحب کی نعش رکھ کر قادیان روانہ ہوئے۔

اسٹیشن ماسٹر اور ملک سراج الدین عراقی کے مابین بوگی کے سلسلہ میں جو گفتگو ہوئی تھی اس میں اسٹیشن ماسٹر نے اپنی سبکی محسوس کی اور ملک سراج الدین عراقی سے وضاحت طلب کی۔ ملک سراج الدین عراقی کو جب نوٹس ملا تو انہوں نے جواب دینے کی بجائے استعفیٰ دے دیا۔ استعفیٰ منظور کیا گیا اور ملک صاحب مرحوم اپنے وطن سوہدرہ تشریف لے آئے۔

(یہ معلومات ملک سراج الدین عراقی مرحوم کے صاحبزادہ ملک عبدالوحید عراقی جو خود مرحوم ہو چکے ہیں نے مجھے فراہم کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں باپ بیٹوں کی مغفرت فرمائے۔)

ذیل میں نفیس خلیلی مرحوم کے دو شعر درج ہیں۔

بیاسا کے دریا کا وہ جل پجاری
کہیں ابن مریم ہے کہیں ہے مراری
ہے تقلید مغرب غلام احمدیت
نہ یہ آدمیت نہ وہ آدمیت

Marfat.com

باب:10

ختم نبوت

مسلمانوں میں مسئلہ ختم نبوت بنیادی اصولوں کی طرح مسلمہ ہے۔اس لئے کہ یہ مسئلہ نہ قیاسی ہے نہ استنباطی بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کی صاف وضاحت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام اور آپ ﷺ کا آخری نبی ورسول ہونا اسلام کے ان بدیہی مسائل اور عقائد میں سے ہے جن کو تمام عام وخاص، عالم و جاہل، شہری اور دیہاتی مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں۔۱۴ سو سال سے کروڑ ہا مسلمان اس عقیدہ پر ہیں۔لاکھوں علمائے وقت نے اس مسئلے کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ورسالت ختم ہے۔آپ ﷺ بلا استثناء آخری نبی ہیں۔آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

اس دعوے پر قرآن مجید نے واضح کیا ہے۔

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب ۴۰)

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

شان نزول:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں بہت سی مضحکہ خیز رسومات قبیحہ کا رواج تھا۔ان میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ لوگ دوسرے لوگوں کے بیٹوں کو اپنا بیٹا بنا لیتے تھے اور ان کو متبنی کہا جاتا تھا اور یہ متبنی حقیقی بیٹوں کی طرح وراثت کا حق دار بھی ہوتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو کہ آپ کے غلام تھے) آزاد فرما کر متبنی بنالیا تھا۔چنانچہ لوگ عرب کی قدیم رسم کے مطابق ان کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد متبنی کی رسم ختم ہوگئی اور لوگوں نے اب حضرت زید کو اس کے باپ حارثہ کے نام سے (زید بن حارثہ) کہنا شروع کردیا۔

ختم نبوت کا عقیدہ:

ختم نبوت کا عقیدہ امت مسلمہ کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے۔

Marfat.com

بدقسمتی سے امت اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ باہمی تعصب نے بارہا امت کے امن وسکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ وفساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا۔ لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس بات پر متفق رہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ گزشتہ ۱۴ صدیوں میں سے جن نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مرتد قرار دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسلیمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پروا کیے بغیر اس کے خلاف لشکرکشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بے شک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن اور جلیل المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی قربانی بھی دے کر اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ کو یہ نظر آرہا تھا کہ اگر اس میں ذرا سا تساہل برتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ہر امت کا اپنا نبی ہوگا۔ وہ اسی کی شریعت اور سنت کو اپنائے گا۔ اس طرح اس رحمۃ للعالمین کے زیر سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی اور انی رسول اللہ الیکم جمیعا کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔ اسلام کی ۱۴ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سر پھرے طالع آزما یا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔ (ضیا القرآن ۴/۶۶)

ختم نبوت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات

رسول اللہ ﷺ نے "خاتم النبیین" کا کیا مفہوم بیان کیا ہے۔ درج ذیل احادیث کی روشنی میں ختم نبوت کا مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

(۱) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : كَانَتْ بَنُو اِسْرَئِيلَ تَسُوسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ، وَاِنَّهُ لَانَبِیَّ بَعْدِی، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُo (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

"نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے۔ جب کوئی نبی انتقال کر جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔"

(۲) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِی كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَيْتًا فَاَحْسَنَهُ وَاَجْمَلَهُ، اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَo

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی۔ لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب

Marfat.com

میں پڑ جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں ہوں۔ (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پر کرنے کے لئے کوئی آئے)۔''

اس حدیث کی شرح میں پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''اگر آپ اس حدیث میں غور وفکر کریں تو بلاغت نبوی کے اعجاز کا آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی جگہ خالی نہیں رہتی تو کوئی باہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کی ایک ہی صورت ہے کہ پہلی اینٹوں میں کوئی اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کرائی ہوئی جگہ پر نئی اینٹ لگا دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں بجز اس کے کہ سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکالا جائے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے جگہ بنائی جائے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو گوارا کرے گی۔ قصر نبوت کے اس توڑ پھوڑ کو کیا اللہ تعالیٰ کی غیرت برداشت کرے گی۔ ہرگز نہیں۔ یہ ایک حدیث اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔'' (ضیاء القرآن ۴/۷۰-۷۱)

(۳) فُضِّلتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ، اُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ ٥

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) مجھے جامع ومختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی ہے۔

(۲) مجھے رعب کے ذریعہ نصرت بخشی گئی ہے۔

(۳) میرے لئے اموال غنیمت حلال کئے گئے۔

(۴) میرے لئے ساری زمین کو مسجد بھی بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ (یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ روئے زمین میں ہر جگہ پڑھی جا سکتی ہے اور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمم کر کے وضو کی حاجت پوری کی جا سکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی۔)

(۵) مجھے تمام دنیا کے لئے رسول بنایا گیا ہے۔

(۶) اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ)

Marfat.com

(۴) اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِی وَلَا نَبِیَّ٥

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔'' (جامع الترمذی، کتاب الرویا، باب ذھاب النبوۃ، مسند احمد من روایات انس بن مالک)

پیر کرم شاہ الازہری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''سرورِ عالم ﷺ کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا اس باطل دعویٰ کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور الحاد ہے۔'' (ضیاء القرآن ۴/۷۱)

(۵) قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِی یُمْحٰی بِیَ الْکُفْرُ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِی یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی عَقِبِی وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِی لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ ﷺ

نبی ﷺ نے فرمایا:

''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں محی ہوں کہ میرے ذریعہ کفر محو کیا جائے گا اور میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے۔ (یعنی میرے بعد اب قیامت ہی آنی ہے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

(صحیح البخاری و مسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبیؐ)

(۶) اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا اِلَّا حَذَّرَ اُمَّتَہُ الدَّجَّالَ وَاَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ وَھُوَ خَارِجٌ فِیْکُمْ لَامَحَالَةَ٥

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر ان کے زمانے میں نہ آیا۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ لامحالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی نکلنا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن باب الدجال)

اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا آخر الانبیاء اور امت محمدیہ کا آخر الامم ثابت ہونا واضح ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) مذکورہ بالا احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فقد اخبر اللّٰہ تعالیٰ کتابہ ورسولہ ﷺ فی السنة المتواترة عنہ انہ لا نبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذاب افاک دجال، ضال مضل٥

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کے بعد کوئی نبی نہیں تا کہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے، جھوٹا ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔''

(بحوالہ ضیاء القرآن ۴/۷۲)

علامہ محمد آلوسیؒ:

علامہ محمد آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسے عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن وسنت نے کی ہے جس پر امت کا اتفاق ہے۔ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جاوے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔'' (بحوالہ ضیاء القرآن ۴/۷۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت کو تسلیم کیا وہ مرتد اور خارج از اسلام ہے اور ان لوگوں سے جنگ کرنا جائز ہے۔

علماء امت کا اجماع:

پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق ہیں:

''محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور یہ کہ جو بھی آپ ﷺ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے یا اس کو تسلیم کرے وہ خارج از اسلام ہے۔''

اسمائے گرامی علمائے اسلام:

۱۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (۸۰ھ۔۱۵۰ھ) (مناقب ابی حنیفہ ۱/۱۶۱)

۲۔ امام ابن جریر طبری (۲۲۴ھ۔۳۱۰ھ) تفسیر ابن جریر ۲۲/۱۲)

۳۔ امام طحاوی (۲۳۹ھ۔۳۲۱ھ) (شرح الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیہ ص ۱۵)

۴۔ امام ابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) (المحلی ۱/۲۶)

۵۔ امام غزالی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) (الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۱۴)

۶۔ امام محی السنہ بغوی (۵۱۰ھ) (تفسیر معالم التنزیل ۶/۱۵۸)

۷۔ علامہ زمخشری (۴۶۷ھ۔۵۳۸ھ) (تفسیر کشاف ۶/۲۱۵)

۸۔ قاضی عیاض مالکی (۵۴۴ھ) (الشفاء ۲۷۰، ۲۷۱)

۹۔ علامہ شہرستانی (۵۴۸ھ) الملل والنحل ۳/۲۴۹)

Marfat.com

۱۰۔ امام فخر الدین رازی (۵۴۳ھ۔۶۰۶ھ) (تفسیر کبیر ۶/۵۸۱)

۱۱۔ علامہ بیضاوی (۶۸۵ھ) تفسیر انوار التنزیل (۴/۶۴)

۱۲۔ علامہ حافظ الدین نفسی (۷۷۰ھ) (تفسیر مدارک ص ۴۷۱)

۱۳۔ علامہ علاؤ الدین بغدادی (۷۲۵ھ) (تفسیر خازن ص ۴۷۱۔۴۷۲)

۱۴۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) تفسیر ابن کثیر (۳/۴۹۳،۴۹۴)

۱۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) (تفسیر جلالین ص ۷۶۸)

۱۶۔ علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ) (کتاب الاشباء والنظائر ص ۱۷۹)

۱۷۔ ملا علی قاری (۱۰۱۳ھ) (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

۱۸۔ شیخ اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) (تفسیر روح البیان ص ۲۲/۱۸۸)

۱۹۔ فتاوی عالمگیری (۲/۲۳۶)

۲۰۔ امام محمد بن علی الشوکانی (۱۲۵۰ھ) (تفسیر فتح القدیر ۴/۲۷۰)

۲۱۔ علامہ محمود آلوسی۔ (۱۲۸۱ھ) (تفسیر روح المعانی ۲۲/۳۹)

(منقول از تفہیم القرآن مولانا سید مودودی ۴/۱۴۶ تا ۱۵۰)

مرزا غلام احمد قادیانی:

آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی آغاز میں اس بات کے قائل تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ قرآن شریف میں ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تعریف کرنا یہ شرارت ہے۔

حدیث: لانبی بعدی عام ہے۔ (ایام الصلح ص ۱۴۶، مباحثہ راولپنڈی ص ۱۴۷)

۲۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین ﷺ رکھا اور رسول اللہ ﷺ نے حق کے طالب علموں کے لئے واضح الفاظ میں اس کی تفسیر فرمائی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اگر ہم کسی نبی کا آنا جائز رکھیں تو وحی نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد کھولنے کے قائل ہوں گے۔ کوئی نبی بعد رسول اللہ ﷺ کیسے آسکتا ہے حالانکہ وحی نبوت کی ختم ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نبی ختم کر دیئے ہیں۔ (حمامۃ البشری ص ۲۰)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے:

وما کان لی ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق لقوم کافرین ۝

مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں۔

Marfat.com

۳۔ اور اللہ کو شایان شان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہ یہ شایان شان ہے کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سرنو شروع کردے، بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو۔ (آئینہ کمالات ص ۳۷۷)

۴۔ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔(تبلیغ رسالت ص ۱۶)

مرزا قادیانی کی تحریروں سے صاف ظاہر ہے کہ دعویٰ نبوت ان کے نزدیک کفر تھا۔اس تشریح سے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہے اور مدعی نبوت خارج از اسلام، مرتد اور کافر ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ:

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

''امت کو ایک درخت سے مثال دیں جس کے ٹہن اور شاخیں جدا جدا ہو کر دور دور تک جاتی ہیں۔ لیکن اس درخت کی وحدت اس کے تنا کی وحدت پر موقوف ہے۔یعنی کسی درخت کو ایک کہنا اس کی فرع ہے کہ اس کا تنا ایک ہے۔اس کی تفریع یہ ہے کہ اگر تنے بھی دو ہیں تو درخت بھی دو کہلائیں گے اسی طرح کسی قوم کی وحدت اس کے مرشد اعظم کی وحدت پر موقوف ہے۔اسلامی اصطلاح میں مرشد اعظم نبی ہے۔اسلام میں گو بہت سے فرقے ہیں جن میں آسمان و زمین جتنا اختلاف ہے یہاں تک کہ ایک مشرق کو جاتا ہے دوسرا مغرب کو۔تاہم یہ سب فرقے ایک دین کے کہلاتے ہیں۔کیونکہ ان سب کی نبوت ایک ہے۔یعنی نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام یہی فلسفہ ہے ختم نبوت کا۔چونکہ خدا کو منظور تھا کہ مسلمان باوجود اختلاف کے ایک ہی دین پر وحدت پذیر رہیں۔اس لئے نبوت کو ان کے رسول پر ختم کر دیا۔'' (اہل حدیث امرتسر ۳ نومبر ۱۹۶۱ء، جلد ۱۹ شمارہ ۳۰)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ:

جب نبی اکرم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے۔ جب سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی شرح وتوضیح کر رہی ہے۔ جب کہ شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔آفتاب محمدی طلوع ہو چکا۔عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے۔تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین قیاس دانشمندی نہیں ہے۔

مزید غور فرمائیے نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا جس نے چاہا مان لیا۔جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہوگئی۔ بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کوئی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے۔کوئی کتنا نیک، پاکباز، پارسا

Marfat.com

اور عالم باعمل ہو اگر وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا اور اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا اور کفار و مشرکین کے زمرہ میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ (ضیاء القرآن ۴/۴۷)

مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ:

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''کوئی درخت بغیر جڑ کے قائم نہیں رہ سکتا اور کوئی مکان بغیر بناء کے استوار ہو سکتا ہے۔ عقیدہ صحیح ہو، تو عمل سرسبز و شاداب ہوں گے۔ تھوڑا سا عمل بھی نجات و فلاح کا باعث بن سکتا ہے۔ عقیدہ خراب ہو، اعمال برباد و ضائع، ختم نبوت کے مسئلہ پر اگر عقیدہ مستحکم نہیں تو نہ توحید پر عقیدہ ہے، نہ رسالت پر اور نہ خدا خدا رہتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔''

وخاتم النبیین ﷺ

جب ''خاتم النبیین ﷺ'' نہ رہا تو العیاذ باللہ خاکم بدہن۔

خدا کا کلام جھوٹا ہو جائے گا۔ کلام باطل ہو تو متکلم کی صداقت کیسے رہ سکتی ہے۔

پہلی آسمانی کتابوں نے حضرت محمد ﷺ کے متعلق جو خوشخبریاں دی ہیں وہ کیسے درست رہ سکیں گے تمام انبیائے علیہم والسلام من آدم علیہ السلام الی سید ولد آدم علیہ السلام اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ پاک بھیجے ہوئے آخری نبی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو تمام انبیاء علیہم السلام کا اتفاق کہاں۔

کہاں اللہ تعالیٰ کا فرمان وخاتم النبیین (ﷺ) اور کہاں نبی آخر الزمان ﷺ کا فرمان ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔''

(المنبر لائل پور (فیصل آباد) ۱۴ رجب تا ۱۴ شعبان ۱۳۸۷ھ (قادیانیت ایک فتنہ ص ۳۷۱)

مولانا محمد منظور نعمانیؒ:

مولانا محمد منظور نعمانیؒ اپنے رسالہ ماہنامہ ''الفرقان لکھنو'' میں لکھتے ہیں۔

جو شخص دین کا کچھ بھی علم رکھتا ہو وہ یہ ضرور جانتا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ یعنی ''ختم نبوت'' اور ''خاتم النبیین'' کے صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ یہ حقیقت کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور اب کوئی نیا نبی قیامت تک مبعوث نہیں ہوگا۔ ''ضروریات دین'' میں سے ہے یعنی ناقابل شک یقین پیدا کرنے والے تواتر جن کے ذرائع سے ہمیں مثلاً یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے کو نبی کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور قرآن کریم کو کتاب اللہ بتلایا تھا اور آپ ﷺ توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ ان ہی ذرائع سے اور بالکل ویسے ہی تواتر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے متعلق یہ بھی بتلایا تھا۔

Marfat.com

سلسلہ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ میں خاتم النبیین ہوں اور اب میرے بعد کوئی نیا نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا۔

الغرض یہ عقیدہ اور یہ اپنی حقیقت بھی دین کی خاص اصطلاح ہیں۔ ''ضروریات دین'' میں سے ہے اور کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کا انکار نہ کرے اور نہ اس کی ایسی تاویل اور توجیہ کرے جس سے ختم نبوت کی مذکورہ بالا حقیقت کا انکار اور ابطال ہوتا ہو۔

اس کے بعد مولانا نعمانی صاحب لکھتے ہیں۔

ختم نبوت کے عقیدہ میں اس امت کے ساتھ خدا کی خصوصی عنایت و رحمت کا ایک ایسا پہلو بھی ہے کہ علاوہ ایک حکم خداوندی ہونے کے اس پہلو سے بھی مسلمانوں کو اس عقیدہ کی خاص قدر اور عظمت ہونی چاہیے۔ نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ نئے نبیوں کا آنا امتوں کے لئے کتنا بڑا اور کتنا سخت امتحان ہوتا ہے اور پہلے پیغمبروں کے ماننے والے کتنے لوگ ہوتے ہیں جو نئے نبی پر ایمان لاتے ہیں۔ صرف سب سے آخری دو رسولوں کو دیکھ لیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور احیائے موتی جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنے انکار کر کے لعنتی اور جہنمی بنے اور پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کیسی آیات بینات (کھلی ہوئی نشانیوں) کے ساتھ تشریف لائے تو یہود و نصاریٰ میں سے یعنی اگلے پیغمبروں اور اگلی کتابوں کے ماننے والوں میں سے کتنے آپ پر ایمان لائے اور کتنے انکار اور کفر کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخر میں ابدی عذاب النار کے مستحق ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر یہ رحمت فرمائی کہ اس امت کو اس سخت امتحان سے محفوظ فرما دیا۔ اگر بالفرض نبوت جاری رہتی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوئی ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے سے لوگ اس کو مانتے اور زیادہ انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرے سے محفوظ فرما دیا اور امت کو مطمئن فرما دیا کہ تمہاری اور ساری دنیا کی نجات کے لئے بس یہ کافی ہے کہ ہمارے اس رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان ہو اور ان کی ہدایت کا اتباع ہو۔

الغرض ختم نبوت صرف ایک دینی مسئلہ اور عقیدہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا عنوان ہے کہ اب سارے انسانوں کے لئے نجات کی آخری شرط بس ہمارے اس رسول ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنا ہے۔ اس لئے اب قیامت تک آنے والے انسانوں کو مطمئن اور

Marfat.com

یکسو ہو کر بس ان کی اتباع کرنی چاہیے۔انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے سلسلہ میں یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔(ماہنامہ الفرقان لکھنو، اکتوبر ۱۹۷۴ء قادیانیت ایک فتنہ ص ۴۶۱ تا ۴۶۳)

ختم نبوت کی اہمیت:

دنیا میں جتنے بھی نبی اور رسول تشریف لائے وہ صرف نبی اور رسول تھے لیکن ان میں کوئی بھی خاتم النبیین والمرسلین نہ تھا۔وہ ایک خاص وقت کے لئے تشریف لائے اور ان کی بعثت ایک خاص قوم اور علاقہ کی طرف تھی۔لیکن ایک ایسے نبی اور رسول کی ضرورت تھی جو ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوا اور اس کی بعثت وقتی نہ ہو بلکہ دائمی ہو کیونکہ نبوت کا سلسلہ جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اب اس کی تکمیل ہونی چاہیے۔چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ﷺ کی حیثیت سے تشریف لائے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ نہیں فرمایا:

میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔

بلکہ انہوں نے فرمایا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الاعراف ۱۵۸)

''اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور سب سے آخر میں تشریف لائے اور قیامت تک کے لئے تشریف لائے۔اب نہ کوئی نبی یا رسول آ سکتا ہے اور نہ ہی اس وقت کسی نبی یا رسول کی ضرورت ہے۔جو اس وقت نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے وہ کذاب، دجال اور جھوٹا ہے اور واجب القتل ہے۔اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور نبوت کے سارے کمالات آپ ﷺ ختم ہیں۔وہ خاتم النبیین ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید نے آپ ﷺ کے لئے ''خاتم النبیین'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ختم نبوت دین کا وہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے جس پر پورے دین کی حفاظت اور بقاء کا انحصار ہے۔اگر عقیدہ ختم نبوت محفوظ ہے تو دین محفوظ ہے۔اگر عقیدہ ختم نبوت محفوظ نہیں تو پھر دین بھی محفوظ نہیں۔اگر پورے دین کو جسم سے تشبیہ دی جائے تو ختم نبوت کا عقیدہ اس کے بقاء و تحفظ کے لئے روح کا درجہ رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ صرف قرآن کریم ہی سے ثابت نہیں بلکہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔امام ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

وهذا مع سماعهم قول الله ولكن رسول الله و خاتم النبيين و قول رسول الله ﷺ لا نبي بعد فكيف يستجيز مسلم ان يبعث بعده عليه السلام نبيافي الارض۔

''اللہ تعالیٰ کا فرمان ولكن رسول الله و خاتم النبيين اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان لا نبي بعده سن کر ایک مسلمان کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد زمین میں کسی نبی کی

Marfat.com

بعثت ثابت کی جائے۔'' (الملل والنحل ۴/۱۸۰ قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت ص ۵۵)

مسیح موعود کی حقیقت:

سید مودودی مرحوم و مغفور لکھتے ہیں کہ نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں ''مسیح موعود'' کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے۔ اس لئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق۔

اس سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''مسیح موعود'' سے مراد عیسیٰ بن مریم مراد نہیں ہیں۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثل مسیح یعنی حضرت عیسیٰ کے مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو آ چکا ہے۔ اس کا ماننا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہم یہاں پورے حوالوں کے ساتھ وہ مستند روایات نقل کئے دیتے ہیں جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

(تفہیم القرآن ۴/۱۵۴)

مولانا مرحوم نے صفحہ ۱۵۴ تا صفحہ ۱۶۲ تک ۲۱ احادیث نقل کی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	راوی حدیث	حوالہ کتب	حوالہ تفہیم القرآن
۱۔	حضرت ابی ہریرہؓ	صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم صحیح مسلم باب بیان نزول عیسیٰ، جامع ترمذی ابواب الفتن باب فی نزول عیسیٰ مسند احمد۔ مرویات ابی ہریرہ	صفحہ ۱۵۵
۲۔	حضرت ابی ہریرہؓ	صحیح بخاری، کتاب المظالم۔ باب کسر الصلیب سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال	صفحہ ۱۵۵
۳۔	حضرت ابی ہریرہؓ	صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ صحیح مسلم، بیان نزول عیسیٰ مسند احمد، روایات ابی ہریرہؓ	صفحہ ۱۵۵
۴۔	حضرت ابی ہریرہؓ	مسند احمد سلسلہ مرویات ابی ہریرہؓ کتاب الحج باب جواز التمتع فی الحج والقرآن	صفحہ ۱۵۶
۵۔	حضرت ابی ہریرہؓ	مشکوٰۃ، کتاب الفتن باب الملاحم بحوالہ مسلم	صفحہ ۱۵۶
۶۔	حضرت ابی ہریرہؓ	سنن ابی داؤ، کتاب الملاحم باب خروج الدجال مسند احمد، مرویات ابو ہریرہؓ	صفحہ ۱۵۷

Marfat.com

۷۔	حضرت جابر بن عبداللہؓ	صحیح مسلم، بیان نزول عیسیٰ بن مریم مسند احمد، مرویات جابر بن عبداللہ	صفحہ۱۵۷
۸۔	حضرت جابر بن عبداللہؓ	مشکوۃ کتاب الفتن بات قصہ ابن صیاد	صفحہ۱۵۷
۹۔	حضرت جابر بن عبداللہؓ	مسند احمد، بسلسلہ روایات جابر بن عبداللہ	صفحہ۱۵۸
۱۰۔	حضرت نواس بن سمعانؓ	صحیح مسلم، ذکر الدجال سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال جامع ترمذی ابواب الفتن باب فتنہ الدجال سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال	صفحہ۱۵۸
۱۱۔	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	صحیح مسلم، باب ذکر الدجال	صفحہ۱۵۹
۱۲۔	حضرت حذیفہ بن اسد الغفاریؓ	صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم باب امارات الساعۃ	صفحہ۱۵۹
۱۳۔	حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ	سنن نسائی کتاب الجہاد مسند احمد بسلسلہ روایات ثوبانؓ	صفحہ۱۶۰
۱۴۔	حضرت مجمع بن جاریہ انصاری	مسند احمد جامع ترمذی ابواب الفتن	صفحہ۱۶۰
۱۵۔	حضرت ابوامامہ الباہلی	سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال	صفحہ۱۶۰
۱۶۔	حضرت عثمان بن ابی العاص	مسند احمد، طبرانی، مستدرک حاکم	صفحہ۱۶۱
۱۷۔	حضرت سمرہ بن جندبؓ	مسند احمد، مستدرک حاکم	صفحہ۱۶۱
۱۸۔	حضرت عمران بن حصینؓ	مسند احمد	صفحہ۱۶۱
۱۹۔	حضرت عائشہؓ	مسند احمد	صفحہ۱۶۲
۲۰۔	حضرت سفینہؓ	مسند احمد	صفحہ۱۶۲
۲۱۔	حضرت حذیفہ بن یمانؓ	مستدرک حاکم، صحیح مسلم، فتح الباری ۶/۴۵	صفحہ۱۶۲

Marfat.com

یہاں صرف حدیث نمبر ایک درج کی جاتی ہے۔

''حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر۔ پھر وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے۔ (دوسری روایت میں حرب کی بجائے جزیہ کا لفظ ہے یعنی جزیہ ختم کر دیں گے۔) اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک اللہ کے حضور ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔''

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند احمد) (تفہیم القرآن ۴/ ۱۵۵)

مولانا سید مودودیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

''صلیب کو توڑ ڈالنے اور خنزیر کو ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دین عیسوی کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰ) کو صلیب پر ''لعنت'' کی موت دی۔ جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا اور انبیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کر دی۔ حتی کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر خود اعلان کر دیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ نہ میں نے صلیب پر جان دی۔ نہ کسی کے گناہ کا کفارہ بنا تو عیسائی عقیدے کے لئے سرے سے کوئی بنیاد ہی باقی نہ رہے گی۔ اس طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لئے سور حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا۔ تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔''

(تفہیم القرآن ۴/ ۱۵۵)

ان احادیث کے نتائج:

مولانا سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

تمام احادیث (نمبر ا تا ۲۱) صاف اور صریح الفاظ میں ان عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں جواب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

دوسری آیات جو اتنی ہی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت

Marfat.com

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا دوبارہ نزول نبی مقرر ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہوگا نہ ان پر وحی نازل ہوگی؟ نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے۔ نہ وہ شریعت محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے۔ نہ ان کو تجدید دین کے لئے دنیا میں لایا جائے گا۔ نہ وہ آ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے۔ نہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک الگ امت بنائیں گے۔ (تفہیم القرآن ۴/۱۶۲)

Marfat.com

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا دوبارہ نزول نبی مقرر ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہو گا نہ ان پر وحی نازل ہو گی؟ نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے۔ نہ وہ شریعت محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے۔ نہ ان کو تجدید دین کے لئے دنیا میں لایا جائے گا۔ نہ وہ آ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے۔ نہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک الگ امت بنائیں گے۔ (تفہیم القرآن ۴/۱۶۲)

Marfat.com

۱۸۔	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی
۱۹۔	خطبات مدراس	سید سلیمان ندوی
۲۰۔	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
۲۱۔	رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب	سید اسعد گیلانی
۲۲۔	زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	حافظ ابن قیم
۲۳۔	سیرۃ النبی ﷺ جلد اول	شبلی نعمانی
۲۴۔	سیرت ابن ہشام	ابن ہشام
۲۵۔	سیرت سرور دو عالم	سید مودودی
۲۶۔	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سجتانی
۲۷	سیرت ثنائی	عبد المجید خادم سوہدروی
۲۸۔	صحیح بخاری	محمد بن اسمعیل بخاری
۲۹۔	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری
۳۰۔	ضیاء القرآن	محمد کرم شاہ الازہریؒ
۳۱۔	فتح البلدان	علامہ بلاذریؒ
۳۲۔	قادیانیت اپنے آئینے میں	صفی الرحمان مبارک پوری
۳۳۔	قادیانیت کی تردید میں مولانا امرتسری کی خدمات	عبد الرشید عراقی
۳۴۔	قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت	
۳۵۔	عمرو بن العاص	محمد فرج مصری
۳۶۔	عجائبات مرزا	مولانا ثناء اللہ امرتسری
۳۷۔	علم کلام مرزا	مولانا ثناء اللہ امرتسری
۳۸۔	غلامان اسلام	سعید احمد اکبر آبادی

Marfat.com

۳۹	فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری	صفی الرحمان مبارک پوری
۴۰۔	تاریخ الکامل	علامہ ابن اثیر
۴۱۔	مسند احمد	امام احمد بن حنبل
۴۲۔	مشکوۃ المصابیح مترجم	محمد صادق خلیل
۴۳۔	مقالات سیرت	محمد آصف قدوائی
۴۴۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع دیوبندی
۴۵۔	مختصر سیرت الرسول ﷺ	محمد بن عبد الوہاب
۴۶۔	مولانا ثناء اللہ امرتسری (حیات خدمات، آثار)	محمد رمضان یوسف سلفی
۴۷۔	مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تصنیفی خدمات	عبدالرشید عراقی
۴۸۔	مقدس رسول ﷺ	مولانا ثناء اللہ امرتسری
۴۹۔	نبی رحمت ﷺ	ابوالحسن علی ندوی
۵۰۔	نور توحید	مولانا ثناء اللہ امرتسری
۵۱۔	یاد رفتگان	سید سلیمان ندوی

قادیانی کتب:

۱۔	حمامتہ البشریٰ	مرزا غلام احمد قادیانی
۲۔	تبلیغ رسالت	ایضاً
۳۔	آئینہ کمالات	ایضاً
۴۔	تریاق القلوب	ایضاً
۵۔	ضمیمہ تحفہ گولڑویہ	ایضاً

Marfat.com

اخبار ورسائل

اہلحدیث امرتسر

ا۔	۳ جولائی ۱۹۰۹ء
۲۔	۳ نومبر ۱۹۲۱ء
۳۔	۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء
۴۔	۶ مئی ۱۹۳۲ء
۵۔	۷ اگست ۱۹۳۳ء
۶۔	۲۴ اکتوبر ۱۹۴۱ء
۷۔	۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء

المنبر لائل پور (فیصل آباد)

۸۔	۱۲ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ
۹۔	۱۴ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ
۱۰۔	۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ
۱۱۔	ماہنامہ الفرقان لکھنو۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء
۱۲۔	ماہنامہ ندائے مدینہ کان پور (شیخ الاسلام نمبر)

عبدالرشید عراقی

۳۰/۷/۲۰۱۶ء

ختم شد

Marfat.com

دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کا عبرتناک انجام

تالیف
عبدالرشید عراقی

Marfat.com